بحار الانوار

امام حسن ع المجتبی

مصنّف ______ مُلّا باقر مجلسی علیہ الرّحمہ

مترجم ______ سیّد حسن امداد صاحب (ممتاز الافاضل)

طابع ______ سندھ آفسٹ پریس۔ کراچی

کتابت ______ جعفر زیدی

ناشر ______ محفوظ بک ایجنسی۔ مارٹن روڈ کراچی

عرضِ ناشر

مستدرک الوسائل میں ہے کہ اسلام میں کسی کو وہ توفیقات نہیں ملیں جو شیخ الاسلام علّامہ محمد باقر بن محمد تقی، المعروف بہ علّامہ مجلسیؒ (ولادت سنہ ۱۰۳۷ھ وفات سنہ ۱۱۱۰ھ) کو ہاتھ آئیں ایک طرف سے بے پایاں تصنیفات چھوڑیں، دوسری طرف بلند مرتبہ شاگرد چھوڑے۔ پھر راتوں کو بید عبادت و ریاضت بھی کی۔ آپ کے درس سے ایک ہزار علماء و فضلاء برآمد ہوئے۔ آپ اپنے عمر میں مومنین اور حکومتِ وقت کے درمیان رابطہ تھے اور لوگوں کے حوائج پورے ہونے میں اُن کی مدد کرتے تھے۔ خلاصہ یہ کہ آپ کے مدارج و مراتب حد سے سوا ہیں۔

علّامہ نوری نقل کرتے ہیں کہ صاحبِ جواہر علیہ الرّحمہ نے بیان فرمایا کہ میں نے خواب میں ایک مکان دیکھا، جس میں بہت سے علماء جمع ہوتے ہیں۔ دروازے پر دربانوں کا پہرہ ہے میں جس وقت اندر گیا تو میں نے اس جگہ کو ہر قسم کے چھوٹے بڑے عالموں سے مملو دیکھا میں نے دیکھا کہ صدرِ مجلس میں علّامہ مجلسیؒ تشریف فرما ہیں۔ صاحبِ جواہر فرماتے ہیں کہ یہ دیکھ کر میں نے دربان سے پوچھا کہ ان کو یہ شرف کیسے ملا ؟ اُس نے جواب دیا کہ یہ ائمۂ معصومینؑ کی بارگاہ میں زیادہ معروف ہیں۔

آپ کی سب سے بڑی خصوصیت یہ ہے کہ آپ نے تمام احادیثِ شیعہ کو ایک مجموعہ میں جمع کر دیا جس کا نام بحار الانوار ہے۔ اس عظیم الشان کتاب کی ۲۶ جلدیں ہیں

ہم اس انمول کتاب بحار الانوار کی دسویں جلد آپ کی خدمت میں پیش کرنے کی سعادت حاصل کر رہے ہیں۔ اِس جلد میں امام حسن علیہ السّلام کے حالاتِ زندگی ہیں۔ اس کے ساتھ اب تک شائع شدہ جلدوں کے دوسرے اور تیسرے ایڈیشن بھی منظرِ عام پر آچکے ہیں۔ بحار الانوار کی گیارہویں جلد حضرت امام مہدی آخر الزّمانؑ کی حیاتِ مبارکہ پر مشتمل ہے جو کہ انشاء اللہ تعالےٰ ماہِ محرّم تک منظرِ عام پر آجائے گی۔

مولانا سیّد حسن امداد صاحب ممتاز الافاضل نے جس تیزی کے ساتھ ترجمے کے کام کو آگے بڑھایا ہے ہم اُس رفتار سے اِس ترجمے کو کتابی شکل میں منتقل نہیں کر سکے۔ مگر اب ادارے کے بلند عزائم اور عوام میں شوق، دلچسپی اور طلب اس کتاب کی اشاعت کے باقی مراحل کو تیزی سے پایۂ تکمیل تک پہنچانے میں معاون ثابت ہوں گے۔

آپ کی رائے اور صحت مندانہ تنقید اس دشوار مرحلے پر ہمارے لیے مشعلِ راہ ثابت ہو رہی ہیں

باب دوم

حسنین کے فضائل اور اُن کی امامت پر نصوص

باب سوم

مکارمِ اخلاق اور مخالفت و مواقف

باب چہارم

نص بر امامتِ حسن مجتبیٰ علیہ السلام

باب پنجم

معجزات

باب ششم

آپؑ کا مکارمِ اخلاق علم و فضل شرف و جلالتِ قدر اور نادر احتجاجات

بابِ دہم

وہ واقعات جو امام حسنؑ و معاویہ و اصحابِ معاویہ کے درمیان پیش آئے

بابِ یازدہم

اصحابِ امام حسنؑ اور آپکے معاصرین کے حالات

بابِ دوازدہم

حلیۂ مبارک، سنِ شریف شہادت اور تدفین

بحار الانوار
باب ۱
ولادت
اسمائے گرامی و نقشِ خاتم

(۱) تاریخِ ولادت حضرت امام حسینؑ

حضرت امام حسین علیہ السّلام
اپنے بھائی حضرت امام حسن علیہ السّلام کی ولادت کے دس ماہ بیس دن بعد مدینہ منوّرہ میں بروز پنجشنبہ یا سہ شنبہ ۵ شعبان المعظم سنہ ۴ھ کو جس سال جنگِ خندق واقع ہوئی تھی پیدا ہوئے

○ اسمِ گرامی وکُنیت والقاب

آپؑ کا اسمِ گرامی "حسینؑ" ہے، مگر توریت میں آپؑ کا نام "شبیّر" اور انجیل میں "طاب" ہے۔ آپؑ کی کُنیت ابوعبداللہ اور الخاص و ابوعلی ہے۔
آپؑ کے القاب، الشّہید السعید۔ السّبط الثّانی اور الامام الثّالث ہیں۔
(مناقب ابنِ شہر آشوب)

(۲) آپؑ کا سب سے اعلیٰ لقب

کمال الدّین ابنِ طلحہ کا بیان ہے کہ
حضرت امام حسین علیہ السّلام کی کُنیت، صرف "ابوعبداللہ" ہے، کوئی اور نہیں ہے۔ ہاں القاب بہت ہیں۔ الرّشید، الطیّب، الوفی، السّیّد، الزّکی، المبارک۔
التّابع لمرضاۃ اللہ۔ السّبط۔
لیکن ازروئے منزلت سب سے اعلےٰ لقب وہ ہے جس لقب سے رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے اُن کو اور اُن کے بھائی امام حسن علیہ السّلام کو یاد فرمایا ہے کہ یہ دونوں "سیدا شباب اھل الجنّۃ" ہیں۔ لہٰذا آپؑ کا سب سے اعلےٰ واشرف لقب "اَلسّیّد" ہے اور اسی طرح "اَلسِّبط" بھی آپؑ کا اعلےٰ لقب ہے۔ اِس لیے کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم سے ایک صحیح حدیث ہے کہ آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ حسینؑ "سبط من الاسباط" ہے

★ ابنِ خشّاب کا بیان ہے کہ حضرت امام حسین علیہ السّلام کی کُنیت ابوعبداللہ

اور لقب، اَلرَّشِید، الطَّیِّب، الوَفِی، اَلسَّیِّد، المبارَک، التَّابِع لِمرضاۃ اللہ، الدَّلیل علٰی ذاتِ اللہ، اَلسِّبط ہے۔

(کشف الغمہ)

(۳) حضرت امام حسنؑ کا نام بذریعۂ وحی تجویز ہوا

زیدؒ بن علیؑ نے اپنے پدرِ بزرگوار حضرت امام علی ابن الحسین علیہ السّلام سے روایت کی ہے کہ:

"جب امام حسن علیہ السّلام پیدا ہوئے تو حضرت فاطمہ زہراؑ نے حضرت علیؑ سے کہا کہ اس بچّے کا کوئی نام تو رکھیے۔ حضرت علی علیہ السّلام نے فرمایا، نہیں میں اس کا نام رکھنے میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم پر سبقت نہیں کروں گا۔ اتنے میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم تشریف لائے تو حضرت حسنؑ کو ایک زرد پارچے میں لپیٹ کر آپؐ کے سامنے لایا گیا۔ آپؐ نے فرمایا: کیا میں نے تم لوگوں کو منع نہیں کیا تھا کہ اسے زرد پارچے میں نہ لپیٹنا؟: پھر آپؐ نے وہ زرد پارچہ نکال کر پھینک دیا، اور سفید پارچہ منگوا کر اس میں لپیٹ دیا۔ اس کے بعد حضرت علی علیہ السّلام سے فرمایا تم نے اس کا کوئی نام بھی رکھا ہے؟ حضرت علی علیہ السّلام نے عرض کی، میں اس کا نام رکھنے میں آپؐ پر ہرگز سبقت نہ کروں گا: آنحضرتؐ نے فرمایا، میں بھی اس کا نام رکھنے میں اپنے پروردگار پر سبقت نہ کروں گا۔

پس اللہ تعالٰےؐ نے جبرئیلِ امینؑ کو بذریعۂ وحی حکم دیا کہ:

"سنو! محمدؐ کے گھر ایک بچہ پیدا ہوا ہے، ان کے پاس اُتر کر جاؤ انھیں میرا اسلام کہو، میری طرف سے مبارک باد دو اور کہو، کہ "علی کو تم سے وہی نسبت ہے جو ہارونؑ کو موسیٰؑ سے نسبت تھی" لہٰذا اس (فرزند) کا نام بھی وہی رکھ دو جو ہارونؑ کے فرزند کا نام تھا۔"

یہ حکم پاکر جبرئیلِ امینؑ نازل ہوئے، اللہ تعالیٰ کی طرف سے مبارک باد دی اور کہا، "اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ اس (فرزند) کا وہی نام رکھو جو ہارونؑ کے فرزند کا نام تھا۔"

آنحضرتؐ نے پوچھا کہ ہارونؑ کے فرزند کا کیا نام تھا؟

جبرئیلؑ نے کہا اُس کا نام شبّر تھا۔

آنحضرتؐ نے فرمایا مگر یہ تو عبرانی لفظ ہے اور میری زبان عربی ہے۔

جبرئیلؑ نے کہا، پھر اس کا نام حسنؑ رکھ دیجیے (جو شبّر کے ہم معنی ہے) تو آپؐ نے اُن کا نام حسنؑ رکھ دیا۔ (علل الشرائع۔ امالی شیخ صدوق علیہ الرحمہ)

(۴) امام حسنؑ و امام حسینؑ کے نام بذریعۂ وحی تجویز ہوئے:

تین اسناد کے ساتھ حضرت امام رضا علیہ السّلام سے، اور اُنھوں نے اپنے آبائے کرام سے، اور اُنھوں نے حضرت امام علی ابن الحسین علیہ السّلام سے، اور اُنھوں نے اسماء بنتِ عُمیس سے روایت کی ہے کہ اسماء کا بیان ہے کہ امام حسنؑ اور امام حسینؑ کی ولادت کے موقع پر میں آپؑ کی جدّۂ ماجدہ فاطمہؑ کے پاس بحیثیت قابلہ موجود تھی، چنانچہ جب امام حسنؑ پیدا ہوئے تو نبی صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم تشریف لائے اور فرمایا۔ "اے اسماء! میرے فرزند کو میرے پاس لاؤ" میں نے حسنؑ کو ایک زرد پارچے میں لپیٹ کر آپؐ کی خدمت میں حاضر کیا۔ آنحضرتؐ نے وہ زرد پارچہ نکال کر پھینک دیا، اور فرمایا۔ "اے اسماء کیا میں نے تمھیں ہدایت نہیں کی تھی کہ مولود کو زرد پارچے میں نہ لپیٹنا۔"

پھر میں نے حسنؑ کو ایک سفید پارچے میں لپیٹ کر آپؐ کو دیا۔ آپؐ نے داہنے کان میں اذان کہی اور بائیں کان میں اقامت کہی۔ پھر حضرت علیؑ سے فرمایا۔ "میرے فرزند کا تم نے کیا نام رکھا؟

حضرت علی علیہ السّلام نے عرض کی، یا رسول اللہؐ! میں اس کا نام رکھنے میں آپؐ پر سبقت کی جرأت نہیں کرسکتا۔ ویسے میں نے چاہا تھا کہ اس کا نام "حرب" رکھوں۔

نبی صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا، میں بھی اس کا نام رکھنے میں اپنے پروردگار پر سبقت نہیں کرسکتا۔

اس کے بعد جبرئیلِ امینؑ نازل ہوئے اور کہا۔ "اے محمدؐ! اَلعَلِیُّ الاَعلیٰ آپؐ کو سلام کہتا ہے اور یہ ارشاد فرماتا ہے کہ:

"عَلِیٌّ مِنکَ بِمَنزِلَۃِ هَارُونَ مِن مُوسیٰ وَلا نَبِیَّ بَعدَکَ سَمِّ ابنَکَ هٰذا بِاسمِ ابنِ هارون"

ترجمہ:- (علیؑ کو تم سے وہی نسبت ہے جو ہارونؑ کو موسیٰؑ سے تھی مگر تمہارے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا۔ تم اپنے اس فرزند کا نام ہارونؑ کے فرزند کے نام پر رکھو۔)

آنحضرتؐ نے جبرئیلؑ سے پوچھا، ہارونؑ کے فرزند کا کیا نام تھا ؟

جبرئیلؑ نے عرض کیا "شبّر"

آپؐ نے فرمایا، مگر میری زبان تو عربی ہے ۔

جبرئیلؑ نے کہا، پھر آپؐ اِس مولود کا نام "حسنؑ" رکھ دیجیے۔

اسماء بنتِ عُمیس کا بیان ہے کہ پھر آنحضرتؐ نے اس فرزند کا نام حسنؑ رکھ دیا

جب حسنؑ کی ولادت کا ساتواں دن آیا تو آپؐ نے دو عدد چتکبرے مینڈھوں پر اُن کا عقیقہ کیا، اور اُن کی قابلہ (دایہ) کو اس کی ایک ران اور ایک دینار عطا فرمایا۔ اُن کا سر مُنڈوایا اور اُن کے بالوں کے وزن کے برابر چاندی تصدق فرمائی، اور سر پہ زعفران کا لیپ کر دیا، اور فرمایا "اے اسماء بچّے کے سر پر خون کا لیپ کرنا رسمِ جاہلیت ہے۔

★ امام حسینؑ کی ولادت پر رسولؐ کا گریہ

اسماء کا بیان ہے کہ جب امام حسنؑ کی ولادت کو ایک سال گزرا تو حسینؑ پیدا ہوئے اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے۔ فرمایا، اے اسماء! میرے فرزند کو میرے پاس لاؤ۔

میں نے ایک پارچۂ سفید میں لپیٹ کر آپؐ کو دیا۔ آپؐ نے داہنے کان میں اذان اور بائیں کان میں اقامت کہی اور حسینؑ کو اپنی آغوش میں رکھ کر گریہ فرمانے لگے

اسماء کا بیان ہے، میں نے عرض کی، میرے ماں باپ آپؐ پر قربان، آپؐ کیوں گریہ فرما رہے ہیں ؟

آپؐ نے فرمایا کہ میں اپنے اِس فرزند پر گریہ کر رہا ہوں ۔

میں نے عرض کی، یا رسول اللہؐ ! یہ بچہ تو ابھی پیدا ہوا ہے۔ ؟

آپؐ نے فرمایا، ہاں، مگر اس کو میرے بعد ایک باغی گروہ قتل کرے گا، اور اُس گروہ کو میری شفاعت نصیب نہ ہوگی۔

پھر آپؐ نے فرمایا، اے اسماء! دیکھنا، یہ بات تم فاطمہؑ کو نہ بتا دینا اِس لیے کہ اس کے عنقریب ہی تو اس بچّے کی ولادت ہوئی ہے (ابھی وہ زچہ ہے)

پھر آپؐ نے حضرت علیؑ سے پوچھا، تم نے میرے اِس فرزند کا نام کیا رکھا؟

حضرت علیؑ نے عرض کی یا رسول اللہؐ! میں اِس کا نام رکھنے میں آپؐ پر

سبقت نہیں کرتا، ویسے میں چاہتا تھا کہ اِس بچّے کا نام "حرب" رکھوں۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، میں بھی اِس کا نام رکھنے میں اپنے پروردگار پر سبقت نہ کروں گا۔

پھر جبرئیلؑ نازل ہوئے اور انھوں نے کہا، اے محمدؐ! اَلعَلِیُّ الاَعلیٰ آپؐ کو سلام کہتا ہے اور یہ ارشاد فرماتا ہے کہ:

"عَلِیٌّ مِنکَ کَہَارُونَ مِن مُوسیٰ سَمِّ
ابنَکَ ھٰذَا بِاسمِ ابنِ ھَارُونَ۔"

ترجمہ: (علیؑ کو تم سے وہی نسبت ہے جو ہارونؑ کو موسیٰؑ سے تھی، لہٰذا اپنے اس فرزند کا نام ہارونؑ کے فرزند کے نام پر رکھو۔)

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، ہارونؑ کے فرزند کا کیا نام تھا ؟

جبرئیلؑ نے کہا، "شبّیر"

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، مگر میری زبان تو عربی ہے۔

جبرئیلؑ نے کہا، پھر اس مولود کا نام حُسینؑ رکھ دیجیے۔

آنحضرتؐ نے اُن کا نام حُسینؑ رکھ دیا۔

اب جب ساتواں دن آیا تو آنحضرتؐ نے دو چتکبرے مینڈھوں پر اُن کا عقیقہ کیا۔ اور حسینؑ کی قابلہ (دایہ) کو مینڈھے کی ایک ران اور ایک دینار دیے۔ پھر آپؐ نے حسینؑ کا سر مُنڈوایا اور بالوں کے وزن کے برابر چاندی تصدق کی، اُن کے سر پہ زعفران کا لیپ کر دیا۔ پھر فرمایا، اے اسماء! بچّے کے سر پر خون کا لیپ کرنا، یہ تو جاہلیت کا طریقہ ہے۔

(عیون اخبار الرضا، صحیفۃ الرضا)

★ صحیفۃ الرضا میں بھی امام رضا علیہ السلام سے اسی کے مثل روایت ہے۔

★ واعظ نے "شرف النبی" میں، سمعانی نے "فضائل الصحابہ" میں، نیز ہمارے اصحاب کی ایک جماعت نے اپنی اپنی کتابوں میں حضرت امیرالمومنینؑ سے اور حضرت علی ابن الحسین علیہ السلام سے اور اسماء بنتِ عُمیس سے اسی کے ہم مضمون روایت نقل کی ہے۔

(مناقب ابن شہر آشوب)

(۵) دونوں کی ولادت کے درمیان زمانۂ حمل کا فاصلہ

مندرجہ بالا اسناد کے ساتھ حضرت امام حسن بن علی علیہ السلام سے روایت ہے۔ آپؑ کا نام حسنؑ، ولادت کے ساتویں دن رکھا گیا۔ اور حسنؑ کے نام ہی سے حسینؑ کا نام بھی مشتق ہوا۔ آپؑ نے یہ بھی فرمایا کہ ہم دونوں کی ولادت کے درمیان زمانۂ حمل کا فاصلہ رہا ہے۔ (عیون الاخبار الرّضا صحیفۃ الرّضا)

(۶) ولادت ہی کے دن کان میں اذان

مندرجہ بالا اسناد کے ساتھ حضرت علی ابن الحسین علیہ السّلام سے روایت ہے۔ آپؑ نے فرمایا کہ نبی صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے حضرت امام حسین علیہ السّلام کے کان میں یومِ ولادت نماز والی اذان کہی۔ (عیون الاخبار الرّضا، صحیفۃ الرّضا)

(۷) عقیقہ کے گوشت میں قابلہ کا حصّہ

مندرجہ بالا اسناد کے ساتھ حضرت علی ابن الحسین علیہ السّلام سے روایت ہے کہ حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا نے امام حسنؑ و امام حسینؑ کا عقیقہ کیا اور قابلہ کو بکری کی ایک ران اور ایک دینار دیے۔ (عیون الاخبار الرّضا، صحیفۃ الرّضا)

(۸) امام حسنؑ کا زبانِ رسالتمآبؐ چوسنا

جابر بن عبد اللہ رضؓ سے روایت ہے کہ مدّتِ حمل پوری ہونے کے بعد حضرت فاطمہؑ کے یہاں امام حسنؑ کی ولادت ہوئی۔ اور نبی صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے پہلے سے حکم دے دیا تھا کہ جب بچے کی ولادت ہو تو اُسے سفید پارچے میں لپیٹنا۔ مگر [illegible] فاطمہ زہراؑ نے حضرت علیؑ سے

رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم پر سبقت نہ کروں گا۔

اتنے میں نبی صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم تشریف لائے۔ حسنؑ کو گود میں لیا، رُخساروں کو بوسہ دیا، اور اپنی زبان اُن کے دہن میں دے دی، اور حسنؑ آپؐ کی زبانِ شیریں چوسنے لگے۔

پھر رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے عورتوں سے فرمایا، کیا میں نے تم سے پہلے ہی نہیں کہہ دیا تھا کہ اِسے زرد کپڑے میں نہ لپیٹنا۔ یہ فرما کر آپؐ نے سفید کپڑا منگا کر اس میں لپیٹ لیا اور وہ زرد کپڑا پھینک دیا۔ پھر بچّے کے داہنے کان میں اذان اور بائیں کان میں اقامت کہی اور حضرت علیؑ سے پوچھا، تم نے اس کا نام کیا رکھا؟

اُنھوں نے عرض کیا، میں اس کا نام رکھنے میں آپؐ پر سبقت نہیں کر سکتا۔

رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے ارشاد فرمایا، تو پھر میں بھی اس مولود کا نام رکھنے میں اپنے پروردگار پر سبقت نہیں کروں گا۔

پس اللہ تعالیٰ کی طرف سے جبرئیلِ امینؑ کو بذریعۂ وحی حکم ہوا کہ محمدؐ کے گھر ایک فرزند کی ولادت ہوئی ہے تم اُن کے پاس جاؤ، میرا سلام کہو، اور میری طرف سے اور خود اپنی طرف سے اُن کو مبارکباد دو، اور اُن سے کہہ دو کہ:

”اِنَّ عَلِیًّا مِنْكَ بِمَنْزِلَةِ هَارُونَ مِنْ مُوسٰی
فَسَمِّهٖ بِاسْمِ ابْنِ هَارُونَ۔“

ترجمہ: (بیشک علیؑ کو تم سے وہی نسبت ہے جو ہارونؑ کو موسیٰؑ سے تھی۔ لہٰذا اس مولود کا نام ہارونؑ کے فرزند کے نام پر رکھو)

پس جبرئیلِ امینؑ آنحضرتؐ کی خدمت میں نازل ہوتے، اللہ تعالیٰ کی جانب سے اور اپنی جانب سے اُنھیں مبارکباد دی، اور کہا ”اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو حکم دیا ہے کہ آپؐ اِس مولود کا وہی نام رکھیں جو ہارونؑ کے فرزند کا تھا۔

آنحضرتؐ نے پوچھا، اُس کا کیا نام تھا؟

جبرئیلِ امینؑ نے کہا ”شبّر“

آپؐ نے فرمایا، مگر میری زبان تو عربی ہے۔

جبرئیلِ امینؑ نے کہا، پھر اس کا نام ”حسنؑ“ رکھ دیجیے۔

لہٰذا آنحضرتؐ نے اس مولود کا نام حسنؑ رکھ دیا۔

بھی تشریف لائے اور امام حسینؑ کے ساتھ بھی وہی کچھ ہوا جو امام حسنؑ کی ولادت کے موقع پر ہو چکا تھا۔

پس جبرئیلِ امینؑ نازل ہوئے اور انھوں نے کہا، یا رسول اللہؐ خدائے بزرگ آپؐ کو سلام کہتا ہے اور یہ حکم دیتا ہے کہ:

"اِنَّ عَلِیًّا مِنْكَ بِمَنْزِلَةِ هَارُوْنَ مِنْ مُوْسٰی فَسَمِّهٗ بِاسْمِ ابْنِ هَارُوْن"

ترجمہ: (علیؑ کو آپؐ سے وہی نسبت ہے جو ہارونؑ کو موسیٰؑ سے تھی، لہٰذا اِس مولود کا وہی نام رکھیں جو نام ہارونؑ کے فرزند کا تھا۔)

آپؐ نے پوچھا، اُس کا کیا نام تھا؟

جبرئیلِ امینؑ نے کہا، اُس کا نام "شبّیر" تھا۔

آپؐ نے فرمایا، مگر میری زبان تو عربی ہے۔

جبرئیلِ امینؑ نے کہا، پھر اس کا نام "حسینؑ" رکھ دیجیے۔

تو آنحضرتؐ نے اُن کا نام حسینؑ رکھ دیا۔

(معانی الاخبار، علل الشرائع)

⑨ شبّرؑ و شبّیرؑ نام رکھنے کا سبب

اعمش نے سالم سے روایت کی ہے کہ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا کہ: "میں نے ان دونوں فرزندوں کا وہی نام رکھا ہے جو ہارونؑ کے دونوں فرزند "شبّر و شبّیر" کے نام تھے۔

(علل الشرائع)

⑩ اُن کے وہی نام رکھے گئے جو فرزندانِ ہارونؑ کے تھے

عبداللہ ابنِ عبّاسؓ نے اپنے والد سے روایت کی ہے کہ "آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے ارشاد فرمایا:

"اے فاطمہؑ! حسنؑ و حسینؑ کے نام وہی ہیں جو ہارونؑ کے دونوں فرزندوں شبّر و شبّیر

⑪ نامِ حسینؑ، حسنؑ سے مشتق ہے

حضرت امام جعفر صادق بن امام محمّد باقر علیہ السّلام نے اپنے پدرِ بزرگوار سے روایت کی ہے کہ: جبرئیلِ امینؑ، رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے پاس امام حسنؑ کا نام اور ایک حُلّۂ جنّت بطورِ ہدیہ لائے اور امام حسینؑ کا نام، امام حسنؑ کے نام سے مشتق ہوا۔

(علل الشّرائع ۔ معانی الاخبار)

⑫ جناب فاطمہ زہراؑ کی نظر میں امام حُسینؑ امام حسنؑ سے بھی زیادہ حَسین تھے

عمرو بن دینار نے عکرمہ سے روایت کی ہے کہ جب حضرت فاطمہؑ کے یہاں امام حسنؑ تولّد ہوئے تو وہ اُنھیں لے کر رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی خدمت میں آئیں اور آپؐ نے اُن کا نام "حسن" رکھا۔ پھر جب امام حسینؑ تولّد ہوئے تو اُنھیں بھی لے کر آنحضرتؐ کی خدمت میں آئیں اور عرض کی، "یا رسول اللہؐ! یہ بچّہ تو اس سے بھی زیادہ حَسین ہے"۔ آپؐ نے اُن کا نام "حُسین" رکھ دیا۔

(علل الشّرائع ۔ معانی الاخبار)

⑬ نقشِ خاتم

حضرت امام رضا علیہ السّلام سے روایت ہے:

آپؑ نے فرمایا کہ امام حسن علیہ السّلام کا نقشِ خاتم "اَلْعِزَّةُ لِلّٰهِ" تھا۔ اور امام حسین علیہ السّلام کا نقشِ خاتم "اِنَّ اللّٰهَ بَالِغُ اَمْرِهٖ" تھا۔

(عیون الاخبار الرّضا ۔ امالی شیخ صدوقؒ)

⑭ امام حسنؑ کی ولادت سے پہلے اُمُّ الفضل کا خواب

اُمّ الفضل زوجۂ جناب عبّاسؓ سے روایت ہے۔ اُن کا بیان ہے کہ میں

اپنی رحمتیں نازل فرمائے، میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ آپؐ کے جسمِ مبارک کے اعضا میں سے ایک عضو میری آغوش میں ہے۔

آپؐ نے ارشاد فرمایا "اِس کی تعبیر یہ ہے کہ فاطمہ زہراؑ کے یہاں ایک فرزند پیدا ہوگا اور تم اُس کی دایہ بنوگی۔"

چنانچہ جب فاطمہ زہراؑ کے یہاں امام حسنؑ کی ولادت ہوئی تو آنحضرتؐ نے انھیں اُمّ الفضلؓ کے حوالے کیا اور اُمّ الفضلؓ نے انھیں قثم بن عباسؓ کے دودھ میں شریک کرلیا۔

(۱۵) ولادت امام حسینؑ سے پہلے اُمِّ ایمنؓ کا خواب

حضرت امام جعفر صادق علیہ السّلام سے روایت ہے۔ آپؑ نے فرمایا کہ "ایک مرتبہ اُمّ ایمنؓ کے پڑوسی رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی خدمت میں آئے، اور عرض کی، یا رسول اللہؐ! گذشتہ شب اُمّ ایمنؓ بالکل نہیں سوئیں روتی ہی رہیں اور روتے روتے صبح کردی۔

آنحضرتؐ نے اُمّ ایمنؓ کو طلب کیا۔ جب وہ آئیں تو آپؐ نے فرمایا "اے اُمّ ایمن! اللہ تعالیٰ تمھیں کبھی نہ رُلائے، یہ تمہارے پڑوسی میرے پاس آئے اور انھوں نے مجھے بتایا کہ تم رات بھر روتی رہیں۔ اللہ تعالیٰ تمہاری آنکھوں کو کبھی نہ رُلائے، آخر بات کیا ہے؟"

اُمّ ایمنؓ نے عرض کی، یا رسول اللہؐ! میں نے ایک بہت سخت ڈراؤنا خواب دیکھا اور میں رات بھر روتی رہی۔

آپؐ نے ارشاد فرمایا "آخر بتاؤ تو کہ کیا خواب دیکھا" اِس لیے کہ اللہ اور اُس کا رسولؐ اس خواب کی تعبیر سب سے بہتر جانتے ہیں۔

اُمّ ایمنؓ نے عرض کی، یا رسول اللہؐ! مجھ میں ہمت نہیں کہ اُس خواب کو آپؐ کے سامنے بیان کروں۔

آپؐ نے ارشاد فرمایا، تمہارے خواب کا مطلب اور تعبیر وہ نہیں ہے جو تم سمجھ رہی ہو۔ لہٰذا، اللہ کے رسولؐ سے وہ خواب بیان کرو۔

اُمّ ایمنؓ نے عرض کی، میں نے اس شب کو خواب میں دیکھا کہ آپؐ کا ایک عضوِ جسد میرے گھر میں پڑا ہوا ہے۔

آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا "اے اُمّ ایمن! اللہ تمہاری آنکھوں کو سونا نصیب کرے۔ فاطمہؑ کے یہاں حسینؑ پیدا ہونے والے ہیں اور تم حسینؑ کی پرورش کروگی اور اُن کو دودھ پلاؤگی۔ اِس طرح میرے جسم کا ایک عضو تمہارے گھر میں ہوگا۔

پس جب جناب فاطمہ زہراؑ کے یہاں امام حسینؑ پیدا ہوئے تو ساتویں دن آنحضرتؐ نے حکم دیا کہ اِس بچّے کا سر مُنڈوایا جائے اور بالوں کے وزن کے برابر چاندی تصدّق کی جائے، ان کا عقیقہ کیا جائے۔

پھر اُمّ ایمنؓ نے رسول اللہؐ کی چادر میں حسینؑ کو لپیٹا اور رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی خدمت میں لائیں۔

آپؐ نے فرمایا "یہ بچّہ بھی بہت اچھا ہے اور اِسے اُٹھا کر لانے والی بھی بہت اچھی ہے اے اُمّ ایمنؓ! دیکھو یہ ہے تمہارے خواب کی تعبیر۔ (اَمالی شیخ صدوقؒ)

★ کتاب مناقب میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السّلام، اور ابنِ عبّاسؓ سے بھی یہی روایت ہے۔ نیز اِس روایت کو قیروانی نے کتابِ تعبیر میں صاحبِ فضائلِ صحابہ نے بھی تحریر کیا ہے۔ (مناقب - کتاب التّعبیر - فضائل الصّحابہ)

(۱۶) رسول اللہؐ کا قول، پھوپھی لائیے یہ بچّہ پاک و طاہر پیدا ہوا ہے

اَسماء بنتِ ابی بکر نے حضرت صفیہ بنتِ حضرت عبدالمطّلب سے روایت کی ہے کہ حضرت فاطمہ زہراؑ کے بطن سے امام حسینؑ کی ولادت ہوئی تو اُس وقت حضرت فاطمہ زہراؑ کی دیکھ بھال میں کر رہی تھی۔ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے مجھ سے فرمایا پھوپھی جان! میرے فرزند کو میرے پاس لائیے۔

میں نے عرض کی، یا رسول اللہؐ! ابھی میں نے اِس بچّے کو نہلا کر پاک نہیں کیا ہے۔

آپؐ نے فرمایا، پھوپھی جان! کیا اِس کو آپ پاک کریں گی، اِس کو تو اللہ تعالیٰ نے پاک و پاکیزہ ہی پیدا کیا ہے۔

(اَمالی شیخ صدوقؒ)

(۱۷) حضرت صفیہؓ کی روایت حسینؑ زبانِ رسولؐ چوسنے لگے

اِنھیں اسناد کے ساتھ حضرت صفیہؓ بنتِ حضرت عبدالمطّلبؑ سے روایت ہے کہ جب فاطمہ زہراؑ کے بطن سے امام حسینؑ پیدا ہوئے، میں نے اس مولود کو لاکر نبیٔ اکرم صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کو دیا۔ آپؐ نے اپنی زبانِ مبارک حسینؑ کے دہن میں دے دی اور حسینؑ آپؐ کی زبانِ مبارک چوسنے لگے، حالانکہ میرا یہ خیال تھا کہ آنحضرتؐ اُن کو دودھ یا شہد چٹائیں گے۔

حضرت صفیہؓ کا بیان ہے کہ اِسی اثنا حسینؑ نے پیشاب کردیا، تو آنحضرتؐ نے اُن کی پیشانی کو بوسہ دیا اور اُنھیں میرے حوالے کردیا۔ آنحضرتؐ روتے جاتے اور فرماتے جاتے تھے،

"اے فرزند! اُس قوم پر اللہ کی لعنت جو تجھے قتل کرے گی۔"

یہ بات آپؐ نے تین مرتبہ فرمائی۔ میں نے عرض کیا۔ میرے ماں باپ آپؐ پر فدا ہوں انھیں کون قتل کرے گا۔؟

آپؐ نے فرمایا، بنی اُمیّہ میں سے ایک باغی گروہ کی اولاد۔ اللہ اُن لوگوں پر لعنت کرے۔ (امالی شیخ صدوقؒ)

(۱۸) حسینؑ سے بازو مَسح کیے اور فطرس کو پَر و بال عطا کردیے گئے

ابراہیم بن شعیب سے روایت ہے۔ اُن کا بیان ہے کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السّلام کو فرماتے ہوئے سنا کہ حضرت حسینؑ ابنِ علیؑ تولّد ہوتے تو اللہ نے جبرئیلِ امینؑ کو حکم دیا کہ وہ ایک ہزار ملائکہ لے کر جائیں اور اللہ تعالےٰ کی طرف سے اور اپنی جانب سے رسول اللہؐ کو مبارکباد دیں۔

یہ حکم پاکر جبرئیلِ امینؑ نازل ہوئے اور سمندر کے اندر ایک جزیرے کی طرف سے ہو کر گذرے جس میں ایک مَلَک فِطرس نام کا تھا جو کسی وقت حاملانِ عرش سے تھا اللہ تعالےٰ نے اُسے کسی کام کے لیے بھیجا تھا اُس نے کام میں تاخیر کی، تو اللہ تعالےٰ نے اُس کے بازو توڑ کر اُسے اسی جزیرے میں ڈال دیا اور وہ سات سو سال تک وہیں پڑا ہوا اللہ تعالیٰ کی عبادت میں مصروف تھا، یہاں تک کہ حضرت امام حسینؑ تولّد ہوئے۔ فِطرس نے جبرئیلِ امینؑ سے دریافت کیا، اے جبرئیل! کہاں کا ارادہ ہے؟

جبرئیلِ امینؑ نے جواب دیا، اللہ تعالےٰ نے محمدؐ کو ایک نعمت عطا کی ہے میں، اللہ تعالےٰ کی جانب سے اور اپنی طرف سے اُنھیں تہنیت دینے کے لیے بھیجا گیا ہوں۔

فِطرس نے کہا، اے اخی جبرئیل! مجھے بھی اپنے ہمراہ لے چلو شاید حضرت محمدؐ میرے لیے دُعا فرمائیں (اور میرا قصور معاف ہوجائے)۔

جبرئیلِ امینؑ نے فطرس کو اپنے ہمراہ لے لیا۔

جب حضرت جبرئیلِ امینؑ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو اللہ تعالےٰ کی جانب سے اور اپنی جانب سے تہنیت ادا کی۔ پھر آپؐ سے جبرئیلِ امینؑ نے فطرس کا حال بیان کیا۔

آپؐ نے ارشاد فرمایا، جاؤ فطرس سے کہدو کہ وہ اپنے بازوؤں کو اِس مولود سے مسح کرے اور پرواز کرکے اپنے اصل مقام پر واپس جائے۔

پس فطرسؑ نے اپنے بازو امام حسینؑ سے مسح کیے، فوراً ہی اُس کے ٹوٹے ہوئے بازو صحیح ہوگئے اور وہ اُڑ کر فضا میں بلند ہوگیا اور عرض کی یارسول اللہؐ! لیکن اس فرزند کو آپؐ کی اُمّت قتل کرے گی۔ اور مجھ پر حسینؑ کے اِس احسان کا بدلہ فرض ہے۔ لہٰذا اِن کا جو بھی زائر اِن کی زیارت کو چلے گا، میں اُس کو اِن تک پہنچاؤں گا۔ جو اِن کو سلام کرے گا میں اُس کے سلام کو اِن تک پہنچاؤں گا، جو اِن پر دُرود بھیجے گا، میں اُس کے دُرود کو اِن تک پہنچاؤں گا۔ یہ کہہ کر وہ فضا میں پرواز کرگیا۔ (امالی شیخ صدوقؒ)

★ محمد بن جعفر رُزاہ نے ابنِ ابی خطّاب سے، اُنھوں نے موسیٰ بن سعدان سے، اُنھوں نے عبداللہ بن قاسم سے اور انھوں نے ابراہیم بن شعیب سے یہی روایت کی ہے۔ (امالی شیخ صدوقؒ)

(۱۹) فطرس کو ناز، کہ میں آزاد کردہ حسینؑ ہوں

حضرت امام جعفر صادقؑ اور ابنِ عباسؓ سے مناقب ابنِ شہر آشوب میں فطرس کی یہی روایت مرقوم ہے۔ علّامہ طوسیؒ نے مصباح میں قاسم بن ابی العلا ہمدانی سے یہی روایت رقم کی ہے

★ کتاب "المسئلۃ الباھرہ فی تفضیل الزھراء الطاھرہ" میں ابو محمد حسن بن طاہر قائنی ہاشمی سے روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فطرس کو اختیار دیدیا تھا کہ وہ اپنی سزا خود تجویز کرے کہ اُسے دنیا میں سزا دے دی جائے یا آخرت میں۔

فطرس نے اپنے لیے دنیا کی سزا کو منتخب کیا۔ چنانچہ اُس کو اُس کی آنکھوں کی پلکوں کے ذریعے سمندر کے ایک ایسے جزیرے میں لٹکا دیا گیا جس میں کسی جاندار کا گذر نہ تھا اور اُس کے نیچے ایک بدبودار دھواں نکلتا رہتا تھا۔

جب فطرس نے محسوس کیا کہ فرشتے آسمان سے نازل ہو رہے ہیں تو اُن میں سے ایک فرشتے سے جو اُس کے قریب سے گذر رہا تھا، سببِ نزولِ ملائکہ دریافت کیا، تو اُس نے جواب دیا کہ نبیٔ اُمّی و حاشر کے گھر اُن کی بیٹی اور اُن کے وصی کے یہاں ایک ایسا فرزند تولّد ہوا ہے جس کی نسل سے تاقیامت ائمۂ ہُدیٰ پیدا ہوتے رہیں گے۔

فطرس نے جس فرشتے سے دریافت کیا تھا اُس سے درخواست کی کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی خدمت میں میری جانب سے بھی تہنیت پیش کر دینا، اور اُن سے میرا حال بتا دینا۔

الغرض جب نبی صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کو فطرس کا حال معلوم ہوا تو آپؐ نے حسینؑ کا واسطہ دے کر اللہ تعالیٰ سے فطرس کے لیے دعا کی کہ اس کی تقصیر معاف فرما دے۔ اللہ تعالیٰ نے اُس کا قصور معاف فرما دیا۔ تو فطرس خود حاضرِ خدمتِ پیغمبرؐ ہوا، اور نواسے کی پیدائش کی تہنیت پیش کی اور یہ کہتا ہوا اپنی منزل کی جانب پرواز کر گیا کہ "میرا مثل کون ہو سکتا ہے، میں حسینؑ ابنِ علیؑ و فاطمہؑ اور حسینؑ کے جدِّ نامدار احمدؐ حاشر کا آزاد کردہ ہوں۔"

(مناقب ابنِ شہر آشوب)

۲۰ قبل از ولادت شہادت کی خبر

عبدالرحمٰن بن کثیر ہاشمی سے روایت ہے۔ اُن کا بیان ہے کہ میں نے حضرت ابو عبداللہ امام جعفر صادق علیہ السّلام سے دریافت کیا میں آپؑ پر قربان یہ بتایئے کہ: اولادِ حسینؑ کو اولادِ حسنؑ پر کس طرح فضیلت حاصل ہے جبکہ وہ دونوں فضل و شرف میں برابر تھے؟

آپؑ نے جواب میں فرمایا، میرا خیال ہے کہ تم لوگ اس بات کو نہ مانو گے مگر خیر سنو! امام حسین علیہ السّلام کی ولادت سے قبل جبرئیلِ امینؑ، حضرت محمد صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی خدمت

میں نازل ہوئے اور عرض کی کہ آپؐ کے یہاں ایک فرزند پیدا ہوگا جس کو آپؐ کے بعد آپؐ کی اُمّت قتل کر دے گی۔

آپؐ نے فرمایا، اے جبرئیل! پھر ایسے فرزند کی ہمیں ضرورت نہیں۔

جبرئیلؑ نے یہ تین بار کہا، اور آپؐ نے یہی جواب دیا۔ پھر آپؐ نے حضرت علیؑ کو بُلایا اور کہا، جبرئیل امینؑ، اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ خبر لائے ہیں کہ آپؑ کے یہاں ایک فرزند پیدا ہوگا جس کو آپؑ کے بعد آپؐ کی اُمّت قتل کر دے گی۔

حضرت علی علیہ السّلام نے جواب دیا، یا رسول اللہؐ! پھر ایسے فرزند کی مجھے ضرورت نہیں۔ یہ بات رسول اللہؐ نے تین بار فرمائی اور حضرت علیؑ نے یہی جواب دیا۔

آپؐ نے فرمایا، مگر وہ فرزند خود امام ہوگا اور اُس کی نسل میں امامت و وراثت باقی رہے گی۔

پھر آپؐ نے جناب فاطمہ زہراؑ کے پاس کہلا بھیجا کہ اللہ تعالیٰ تمھیں ایک فرزند کے پیدا ہونے کی خوشخبری دیتا ہے اور یہ بھی ارشاد فرماتا ہے کہ میرے بعد میری اُمّت اُس کو قتل کر دے گی۔

حضرت فاطمہ زہراؑ نے عرض کی، بابا! مجھے ایسے فرزند کی ضرورت نہیں۔

آپؐ نے تین بار یہی کہلا بھیجا اور جناب فاطمہؑ زہرا نے ہر مرتبہ یہی جواب دیا۔

آپؐ نے پھر کہلایا، بیٹی سنو! اُس فرزند کی نسل میں امامت و وراثتِ انبیاءؑ اور خزانت ہوگی۔

حضرت فاطمہ زہراؑ نے عرض کی (اگر وہ فرزند اللہ تعالیٰ کی نظر میں اتنا جلیل القدر ہے تو) مجھے منظور ہے۔

پھر حضرت فاطمہ زہراؑ کو حمل قرار پایا اور یہ حمل چھ ماہ رہا اور حسینؑ پیدا ہوئے۔ اور چھ ماہ تک حمل میں رہ کر پیدا ہونے والا کوئی بچہ سوائے امام حسینؑ اور حضرت عیسیٰؑ بن مریمؑ کے زندہ نہیں رہا۔ حضرت اُمِّ سلمہؓ نے امام حسینؑ کی پرورش کی۔ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم روزانہ تشریف لاتے، اپنی زبانِ مبارک امام حسینؑ کے دہنِ اقدس میں دیتے، وہ اُس کو چوستے اور شکم سیر ہو جاتے۔ اِس طرح امام حسینؑ کے بدن میں گوشت صرف رسول اللہؐ کے گوشت سے نشو و نما پایا، نہ انھیں حضرت فاطمہ زہراؑ نے کبھی دودھ پلایا اور نہ کسی دوسری عورت نے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے امام حسین علیہ السّلام کے لیے یہ آیۂ مبارکہ نازل فرمائی:

" وَحَمْلُهٗ وَفِصَالُهٗ ثَلَاثُوْنَ شَهْرًا ۚ حَتّٰىٓ اِذَا بَلَغَ اَشُدَّهٗ وَبَلَغَ اَرْبَعِيْنَ سَنَةً ۙ قَالَ رَبِّ اَوْزِعْنِيْٓ اَنْ اَشْكُرَ نِعْمَتَكَ

الَّتِیْ اَنْعَمْتَ عَلَیَّ وَعَلٰی وَالِدَیَّ وَاَنْ اَعْمَلَ صَالِحًا تَرْضٰهُ وَاَصْلِحْ لِیْ فِیْ ذُرِّیَّتِیْ ج (سورۂ احقاف آیت ۱۵)

ترجمۂ آیت: (اور اُس کا پیٹ میں رہنا اور اُس کی دودھ بڑھائی کے تیس مہینے ہوتے یہانتک کہ جب اپنی پوری جوانی کو پہنچتا اور چالیس برس (کے سن) کو پہنچتا ہے تو (خدا سے) عرض کرتا ہے۔ پروردگارا! تو مجھے توفیق عطا فرما کہ تو نے جو احسانات مجھ پر اور میرے والدین پر کیے ہیں میں اُن احسانات کا شکریہ ادا کروں اور یہ (بھی توفیق عطا فرما) کہ میں ایسا نیک کام کروں جسے تو پسند فرمالے اور میرے لیے میری اولاد میں صلاح و تقویٰ پیدا فرما۔)

اور اگر وَاَصْلِحْ لِیْ فِیْ ذُرِّیَّتِیْ کے بجائے وَاَصْلِحْ لِیْ ذُرِّیَّتِیْ فرمایا ہوتا تو آپؑ کی ساری ذرّیت امام ہوتی۔ مگر اس کو چند ہستیوں کے لیے مخصوص فرما دیا۔

(علل الشرائع)

(۲۱) قتلِ حسینؑ اور آپؑ کی رجعت کی خبر قبل از ولادت

تفسیر علی بن ابراہیم میں آیۂ مبارکہ:

"وَوَصَّیْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَیْهِ اِحْسَانًا" (سورۂ احقاف آیت ۱۵)

کی تفسیر میں مرقوم ہے کہ اس آیت میں احسان سے مُراد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں اور "وَالِدَیْهِ" سے مُراد امام حسنؑ اور امام حسینؑ ہیں۔ اور پھر امام حسینؑ ہی کے لیے فرمایا ہے کہ "حَمَلَتْهُ اُمُّهٗ كُرْهًا وَّوَضَعَتْهُ كُرْهًا" اور یہ اس بنا پر کہ اللہ تعالےٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو امام حسین علیہ السّلام کی ولادت کی بشارت قبل از حمل ہی دیدی تھی اور یہ کہ امامت اُن کی نسل میں تاقیامت رہے گی پھر یہ بتا دیا تھا کہ وہ اور اُن کی نسل قتل ہوگی اور طرح طرح کے مصائب میں گرفتار ہوگی، مگر اس کے عوض میں اللہ تعالیٰ امامت کو اُن کی نسل میں قرار دے گا۔ نیز اس سے بھی مطلع کر دیا تھا کہ امام حسینؑ قتل ہوں گے، پھر دنیا میں واپس آئیں گے، اللہ تعالیٰ اُن کی مدد فرمائے گا اور وہ اپنے دشمنوں کو قتل کریں گے اور ساری روئے زمین کے مالک بنیں گے۔ چنانچہ اسی کے متعلق قرآن مجید میں ہے کہ:

(۱) "وَنُرِیْدُ اَنْ نَّمُنَّ عَلَی الَّذِیْنَ اسْتُضْعِفُوْا فِی الْاَرْضِ" (سورۂ قصص آیت ۵)

(۲) "وَلَقَدْ كَتَبْنَا فِی الزَّبُوْرِ مِنْۢ بَعْدِ الذِّكْرِ اَنَّ الْاَرْضَ یَرِثُهَا عِبَادِیَ الصّٰلِحُوْنَ" (سورۃ الانبیاء آیت ۱۰۵)

ترجمہ (۱)

(اور ہم نے چاہا کہ جو زمین میں کمزور و بےبس کر دیے گئے تھے اُن پر احسان کریں)

ترجمہ (۲)

(اور بہ تحقیق ہم نے تو ذکر (نصیحت) (توریت) کے بعد زبور میں لکھ ہی دیا تھا کہ روئے زمین کے وارث میرے نیک بندے ہوں گے۔)

اِسی بنا پر اللہ تعالےٰ نے اپنے نبیؐ کو بشارت دے دی کہ آپؐ کے اہلِ بیت ساری روئے زمین کے مالک ہوں گے۔ وہ رجعت کریں گے اور اپنے دشمنوں کو قتل کریں گے۔

چنانچہ؛ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت امام حسین علیہ السّلام کے قتل کی خبر جناب فاطمہ زہراؑ کو دی تو فاطمہؑ نے اُن کا حمل کراہت سے قبول کیا۔

اُس کے بعد حضرت امام جعفر صادق علیہ السّلام نے راوی سے فرمایا، کیا تم نے کبھی دیکھا ہے کہ کسی کو لڑکا پیدا ہونے کی بشارت دی جائے اور وہ لڑکے کے حمل کو کراہت سے قبول کرے؟ یہی تو وجہ تھی کہ جناب فاطمہ زہراؑ کو جب امام حسینؑ کے قتل کی خبر دی گئی تو اُنھوں نے اُن کے حمل کو کراہت کے ساتھ قبول کیا اور وضعِ حمل کے وقت بھی غمگین رہیں۔

امام حسن علیہ السّلام اور امام حسین علیہ السّلام کے حمل میں صرف ایک طُہر کا فاصلہ تھا۔ امام حسینؑ بطنِ مادر میں چھ مہینے رہے اور اُن کی رضاعت کا عرصہ چوبیس ماہ رہا۔

چنانچہ اللہ تعالےٰ کا ارشاد ہے:

"حَمْلُهٗ وَفِصَالُهٗ ثَلٰثُوْنَ شَهْرًا"

(تفسیر علی بن ابراہیم قمیؒ)

(۲۲) امام حسینؑ کے پاس دو انگوٹھیاں تھیں

حضرت امام جعفر صادق علیہ السّلام نے اپنے پدر بزرگوار سے روایت کی ہے کہ امام حسین علیہ السّلام کے پاس دو انگوٹھیاں تھیں

ایک پر " لا اِلٰہ اِلّا اللہ عدۃ للقاء اللہ " کندہ تھا۔ اور دوسری پر :

" اِن اللہ بالغ امرہٖ " کندہ تھا۔

حضرت امام زین العابدین علیہ السّلام کی انگوٹھی پر :

" خِزیٌ وشقیٌ قاتل الحسین بن علی علیہ السّلام "

کندہ تھا۔ (امالی شیخ صدوقؒ)

(۲۳) امام حسینؑ کی انگوٹھی ائمۂ طاہرینؑ کے پاس ہے

محمد بن مسلم کا بیان ہے کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السّلام سے دریافت کیا کہ حضرت امام حسین بن علی علیہ السّلام کی انگوٹھی کس کے پاس پہنچی۔ اِس لیے کہ میں نے سُنا ہے کہ آپؑ کی اُنگلی سے (کاٹ کر) کسی نے انگوٹھی لے لی تھی؟

آپؑ نے فرمایا، جو کچھ لوگ بیان کرتے ہیں ایسا نہیں ہے، بلکہ حضرت امام حسینؑ ابن علیؑ نے حضرت علیؑ ابن الحسینؑ کو اپنا وصی بنایا اور اپنی انگوٹھی اُتار کر اُن کی اُنگلی میں پہنادی اور امرِ امامت اُن کے سُپرد کیا، جیسا کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے حضرت امیر المومنینؑ کے ساتھ کیا تھا۔ اور یہی امیر المومنینؑ نے حضرت امام حسن علیہ السّلام کے لیے اختیار کیا پھر امام حسن علیہ السّلام نے امام حسین علیہ السّلام کے ساتھ یہی کیا۔ پھر وہ انگوٹھی میرے پدرِ بزرگوار کے پاس آئی اور پدرِ بزرگوار کے بعد وہ انگوٹھی میرے پاس آئی۔ چنانچہ وہ میرے پاس اب بھی ہے اور میں ہر جمعہ کو اسے پہنتا ہوں، اُس میں نماز پڑھتا ہوں۔

محمد بن مسلم کا بیان ہے کہ پھر میں ایک مرتبہ جمعہ کے دن حضرت امام جعفر صادقؑ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپؑ نماز پڑھ رہے تھے۔ جب نماز سے فارغ ہوئے تو آپؑ نے اپنا دستِ مبارک میری طرف بڑھایا۔ میں نے آپؑ کی انگشتِ مبارک میں ایک انگوٹھی دیکھی جس پر " لا اِلٰہ الا اللہ عدۃ للقاء اللہ " کندہ تھا۔

آپؑ نے فرمایا، دیکھو یہ ہے میرے جد حضرت امام حسین علیہ السّلام ابن علی علیہ السّلام کی انگوٹھی۔

(امالی شیخ صدوقؒ)

(۲۴) دردائیل نامی فرشتہ اور حسینؑ کا سہارا

اکمال الدین میں اپنے اسناد کے ساتھ مجاہد سے روایت ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ ابن عباسؓ کا بیان ہے کہ میں نے رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کو فرماتے ہوئے سُنا کہ:

" اللہ تعالیٰ کا ایک فرشتہ ہے جس کا نام دردائیل ہے جس کے سولہ ہزار بازو ہیں اور ایک بازو سے دوسرے بازو کے درمیان اتنا فاصلہ ہے جتنا زمین سے آسمان کا فاصلہ ہے۔

ایک دن وہ اپنے دل میں کہنے لگا کیا ہمارے ربِّ ذوالجلال کے اوپر بھی کچھ ہے؟ اللہ تعالیٰ کو علم ہوگیا کہ اُس کے دل میں کیا بات آئی ہے۔ تو اللہ تعالیٰ نے اُس کو سولہ ہزار بازو اور عنایت فرمادیے اور اب اُس کے پاس بتیس ہزار (۳۲۰۰۰) بازو ہوگئے۔ پھر اُسے حکم ہوا کہ پرواز کرو۔ چنانچہ وہ پانچ سو سال تک پرواز کرتا رہا مگر اُس کا سرعرش کے ستونوں میں سے ایک ستون تک بھی نہ پہنچ سکا۔ اللہ تعالیٰ کو علم ہوا کہ اب یہ تھک چکا ہے تو حکم دیا کہ اے مَلَک! تو اپنی جگہ واپس ہوجا میں ہر عظیم سے اعظم و مافوق ہوں، مجھ سے مافوق کوئی نہیں ہے۔ میں مکان سے بالاتر ہوں۔

اِس کے بعد اللہ تعالیٰ نے اُس کے تمام بازو سلب کرلیے اور اُسے صفوفِ ملائکہ سے خارج کردیا۔ جب امام حسین ابنِ علی علیہ السّلام تولّد ہوئے تو یہ شبِ جمعہ تھی۔ اللہ تعالیٰ نے جہنّم پر متعین مَلَک کو حکم دیا کہ محمدؐ کے اس مولود کے صدقے میں آج تو جہنّم کی آگ کو اہلِ جہنّم کے لیے بُجھادے۔ پھر خازنِ جنّت رضوان کو حکم دیا کہ دنیا کے اندر محمدؐ کے یہاں نواسہ تولّد ہوا ہے اُس کی خوشی میں جنّت کو خوب آراستہ کردے اور حورانِ جنّت کی طرف وحی کی کہ دنیا میں محمدؐ کا فرزند پیدا ہوا ہے۔ لہٰذا تم سب اُس کی ولادت کی خوشی میں اپنے کو اچھی طرح سجالو۔ اِس کے بعد ملائکہ کو حکم ہوا کہ دنیا میں فرزندِ محمدؐ کی پیدائش کی مسرت میں تم سب صف بستہ ہوکر تسبیح و تحمید و تمجیدِ الٰہی میں مشغول ہوجاؤ۔ اور جبرئیلِ امینؑ کو بذریعۂ وحی حکم دیا کہ تم ایک لاکھ فرشتوں کو ساتھ لو، جو ابلق گھوڑوں پر سوار ہوں جن کے زین کسی اور لگام لگی ہوئی ہو، اُن پر موتی اور یاقوت کے ساز سجے ہوں۔ ان کے ساتھ

کچھ اور ملائکہ ہوں جنھیں روحانیین کہتے ہیں ان کے ہاتھوں میں نور کے نیزے ہوں اور تم لوگ جاکر میرے نبی محمدؐ کو اُن کے فرزند کی ولادت کی تہنیت پیش کرو، اور انھیں بتادو کہ میں نے اس فرزند کا نام حسینؑ رکھ دیا ہے اور یہ بھی کہہ دو کہ تمہاری اُمّت کے اَشرار جو بدترین سواریوں پر ہوں گے اسے قتل کریں گے پس حسینؑ کے قاتل پر وَیل، اُس کے سرغنہ پر بھی وَیل، اُس کے پیشرو پر بھی وَیل ہو۔ نہ میرا اُس سے کوئی تعلّق، نہ اُس کا مجھ سے کوئی تعلق، کیونکہ میدانِ حشر میں جتنے لوگ بھی آئیں گے اُن میں سب سے بڑا مجرم قاتلِ حسین ہی ہوگا۔ قاتلِ حسین اُن لوگوں کے ساتھ جہنّم میں جائے گا جو مُشرک ہیں اور سمجھتے ہیں کہ اس اللہؐ کے ساتھ کوئی اور بھی اللہ ہے۔ جہنّم کو قاتلانِ حسین کو جلانے کا اتنا شوق ہے جتنا اللہؐ کی اطاعت کرنے والوں کو جنّت کا شوق نہیں۔

جب جبرئیلِ امینؑ آسمان سے اُترنے لگے تو اُن کا گذر دردائیل کی طرف سے ہوا۔ دردائیل نے پوچھا، آج کی شب آسمان کا یہ کیا حال ہے۔ یہ فرشتے کیوں اُترتے چلے آرہے ہیں، کہیں قیامت تو برپا ہونے والی نہیں ہے۔ ؟

جبرئیلؑ نے جواب دیا "نہیں" ایسا نہیں ہے بلکہ دنیا کے اندر محمّدؐ کے گھر میں ایک فرزند پیدا ہوا ہے اور اللہ تعالےٰ نے مجھے بھیجا ہے تاکہ میں جاکر اُنھیں اُس کی تہنیت پیش کروں۔

دردائیل نے کہا: اے جبرئیل! تمھیں میرے اور اپنے خالق کی قسم جب تم اُن کی خدمت میں پہنچو تو میری جانب سے اُنھیں سلام عرض کرنا اور کہنا کہ آپؐ کو اس مولود کا واسطہ میرے لیے دُعا فرمائیں کہ اللہ تعالےٰ مجھ سے راضی ہو جائے، میرے بازو مجھے واپس عطا فرمادے اور صفوفِ ملائکہ میں جو میرا مقام تھا وہ پھر مجھے عطا فرمادے۔

پس جبرئیل امینؑ، نبی صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی خدمت میں آئے، خدائے عزّوجلّ کے حکم کے مطابق پہلے ولادت کی تہنیت پیش کی، اس کے بعد تعزیت ادا کی۔

آنحضرتؐ نے دریافت فرمایا کیا میری اُمّت اس کو قتل کرے گی ؟

جبرئیلؑ نے عرض کی جی ہاں۔

آنحضرتؐ نے فرمایا، نہیں وہ لوگ ہرگز میری اُمّت میں نہیں ہیں۔

میں بھی اُن لوگوں سے بَری الذّمہ ہوں اور اللہ تعالےٰ بھی اُن لوگوں سے بَری ہے

جبرئیلؑ نے عرض کی، اے محمّدؐ! میں بھی اُن لوگوں سے بَری ہوں۔

اِس کے بعد نبی صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم جناب فاطمہ زہراؑ کے پاس تشریف لائے، پہلے بچّے کی ولادت کی تہنیت دی، پھر تعزیت، اور تلقینِ صبر فرمائی۔

یہ سُن کر جناب فاطمہ زہراؑ رونے لگیں اور بولیں، کاش میں نے اِس بچّے کو پیدا ہی نہ کیا ہوتا۔ پھر کہا، کیا قاتلِ حسین جہنّم میں جائے گا۔؟

آنحضرتؐ نے فرمایا، میں گواہی دیتا ہوں کہ قاتلِ حسین جہنّمی ہے مگر حسینؑ اُس وقت قتل ہوگا جب اس سے ایک امام پیدا ہو جائے گا، پھر اُس سے اُس کے بعد مسلسل اَئمّہ ہُدیٰ پیدا ہوتے رہیں گے۔

پھر آپؐ نے ارشاد فرمایا، میرے بعد یہ لوگ اَئمّہ ہوں گے۔ علیؑ الہادی حسنؑ المہتدی، حسینؑ النّاصر، علیؑ ابن الحسینؑ المنصور، محمّدؐ بن علیؑ الشافع، جعفرؑ بن محمّدؐ النّفاع، موسیٰؑ بن جعفر الامین، علیؑ بن موسیٰؑ الرّضا، محمّدؐ بن علیؑ الفعّال، علیؑ بن محمّدؐ المؤتمن، حسنؑ بن علیؑ العلّام، اس کے بعد وہ ہوگا جس کے پیچھے عیسیٰؑ بن مریمؑ نماز پڑھیں گے۔

یہ سُن کر حضرت فاطمہ زہراؑ کی گریہ وزاری تھم گئی۔

اِس کے بعد جبرئیلِ امینؑ نے فرشتۂ مذکور (دردائیل) کا قصّہ سُنایا اور یہ کہ اُس پر کیا گذری۔ ابنِ عبّاسؓ کا بیان ہے کہ یہ سُن کر نبی صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے امام حسین علیہ السّلام کو جو ایک پارچۂ صوف میں لپٹے ہوئے تھے، اُٹھایا اور آسمان کی طرف اشارہ کر کے دُعا کی: پروردگار! تجھ پر جو اِس مولود کا حق ہے اُس حق کا واسطہ، بلکہ اس مولود پر اس کے جد محمّدؐ و ابراہیمؑ و اسمٰعیلؑ پر اور اسحٰقؑ پر اور یعقوبؑ پر جو تیرا حق ہے اُس حق کا واسطہ اگر تیرے نزدیک علیؑ و فاطمہؑ کے فرزند حسینؑ کی کوئی قدر ومنزلت ہے تو تُو دردائیل سے اپنی ناراضگی کو دُور فرمادے اور اُس کو پھر سے پر و بال عنایت فرما اور صفوفِ ملائکہ میں جو اُس کا مقام تھا وہی مقام پھر عطا فرمادے۔

اللہ تعالےٰ نے آنحضرتؐ کی دُعا قبول فرمالی اور اس مَلَک کو معاف فرمادیا اور وہ مَلَک جنّت میں پہچانا ہی اس نام سے جانے لگا کہ یہ رسول اللہؐ اور علیؑ ابن ابی طالبؑ کے فرزند حسینؑ کا غلام ہے۔ (اکمال الدّین واتمام النّعمۃ)

(۲۵) حضرتؑ فاطمہ زہراؑ کے بچوں کی پرورش لعابِ دہنِ رسولؐ پر

حضرت امام جعفر صادق علیہ السّلام سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم، حضرت فاطمہ زہراؑ کے شیرخوار بچّوں کے پاس تشریف لاتے، اُن کے دہن میں اپنا لعابِ دہن دیتے اور حضرت فاطمہ زہراؑ سے فرماتے کہ اب تم اُن کو دودھ نہ پلانا۔

(الخرائج والجرائح)

(۲۶) تاریخِ ولادتِ امام حسن علیہ السّلام

حضرت امام حسن ابن علی علیہ السّلام کی کُنیت ابومحمدؐ تھی۔ آپؑ ماہِ رمضان المبارک ۳ھ کی پندرہویں شب کو مدینۂ منوّرہ میں تولّد ہوئے۔ ولادت کے ساتویں دن حضرت فاطمہ زہراؑ امام حسنؑ کو ایک پارچۂ حریر میں جسے جبرئیلِ امینؑ جنّت سے لائے تھے، لپیٹ کر جناب رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی خدمت میں لائیں۔ آنحضرتؐ نے اُن کا نام حسنؑ رکھا۔ اور عقیقہ میں ایک مینڈھا ذبح کیا۔

اِس حدیث کو راویانِ حدیث کی ایک جماعت نے نقل کیا ہے۔ چنانچہ احمد بن صالح تمیمی نے عبداللہ بن عیسٰی سے اور اُنھوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السّلام سے یہ روایت کی ہے

• تاریخِ ولادتِ امام حسین علیہ السّلام

حضرت امام حسین علیہ السّلام کی کُنیت ابوعبداللہ تھی۔ آپؑ ۵ شعبان المکرّم ۴ھ کو مدینۂ منوّرہ میں تولّد ہوئے۔ آپؑ کی والدۂ گرامی جناب فاطمہ زہراؑ بعدِ ولادت اُنھیں لے کر حضرت رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی خدمت میں آئیں۔ رسول اللہؐ بچّے کو دیکھ کر خوش ہوئے اور اُن کا نام حسینؑ رکھا۔ اور عقیقہ میں ایک مینڈھا ذبح کیا۔

(کتاب الارشاد)

(۲۷) فِطرُس کا واقعہ

حضرت امام جعفر صادق علیہ السّلام سے روایت ہے اور اس روایت کا ذکر ہمارے بہت سے اصحاب نے کیا ہے کہ: حضرت امام جعفر صادق علیہ السّلام نے فرمایا کہ فِطرُس ایک فرشتہ تھا جو عرش کا طواف کیا کرتا تھا، اُس سے کسی حکمِ الٰہی کے بجالانے میں ذرا سی تاخیر ہوگئی تو اللہ تعالیٰ نے اُس کے بازو توڑ کر سمندر کے ایک جزیرے میں ڈال دیا تھا۔ جب حضرت امام حسین علیہ السّلام تولّد ہوئے تو جبرئیلِ امینؑ، رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی خدمت میں حضرت امام حسین علیہ السّلام کی ولادت کی تہنیت دینے کے لیے آئے اور اِس جزیرے سے گذرے تو فطرس نے جبرئیلِ امینؑ سے فریاد کی۔ جبرئیل امینؑ نے کہا، محمدؐ کے گھر ایک فرزند کی ولادت ہوئی ہے اور مجھے تہنیت دینے کے لیے بھیجا گیا ہے، اگر تم چاہو تو میں تمھیں بھی اُن کے پاس اُٹھا کر لے چلتا ہوں۔

فطرس نے کہا ہاں میں بھی چلتا ہوں۔

چنانچہ جبرئیلِ امینؑ نے فطرس کو اُٹھالیا اور اُسے لیجا کر رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے سامنے پیش کردیا اور وہ اُنگلی کے اشارے سے آپؐ سے التجا کرنے لگا۔

آپؐ نے فرمایا، اچّھا، تو اپنے شکستہ بازوؤں کو حسینؑ سے مسح کر۔

اُس نے اپنے شکستہ بازو مسح کیے تو اُن میں جان آگئی اور وہ آسمان کی طرف پرواز کرگیا۔

(کتاب السّرائر۔ جامع بزنطی)

(۲۸) حَسَنَیْن علیہما السّلام کے اسماء کی تجویز

مُسنَد احمد میں ہانی بن ہانی نے حضرت علی علیہ السّلام سے روایت کی ہے اور ایک دوسری حدیث میں ابی غسّان نے اپنے اسناد کے ساتھ حضرت علی علیہ السّلام سے روایت کی ہے کہ آپؑ نے فرمایا، جب حسینؑ تولّد ہوئے تو نبی صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم تشریف لائے اور فرمایا، مجھے میرے فرزند کو دکھاؤ۔ تم لوگوں نے اُس کا کیا نام تجویز کیا ہے ؟

میں نے عرض کی، میں نے اس کا نام حرب تجویز کیا ہے۔

آپؐ نے فرمایا، نہیں، بلکہ یہ حسن ہے۔

مُسندِ احمد اور مُسندِ ابو یعلیٰ میں ہے کہ جب حسنؑ پیدا ہوئے تو اُن کا نام حمزہ رکھا گیا اور جب حسینؑ پیدا ہوئے تو اُن کا نام جعفر رکھا گیا۔ حضرت علیؑ نے فرمایا کہ مجھے رسول اللہؐ نے بُلا کر فرمایا: کہ مجھے حکم ہوا ہے کہ میں اِن دونوں بچوں کے نام بدل دوں۔
میں نے عرض کی اللہؐ اور اُس کے رسولؐ کو سب سے زیادہ علم ہے (کہ کیا مناسب ہے)
تو آنحضرتؐ نے ان دونوں بچوں کے نام حسنؑ و حسینؑ رکھ دیے۔

★ ابنِ عقیل سے بھی اسی طرح کی روایت ہے۔

★ حضرت محمد بن علی الرّضا علیہ السّلام نے اپنے پدرِ بزرگوار سے روایت کی ہے کہ: حضرت رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے ارشاد فرمایا: "مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں اِن دونوں بچوں کے نام حسنؑ و حسینؑ رکھ دوں۔"

★ شرح الاخبار میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السّلام سے روایت ہے کہ جب حضرت امام حسن ابنِ علی علیہ السّلام تولّد ہوئے تو حضرت جبرئیلِ امینؑ جنّت کے ایک پارچۂ حریر پر اُن کا نام لکھا ہوا لائے اور حضرت رسول اللہؐ کی خدمت میں تحفۃً پیش کیا اور وہ حسنؑ تھا۔ اسی سے حسینؑ کا نام بھی مشتق ہوا۔

★ جب امام حسنؑ تولّد ہوئے تو حضرت فاطمہ زہراؑ انھیں لے کر رسول اللہؐ کی خدمت میں آئیں۔ آپؐ نے اُن کا نام حسنؑ رکھ دیا۔ جب حسینؑ تولّد ہوئے تو فاطمہ زہراؑ انھیں بھی لے کر رسول اللہؐ کی خدمت میں آئیں آپؐ نے دیکھا تو فرمایا' یہ تو اس سے بھی زیادہ خوبصورت ہے۔ پھر آپؐ نے اُن کا نام حسینؑ رکھ دیا۔

(۲۹) دونوں کے اسمائے گرامی

ابنِ بطہ نے اپنی کتاب "ابانہ" میں چار طریقوں سے یہ روایت لکھی ہے۔
اِس میں سے ایک طریقہ یہ ہے کہ ابوالخلیل نے سلمان سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے فرمایا: حضرت ہارونؑ نے اپنے دونوں بیٹوں کے نام شبّر و شبیر رکھے تھے اور میں نے اپنے دونوں فرزندوں کے نام حسنؑ و حسینؑ رکھے۔

★ مُسندِ احمد حنبل و تاریخِ بلاذری نیز کتبِ شیعہ میں یہ ہے کہ میں نے ان کے نام ہارونؑ کے فرزندوں کے نام پر شبّر و شبیر اور مشبّر رکھے ہیں۔

★ فردوس الاخبار دیلمی میں سلمان سے روایت ہے کہ نبی صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے

ارشاد فرمایا کہ ہارونؑ نے اپنے فرزندوں کے نام شبّر و شبیر رکھے اور میں نے اپنے فرزندوں کے نام حسنؑ و حسینؑ رکھے۔

★ عطاء بن یسار نے ابوہریرہ سے روایت کی ہے۔ اُس کا بیان ہے کہ ایک راہب اپنے اونٹ پر سوار ہو کر آیا اور اُس نے کہا' لوگو! مجھے فاطمہ زہراؑ کے گھر کا پتہ بتا دو۔ کسی نے پتہ بتا دیا تو وہ درِ فاطمہ زہراؑ پر آیا اور عرض کی' بنتِ رسولؐ! ذرا اپنے دونوں فرزندوں کو اندر سے میرے پاس بھیج دیجیے۔
اُنھوں نے حسنؑ و حسینؑ کو باہر بھیج دیا تو راہب نے دونوں کے بوسے لیے اور رونے لگا اور کہنے لگا کہ اِن دونوں کے نام توریت میں شبّر و شبیر ہیں۔ انجیل میں طاب و طیب۔ پھر لوگوں سے اُس نے نبی صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے اوصاف پوچھے۔ لوگوں نے بتائے تو اُس نے کہا: "اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللّٰه"
(مناقب ابنِ شہر آشوب)

(۳۰) یہ دونوں نام ان سے قبل عرب میں کسی کے نہ تھے

عمران بن سلمان اور عمر بن ثابت دونوں نے بیان کیا کہ حسنؑ و حسینؑ اہلِ جنّت کے ناموں میں سے دو نام ہیں۔ یہ دونوں نام دنیا میں اِس سے پہلے کسی کے نہ تھے۔
جابرؓ سے روایت ہے: نبی صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے فرمایا' حسنؑ کا نام حسنؑ اِس لیے رکھا گیا کہ اللہؐ کے احسان کی ہی وجہ سے زمین و آسمان قائم ہیں۔ اور حسینؑ کا نام احسان سے مشتق ہے۔ نیز علیؑ اور حسنؑ یہ دو نام ہیں اللہؐ کے ناموں میں سے اور حسین تصغیر ہے حسن کی۔ ابوالحسن نسابہ کا بیان ہے کہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالےٰ نے یہ دو نام یعنی حسن و حسین کو نگاہِ خلق سے پوشیدہ رکھا تھا اور یہ نام فاطمہ زہراؑ کے فرزندوں کے رکھ دیے اِس لیے کہ زمانۂ قدیم سے اِن دونوں کے زمانے تک اہلِ عرب میں سے کوئی ایسا نہیں ملتا جن کے نام حسن و حسین رکھے گئے ہوں۔ نہ اولادِ نزار میں کوئی ایسا ملا اور نہ اہلِ یمن میں سے حالانکہ ان دونوں ناموں کی بڑی کثرت ہے۔ ہاں' اِن میں حَسْن' بسکون سین اور حَسِین بفتح حاء و سکون سین ملتا ہے۔ بوزن حبیب۔ لیکن حَسَن بفتح حاء و سین ایک پہاڑ کا نام ضرور ہے
(مناقب ابنِ شہر آشوب)

* کتاب الانوار میں مرقوم ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حسینؑ کے حمل اور ولادت کی تہنیت دی اور اسی کے ساتھ اِس امر کی تعزیت بھی دی کہ یہ بچہ قتل کر دیا جائے گا۔
جب جناب فاطمہ زہراؑ کو اِس کا علم ہوا تو انھیں اِس بات سے کراہت محسوس ہوئی، تو یہ آیت نازل ہوئی:

حَمَلَتْهُ أُمُّهُ كُرْهًا وَوَضَعَتْهُ كُرْهًا وَحَمْلُهُ وَفِصَالُهُ ثَلَاثُونَ شَهْرًا (سورۃ الاحقاف آیت ۱۵)

(ترجمہ آیت:)
(اُس کی ماں نے کراہت کے ساتھ اُس کا حمل اُٹھایا اور بکراہت اُسے جنا، اور اُس کے حمل اور دودھ چھڑانے کی مدت تیس ماہ ہے۔)
عموماً عورتوں کے حمل نو ماہ رہتا ہے۔ چھ ماہ پر پیدا ہونے والا بچہ کبھی زندہ نہیں رہا سوائے حضرت عیسیٰؑ بن مریم اور حسین ابن علی علیہ السلام کے۔

○ زبانِ رسولؐ دہنِ حسینؑ میں

غرر ابو الفضل بن خیر نے اپنے اسناد کے ساتھ روایت کی ہے کہ:
حضرت امام حسین علیہ السلام کی ولادت کے بعد جناب فاطمہ زہراؑ بیمار ہو گئیں جس کی وجہ سے اُن کا دودھ خشک ہو گیا، تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دودھ پلانے والی کو بہت تلاش کرایا مگر کوئی نہ ملی تو آنحضرتؐ بہ نفسِ نفیس خود تشریف لاتے اور حسینؑ کے دہن میں اپنا انگوٹھا دیدیتے۔ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہؐ کے انگوٹھے ہی میں حسینؑ کا رزق ودیعت فرما دیا، وہ اسی سے سیر ہو جاتے۔
یہ بھی کہا جاتا ہے کہ آنحضرتؐ، حسینؑ کے دہن میں اپنی زبان دیدیتے اور اُن کا اسی طرح پیٹ بھرتے جس طرح کوئی چڑیا اپنے بچے کو دانہ بھراتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اسی میں حسینؑ کا رزق ودیعت فرما دیا اور یہ سلسلہ چالیس شب و روز تک جاری رہا۔
اِس طرح حسینؑ کا گوشت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گوشت سے پرورش پاتا رہا۔

(مناقب ابن شہر آشوب)

(۳۲) جناب فاطمہؑ کو آنحضرتؐ کی ہدایت

برّہ بنتِ اُمیہ خزاعی کا بیان ہے کہ، جب حضرت فاطمہؑ کے شکمِ مبارک میں حضرت امام حسنؑ تھے، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کسی ضرورت سے بیرونِ مدینہ جانے لگے، آپؐ نے فرمایا، بیٹی! جبرئیلؑ نے مجھے خوشخبری دی ہے کہ تمہارے بطن سے فرزند کی ولادت ہوگی، مگر جب تک میں واپس نہ آجاؤں اُسے دودھ نہ پلانا۔
برّہ کہتی ہے کہ امام حسنؑ کی ولادت کے بعد میں جناب فاطمہ زہراؑ کے پاس گئی تو معلوم ہوا کہ اُنھوں نے تین دن سے امام حسنؑ کو دودھ نہیں پلایا۔
میں نے عرض کی بچہ مجھے دیجیے، میں اُسے اپنا دودھ پلا دوں۔
جناب فاطمہ زہراؑ نے فرمایا، ہرگز نہیں۔
پھر اُس کے بعد اُن پر مہرِ مادری غالب آئی اور اُنھوں نے بچے کو اپنا دودھ پلایا
جب آنحضرتؐ تشریف لائے تو دریافت فرمایا، کیا تم نے بچے کو دودھ پلا دیا؟
جناب فاطمہ زہراؑ نے عرض کی، بابا! میں اپنی مامتا سے مجبور ہو گئی، اِس لیے اِس کو اپنا دودھ پلا دیا۔
آپؐ نے فرمایا، جو اللہ تعالیٰ چاہتا ہے وہی ہوتا ہے۔
اِس کے بعد امام حسینؑ شکمِ فاطمہؑ میں آئے تو آنحضرتؐ نے پھر فرمایا، بیٹی! مجھے جبرئیلؑ نے خوشخبری سُنائی ہے کہ تمہارے بطن سے فرزند پیدا ہوگا، لہٰذا خواہ ایک ماہ کا عرصہ کیوں نہ گذر جائے جب تک میں واپس نہ آجاؤں اُس کو دودھ نہ پلانا۔
جناب فاطمہؑ نے عرض کی، اچھا بابا، میں ایسا ہی کروں گی۔
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ فرما کر مدینہ سے باہر کسی کام سے تشریف لے گئے۔ اِدھر امام حسینؑ کی ولادت ہوئی، مگر فاطمہ زہراؑ نے انھیں دودھ نہیں پلایا تا اینکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم واپس تشریف لے آئے اور دریافت فرمایا، بیٹی! کیا تم نے بچے کو دودھ پلا دیا؟
جناب فاطمہ زہراؑ نے عرض کی، میں نے دودھ نہیں پلایا ہے۔
یہ سُن کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حسینؑ کو اپنی آغوش میں لیا اور اپنی زبانِ مبارک اُن کے دہن میں دیدی اور وہ آپؐ کی زبان چوسنے لگے۔ یہاں تک کہ آنحضرتؐ نے

ارشاد فرمایا، جو اللہ چاہتا ہے وہی ہوتا ہے۔ اے حسینؑ! یہ امامت تمہارے اندر بھی رہے گی اور تمہاری اولاد میں بھی۔ (مناقب ابنِ شہر آشوب)

(۲۳) عقیقہ کرنا سنّتِ رسولؐ ہے

کمال الدین بن طلحہ کہتے ہیں۔ واضح ہو کہ امام حسنؑ کا یہ نام اُن کے جد رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے رکھا ہے۔ چنانچہ جب وہ تولّد ہوئے تو آنحضرتؐ نے دریافت فرمایا کہ اس بچّے کا کیا نام رکھا ہے؟

اہلِ خانہ میں سے کسی نے عرض کیا "حرب"

آپؐ نے فرمایا، نہیں، اِس کا نام حسنؑ رکھو۔

پھر آپؐ نے امام حسنؑ کا عقیقہ کیا اور اس میں ایک مینڈھا ذبح کیا۔ شافعی نے آنحضرتؐ کے اس عمل کو مولود کی طرف سے عقیقہ کو سنّتِ نبیؐ ہونے پر استدلال میں پیش کیا ہے۔ چنانچہ آنحضرتؐ نے یہ عقیقہ خود کیا؛ فاطمہ زہراؑ کو اس کے کرنے سے منع فرمایا۔

پھر فاطمہ زہراؑ نے عرض کی کہ اس کے بال مُنڈوا کر بالوں کے برابر چاندی بھی تصدّق کر دیں۔

انھوں نے ایسا ہی کیا اور جس دن اُن کے بال اُتارے گئے اُن بالوں کے ہم وزن تقریباً ایک درہم سے کچھ زائد کا صدقہ دے دیا گیا۔ اِسی بنا پر عقیقہ کرنا اور بالوں کے وزن کے برابر چاندی تصدّق کرنا سنّت قرار پایا۔ کیونکہ نبی صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے امام حسنؑ کی ولادت کے موقع پر یہ عمل فرمایا تھا تو پھر امام حسینؑ کی ولادت کے موقع پر بھی ایسا ہی کیا۔

* حنابذی سے روایت ہے کہ حضرت علی علیہ السّلام نے امام حسنؑ کا نام حمزہ رکھا، اور امام حسینؑ کا نام جعفر۔ تو رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے حضرت علی علیہ السّلام کو بُلایا اور فرمایا، مجھے حکم دیا گیا ہے کہ اِن دونوں بچّوں کے نام تبدیل کر دوں۔

حضرت علی علیہ السّلام نے عرض کی، اللہ اور اُس کا رسولؐ جو چاہے کریں انھیں اختیار ہے۔

آپؐ نے فرمایا، پھر آج سے یہ دونوں حسنؑ اور حسینؑ ہیں۔

اِس روایت سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ امام حسینؑ کی ولادت تک امام حسنؑ کا نام حمزہ رہا تھا اِس وقت ان دونوں کے نام بدل دیے گئے اور یہ بھی ممکن ہے کہ امام حسنؑ

جب پیدا ہوئے تو حضرت علیؑ نے اُن کا نام حمزہ رکھا اور آنحضرتؐ نے اس کو تبدیل کر دیا۔ پھر امام حسینؑ پیدا ہوئے تو حضرت علیؑ نے اُن کا نام جعفر رکھا اور آنحضرتؐ نے اُن کا نام بھی تبدیل کر دیا یعنی ان ناموں کی تبدیلی الگ الگ دو وقتوں میں ہوئی۔

امام حسنؑ کی کُنیت و القاب

حضرت امام حسن علیہ السّلام کی کُنیت ابو محمدؑ تھی کوئی اور کُنیت نہ تھی لیکن آپؑ کے القاب بہت سے ہیں۔ "تقی، طیّب، زکی، سیّد، سبط اور ولی" آپ اپنے ہر لقب سے پکارے جاتے۔ مگر ان القاب میں سب سے زیادہ مشہور لقب "تقی" تھا۔ لیکن آپ کا سب سے اعلیٰ و افضل لقب وہ تھا جو رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے آپ کو عطا فرمایا، جو آپؑ کے لیے ایسا مخصوص ہوا کہ آپؑ کی مدح و نعت بن گیا۔ چنانچہ آنحضرتؐ سے یہ صحیح روایت ہے جس کو ائمہ رُوات اور ثقہ راویوں نے بیان کیا ہے کہ: آنحضرتؐ نے فرمایا کہ میرا یہ فرزند سیّد ہے۔ لہٰذا آپؑ کا سب سے بہترین لقب سیّد ہے۔

* ابنِ خشّاب کا قول ہے کہ آپؑ کی کُنیت ابو محمدؑ ہے اور القاب، وزیر، تقی، قائم، طیّب، حجّت، سیّد، سبط اور ولی ہیں۔

* اُمّ الفضل سے ایک مرفوع روایت ہے۔ اُن کا بیان ہے کہ میں نے رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم سے عرض کی، یا رسول اللہؐ! میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ جیسے آپؐ کے جسدِ مبارک کا ایک عضو میرے گھر میں ہے۔

آپؐ نے فرمایا: یہ بہت اچھا خواب دیکھا ہے۔ فاطمہؑ کے ایک فرزند تولّد ہوگا اور تم اس کو قُثم کے ساتھ دودھ پلاؤ گی۔

چنانچہ امام حسنؑ کی ولادت ہوئی تو میں نے اُن کو قُثم کے ساتھ رضاعت میں شریک کر لیا۔

* حضرت علی علیہ السّلام سے ایک مرفوع روایت ہے کہ جب فاطمہ زہراؑ کے یہاں وضع حمل کا وقت قریب ہوا تو رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے اسماء بنتِ عُمیس اور حضرت اُمِّ سلمہ کو حکم دیا کہ تم دونوں فاطمہؑ کے پاس موجود رہنا۔ جب بچّہ تولّد ہو تو اُس کے داہنے کان میں اذان اور بائیں کان میں اقامت کہنا۔ اِس لیے کہ جس بچّے کے کان میں اذان و اقامت کہہ دی جائے گی وہ شیطان

سے محفوظ رہے گا۔ اور جب تک میں نہ آجاؤں اُس وقت تک تم دونوں کچھ اور نہ کرنا۔

چنانچہ جب امام حسنؑ تولّد ہوئے تو دونوں نے ایسا ہی کیا۔ اور نبی صلّی اللہ علیہ و آلہ وسلّم تشریف لائے تو آپؐ نے اُن کی ناف باندھی اور آپؐ نے اپنا لُعابِ دہن امام حسنؑ کے منہ میں ڈالا اور فرمایا "پروردگارا! میں اِس بچّے کو اور اِس کی اولاد کو شیطانِ رجیم کے شر سے بچانے کے لیے تیری پناہ میں دیتا ہوں۔

★ کتاب الفردوس میں نبی صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم سے یہ روایت مرقوم ہے کہ: آپؐ نے فرمایا، مجھے حکمِ خداوندی ہوا ہے کہ میں ان دونوں بچّوں (فرزندوں) کے نام حسنؑ و حسینؑ رکھ دوں۔ (کشف الغمہ)

(۳۴) بوقتِ ولادت تسبیح و تہلیل و تمجیدِ الٰہی کرنا

روایت میں ہے کہ امام حسن و امام حسین علیہما السّلام کی ولادت فاطمہ زہرا کے فخذ الایسر (بائیں ران) سے ہوئی، اور یہ بھی روایت ہے کہ حضرت عیسٰی مسیح کی ولادت حضرت مریمؑ کی فخذ الایمن (دائیں ران) سے ہوئی۔ "(یہ روایت کتاب الانوار اور دیگر بہت سی کتابوں میں ہے)"

★ علائیؒ نے اپنی کتاب میں ایک مرفوع روایت صفیہ بنتِ عبد المطّلب سے نقل کی ہے۔ اُن کا بیان ہے کہ جب حسینؑ ابنِ فاطمہ تولّد ہوئے تو میں فاطمہؑ کے سامنے بیٹھی ہوئی تھی۔ نبی صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے مجھ سے ارشاد فرمایا

"میرے فرزند کو میرے پاس لاؤ۔"

میں نے عرض کی یارسول اللہؐ! ابھی میں نے اِس بچّے کو صاف و پاک نہیں کیا ہے۔ آپؐ نے فرمایا، کیا تم اس کو صاف و پاک کرو گی؟ اس کو تو اللہ نے صاف و پاک ہی پیدا کیا ہے۔

★ روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے خود کھڑے ہو کر امام حسنؑ کو آغوش میں لیا تو وہ تسبیح و تہلیل و تمجیدِ پروردگار کر رہے تھے۔

(عیون المعجزات مرتضٰی)

(۳۵) ساتویں دن مولود کا عقیقہ

حضرت امام جعفرِ صادق علیہ السّلام سے روایت ہے کہ ولادت کے ساتویں دن ایک مینڈھا ذبح کر کے رہن کر دیا جاتا ہے۔ مولود کا اس دن عقیقہ ہوتا ہے اور اُس کا نام رکھا جاتا ہے۔

آپؑ نے فرمایا کہ جناب فاطمہ زہراؑ نے اپنے دونوں فرزندوں کے بال اتروائے اور اُن کے بالوں کے برابر چاندی تصدّق فرمائی۔ (کافی)

(۳۶) رسولِ اکرمؐ نے اُن کا عقیقہ اپنے ہاتھ سے کیا

حضرت امام جعفرِ صادق علیہ السّلام سے روایت ہے۔ آپؑ نے فرمایا کہ حضرت رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے حضرت امام حسنؑ کا اپنے ہاتھ سے عقیقہ کیا اور یہ دُعا پڑھی: **دُعائے عقیقہ:**

اَللّٰھُمَّ عظمھا بعظمہ ولحمھا بلحمہ ودمھا بدمہ وشعرھا بشعرہٖ اَللّٰھُمَّ اجعلھا وقاءً لمحمّد والہٖ

(کافی)

(۳۷) بالوں کے ہم وزن چاندی کا صدقہ

حضرت امام جعفرِ صادق علیہ السّلام سے روایت ہے، آپؑ نے فرمایا کہ حضرت فاطمہ زہراؑ نے اپنے دونوں فرزندوں کا عقیقہ کیا، ساتویں دن دونوں کے بال اُتروائے اور اُن بالوں کے وزن کے برابر چاندی تصدّق فرمائی۔

(۳۸) بالوں کے وزن کے برابر چاندی

حضرت امام جعفرِ صادق علیہ السّلام اپنے پدرِ بزرگوار سے روایت فرماتے ہیں کہ آپؑ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے ایک مینڈھے پر امام حسنؑ کا عقیقہ

فرمایا اور ایک ہی مینڈھے پر امام حسینؑ کا بھی عقیقہ فرمایا اور اُس کے گوشت میں سے قابلہ کو کچھ دیا اور ساتویں دن اُن دونوں کے بال اُتروائے، پھر ان بالوں کو وزن کیا اور ان کے وزن کے برابر چاندی تصدق فرمائی۔ (کافی)

(۳۹) عقیقہ کے گوشت کی تقسیم وغیرہ

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے: آپؑ نے فرمایا کہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے امام حسنؑ و امام حسینؑ کی ولادت کے ساتویں دن ان کے نام تجویز فرمائے حسنؑ سے حسینؑ کے نام کو مشتق کیا، عقیقہ میں ایک ایک بکری ذبح کی جس کی ایک ران قابلہ کو دی، مزید گوشت بھی دیا جو ان لوگوں نے کھایا، اور اہلِ محلہ کو دیا۔ اور فاطمہ زہراؑ نے بچوں کے بال منڈوا کر بالوں کے وزن کے برابر چاندی تصدّق فرمائی۔

(کافی)

(۴۰) مولود کے کان چھیدنا اور گوشوارے کا استعمال

حسین بن خالد سے روایت ہے: کہ میں نے حضرت امام رضا علیہ السلام سے دریافت کیا کہ لڑکا تولّد ہونے کی تہنیت کب دی جائے۔؟

آپؑ نے ارشاد فرمایا 'جب امام حسن' ابنِ علی علیہ السلام تولّد ہوئے تو جبرئیل امینؑ ساتویں دن تہنیت دینے کے لیے نازل ہوئے اور کہا کہ آپؑ ان کا نام رکھ دیں کُنیت تجویز فرمادیں، سر کے بال اُتروا دیں، ان کا عقیقہ کردیں اور ان کے کان چھدوا دیں'! اور اسی طرح آپؐ کی خدمت میں جبرئیل امینؑ امام حسینؑ کی ولادت کے موقع پر ساتویں دن آئے اور وہی کہا جو امام حسنؑ کی ولادت کے موقع پہ کہہ چکے تھے۔

حضرت امام رضا علیہ السلام نے یہ بھی بیان فرمایا کہ ان دونوں بچوں (امام حسنؑ و امام حسینؑ) کی زُلفیں پیشانی کی بائیں جانب تھیں۔ اور داہنے کانوں کی بائیں کانوں کا اوپری حصہ چھیدا ہوا تھا۔ داہنے کانوں میں گوشوارے اور بائیں کانوں میں بالیاں تھیں۔

* ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ آنحضرتؐ نے اُن دونوں کی زلفیں سر کے درمیانی حصے میں چھوڑی تھیں اور یہ پیشانی سے زیادہ بہتر معلوم ہوتی ہے۔

(کافی)

(۴۱) حسنینؑ کی ولادت کے بعد نمازِ فریضہ کی رکعتوں میں اِضافہ ہوا

عبداللہ بن سلیمان عامری نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم معراج پر تشریف لے گئے تو دس رکعت نماز (فریضہ) کا حکم لے کر تشریف لائے یعنی پانچ وقتوں میں دو دو رکعت۔ پھر جب امام حسنؑ و امام حسینؑ تولّد ہوئے تو آنحضرتؐ نے اللہ تعالےٰ کے تشکر میں سات رکعات کا اور اضافہ فرمایا۔ اور اللہ تعالےٰ نے آپؐ کو اِس کی اجازت عطا فرمادی۔ (اس طرح کُل سترہ رکعات نماز ہوگئی۔)

(کافی)

(۴۲) نقشِ خاتمِ حسنینؑ

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ آپؑ نے فرمایا کہ امام حسنؑ و امام حسینؑ کا نقشِ خاتم "الحمد للہ" تھا۔

(۴۳) نقشِ خاتم حسنینؑ

حضرت امام رضا علیہ السلام سے روایت ہے کہ حضرت امام حسن علیہ السلام کا نقشِ خاتم "اَلعِزَّۃُ لِلّٰہِ" اور حضرت امام حسین علیہ السلام کا نقشِ خاتم: "اِنَّ اللّٰہَ بَالِغُ اَمْرِہٖ" تھا۔

(کافی)

(۴۴) مدتِ حمل کم از کم چھ ماہ ہے

زُرارہ نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے: آپؑ نے فرمایا کہ جب کوئی بچہ چھ ماہ میں پیدا ہو تو وہ تامُ الخلقت ہے۔ یہ

اِس لیے کہ حضرت حسین ابنِ علی علیہ السّلام چھ ماہ حمل میں رہے پھر ولادت ہوئی۔
(کافی)

(۴۵) مدّتِ حمل و مدّتِ رضاعت

ہشام بن سالم نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السّلام سے روایت کی ہے کہ امام حسین علیہ السّلام چھ ماہ حمل میں رہے اور دو سال تک انھیں دودھ پلایا گیا۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:-

"وَوَصَّيْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ اِحْسَانًا حَمَلَتْهُ اُمُّهٗ كُرْهًا وَّوَضَعَتْهُ كُرْهًا ۭ وَحَمْلُهٗ وَفِصٰلُهٗ ثَلٰثُوْنَ شَهْرًا ۭ" (سورۃ الاحقاف آیت ۱۵)

(ترجمہ آیت)

(اور ہم نے انسان کو وصیّت کی کہ اپنے والدین کے ساتھ احسان کرے۔ اُس کی ماں نے تکلیف کے ساتھ اُس کا حمل برداشت کیا اور تکلیف کے ساتھ اُسے جَنا۔ اور اُس کے حمل اور اُس کے دودھ چھڑانے کی مُدّت تیس ماہ ہے۔) (امالی صدوق رح)

(۴۶) حسنینؑ کی عمروں میں تفاوُت

عبدالرّحمٰن عرزمی نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السّلام سے روایت کی ہے آپؑ نے فرمایا کہ حضرت امام حسن علیہ السّلام کی ولادت اور امام حسین علیہ السّلام کے ابتدائے حمل کے درمیان ایک طُہر کا فاصلہ تھا۔ اور ان دونوں کی ولادتوں میں چھ ماہ اور دس دن کا فاصلہ تھا۔ (کافی)

(۴۷) بتوسّط حسینؑ صلصائیل کی خطا معاف

مفضّل نے ایک طویل حدیث امام جعفر صادق علیہ السّلام سے روایت کی ہے:

اللہ تعالیٰ نے اُسے کسی کام کے لیے بھیجا لیکن اُس کو کسی وجہ سے کام کی انجام دہی میں تاخیر ہوگئی تو اللہ تعالیٰ نے اُس کے پر و بال نوچ دیے اور اُس کے بازو توڑ کر اُسے سمندر کے جزیروں میں سے ایک جزیرے میں ڈال دیا۔ اور وہ اِسی میں پڑا رہا یہاں تک کہ امام حسین علیہ السّلام کی ولادت کی شب آئی، تو ملائکہ نے اللہ تعالیٰ سے اجازت چاہی کہ ہم لوگ جاکر رسول اللہؐ و امیر المومنینؑ و فاطمہ زہراؑ کو حسینؑ کی ولادت کی تہنیت ادا کرنا چاہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اجازت دیدی تو فوج در فوج ملائکۂ عرش نیز ہر ہر آسمان سے نازل ہونے لگے اور اس جزیرے سے گذرے جس میں صلصائیل فرشتہ پڑا ہوا تھا۔ جب وہاں صلصائیل کو دیکھا تو ٹھہر گئے۔

صلصائیل نے اُن ملائکہ سے دریافت کیا کہ آسمانوں سے نازل ہوکر کس طرف جانے کا ارادہ رکھتے ہو؟

اُن فرشتوں نے کہا، آج کی شب دنیا میں ایک ایسا مولود تولّد ہوا ہے جو اپنے جد رسول اللہؐ، اپنے پدرِ بزرگوار علیؑ، اپنی والدۂ ماجدہ فاطمہ زہراؑ اور اپنے بھائی حسنؑ کے بعد سب سے زیادہ مکرّم و محترم ہے۔ اُس کا نام حسینؑ ہے۔ چنانچہ ہم نے اللہ تعالیٰ سے اجازت چاہی تاکہ نازلِ فرشِ زمین ہوکر اللہؐ کے حبیب محمدؐ مصطفیٰ کو اس مولود کی ولادت کی تہنیت ادا کریں۔ اللہ تعالیٰ نے اجازت فرمادی ہے۔

صلصائیل نے کہا، اے اللہؐ کے فرشتو! میں تمھیں اُس اللہؐ کا واسطہ دیتا ہوں جو ہم سب کا رب ہے اور اُس کے حبیب محمدؐ اور اُس مولود کا واسطہ دیتا ہوں مجھے بھی اپنے ہمراہ حبیبِ خداؐ کی خدمت میں لے چلو اور اُن سے تم بھی درخواست کرو اور میں بھی درخواست کروں گا کہ وہ اس مولود کے واسطے سے جو اللہؐ نے انھیں عطا فرمایا ہے دُعا فرمائیں کہ اللہؐ میری خطا معاف فرمائے اور میرے شکستہ بازو جوڑ دے اور ملائکۂ مقرّبین میں جو میرا مقام تھا وہاں واپس فرمادے۔

وہ فرشتے صلصائیل کو لیے ہوئے رسول اللہؐ کی خدمت میں آئے پہلے اُن کے فرزند حسینؑ کی تہنیت ادا کی، پھر صلصائیل کا سارا قصّہ بیان کیا اور عرض کی کہ آپؐ حسینؑ کے حق کا واسطہ دے کر اللہؐ سے دُعا فرمائیں کہ وہ اس کی خطا کو معاف فرمادے۔ اور اس کے ٹوٹے ہوئے بازو جوڑ دے نیز اس کو ملائکۂ مقرّبینؑ میں جو اُس کا مقام تھا عطا فرمادے۔

یہ سُن کر رسول اللہؐ اُٹھے، فاطمہ زہراؑ کے پاس آئے اور فرمایا، لاؤ میرے فرزند

حسینؑ کو مجھ ..

اُنھیں لیے ہوئے ملائکہ کے سامنے تشریف لائے۔ آپؐ اُنھیں اپنے دونوں ہاتھوں پر اُٹھائے ہوئے تھے۔ ملائکہ بچّے کو دیکھ کر تہلیل و تکبیر و تحمید کرنے لگے۔ آنحضرتؐ نے روبقبلہ ہوکر آسمان کی جانب چہرۂ اقدس کیا اور عرض کی، "پروردگارا! مجھے میرے اِس فرزند حسینؑ کے حق کا واسطہ تو صلصائیل کی خطا معاف فرما، اس کے بازو جوڑ دے اور ملائکۂ مقربینؑ میں جو اس کا مقام تھا وہ پھر اُسے عطا فرما دے۔"

اللہ تعالےٰ نے اپنے رسولؐ کی دُعا قبول فرمائی، صلصائیل کی خطا معاف کی اُس کے شکستہ بازو جوڑ دیے اور ملائکۂ مقربین میں جو اُس کا مقام تھا وہ اُسے عطا فرما دیا۔

(کتاب غیبت)

(۴۸) ولادتِ امام حسینؑ ۳ شعبان سنہ ۴ھ

قاسم بن علاء ہمدانی وکیل حضرت امام حسن عسکری علیہ السّلام کے پاس حضرت حُجّت عجل اللہ فرجہ کی ایک تحریر آئی کہ امام حسین علیہ السّلام بروز پنجشنبہ ۳ شعبان کو تولّد ہوئے۔

حسین بن زید نے حضرت جعفر بن محمد علیہ السّلام سے روایت کی ہے کہ آپؑ نے فرمایا کہ حضرت امام حسین علیہ السّلام ابنِ علیؑ ۵ شعبان سنہ ۴ھ کو تولّد ہوئے۔

(۱) حُسَیْنٌ مِنِّیْ وَاَنَا مِنَ الْحُسَیْن (الحدیث)

ترمذی نے اپنے اسناد کے ساتھ یعلی بن مُرّہ سے روایت کی ہے اُن کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا :

"حُسَیْنٌ مِنِّیْ وَاَنَا مِنَ الْحُسَیْن "

حسین مجھ سے ہے اور میں حسین سے ہوں

" اَحَبَّ اللّٰہَ مَنْ اَحَبَّ حُسَیْنًا "

اللہ اُسے دوست رکھے گا جو حسین کو دوست رکھے گا

" حُسَیْنٌ سِبْطٌ مِنَ الْاَسْبَاطِ "

حسین اسباط میں ایک سبط ہے

(کشف الغمہ - ترمذی)

(۲) آنحضرتؐ نے ابراہیمؑ کو حسینؑ پر فدا کر دیا

تفسیر نقّاش میں اپنے اسناد کے ساتھ ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی خدمت میں حاضر تھا، آپؐ کے بائیں زانو پر آپؐ کے فرزند ابراہیمؑ تھے اور داہنے زانو پر حسینؑ ابن علیؑ تھے۔ آپؐ کبھی ان کے بوسے لیتے اور کبھی اُن کے۔ دریں اثنا، حضرت جبرئیل امینؑ پروردگار کی جانب سے وحی لے کر نازل ہوئے۔ جب آپؐ وحی سے فارغ ہوئے تو ارشاد فرمایا :

" میرے پروردگار کی جانب سے میرے پاس جبرئیل امینؑ آئے تھے۔ اُنھوں نے کہا کہ اے محمدؐ! آپؐ کا رب آپؐ کو سلام ارشاد فرماتا ہے اور یہ فرماتا ہے کہ "میں تمھارے پاس اِن دونوں کو یک جا نہیں رکھوں گا۔ آپؐ اِن دونوں میں سے کسی ایک کو دوسرے پر [illegible] "

اُمید ہے کہ آئندہ بھی اپنے قیمتی مشوروں سے نواز کر اس کارِ خیر میں شریک ہوتے رہیں گے۔
خداوندِ عالم کی بارگاہ میں دُعاگو ہیں کہ وہ اپنے حبیبؐ اور اُن کی اولادِ طاہرہؑ کے صدقے میں
ہمیں خدمتِ دین کی راہ پر ثابت قدم رکھے اور اس راستے میں ہماری توفیقات میں اضافہ فرمائے۔
وَالسّلام

اے۔ ایچ رضوی

فہرستِ بحارُ الانوار جلد دہم

در حالات حضرت ابو محمّد امام حسن علیہ السلام

باب اوّل

ولادت، اسمائے گرامی و نقشِ خاتم

یہ سن کر نبی صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے ایک نظر ابراہیم پر ڈالی اور گریہ فرمانے لگے، پھر ایک نظر حسینؑ پر ڈالی اور گریہ فرمانے لگے۔

پھر فرمایا ابراہیمؑ کی ماں کنیز ہے اگر ابراہیمؑ کی موت واقع ہو جائے تو اس کی موت پر صرف مجھ کو غم ہوگا۔ اور حسینؑ کی ماں فاطمہؑ ہے اور ان کا باپ علیؑ ہے جو میرا ابن عم ہے۔ میرا گوشت اور میرا خون ہے۔ اگر حسینؑ کی موت واقع ہوگئی تو ان کی موت پر میری بیٹی بھی روئے گی، میرے ابن عم کو بھی حزن وملال ہوگا اور مجھے بھی ان کی موت کا غم ہوگا۔ لہٰذا ان دونوں کے حزن وملال پر اپنے غم کو ترجیح دیتا ہوں۔

اے جبرئیل امینؑ میں ابراہیمؑ کو حسینؑ پر قربان کرتا ہوں۔

راوی کا بیان ہے کہ پھر تین دن کے بعد ابراہیمؑ کی روح قبض ہوگئی اس کے بعد جب بھی نبی صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم حسینؑ کو آتا دیکھتے تو بڑھ کر انھیں بوسہ دیتے، انھیں سینے سے لگاتے اور فرماتے میں اس پر قربان جس پر میں نے اپنے فرزند ابراہیمؑ کو قربان کر دیا۔

(مناقب ۔ تفسیر نقاش)

③ امام حسنؑ و امام حسینؑ سے عرش کی زینت ہو گی

ابن عمر [illegible] ہے۔ ان کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا، جب قیامت کا دن ہوگا تو عرش رب العالمین مکمل طور پر آراستہ کر دیا جائے گا۔ پھر وہاں دو نورانی منبر لائے جائیں گے جو ایک سو میل طویل ہوں گے۔ ایک منبر عرش کے داہنے جانب نصب کیا جائے گا اور دوسرا عرش کے بائیں جانب۔ پھر امام حسنؑ اور امام حسینؑ کو لایا جائے گا۔ امام حسنؑ ایک منبر پر ایستادہ ہوں گے اور امام حسینؑ دوسرے منبر پر۔ اور اللہ تعالیٰ ان دونوں سے اپنے عرش کو اس طرح زینت دے گا جس طرح عورت اپنے کانوں میں دو گوشوارے پہن کر مزین ہوتی ہے۔

(امالی)

④ رسول اللہؐ کے ریحانتین

جابر بن عبداللہ انصاریؓ سے روایت ہے
ان کا بیان ہے کہ میں نے رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کو حضرت علی علیہ السلام سے

اپنی وفات سے تین دن پہلے فرماتے ہوئے سنا۔

"اے میرے دونوں پھولوں کے والد! تم پر میرا اسلام ہو میں تم سے اپنے دنیا کے ان دونوں پھولوں کے متعلق وصیت کرتا ہوں، سنو! عنقریب تمہارے دو ستون منہدم ہو جائیں گے۔ اللہ تمہارا نگراں ہے۔"

چنانچہ جب رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے وفات پائی تو حضرت علیؑ نے یہ کہا، یہ ایک ستون تھا جس کے متعلق رسول اللہؐ نے فرمایا تھا۔ جب حضرت فاطمہ زہراؑ نے رحلت فرمائی تو حضرت علیؑ نے کہا، یہ دوسرا ستون ہے جس کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا تھا۔ (امالی)

★ معانی الاخبار میں بھی حماد بن عیسیٰ سے اسی کے مثل روایت ہے۔

(معانی الاخبار)

⑤ ایک عراقی کا مچھر کے خون کے متعلق سوال اور ابن عمر کا جواب

ابن ابی نعیم سے روایت ہے، ان کا بیان ہے کہ میں نے دیکھا کہ عبداللہ ابن عمر کے پاس ایک آدمی آیا۔ اس نے ان سے پوچھا کیا مچھر کا خون کرنا (مارنا) جائز ہے؟

انھوں نے اس سے پوچھا، تم کہاں کے رہنے والے ہو؟

اس نے کہا، عراق کا باشندہ ہوں۔

ابن عمر نے حاضرین کی طرف مخاطب ہو کر کہا، ذرا اس شخص کو دیکھو! یہ مچھر کا خون کرنے کے متعلق سوال کرتا ہے درآنحالیکہ ان لوگوں نے رسول اللہؐ کے نواسے کا خون بہا دیا (اس وقت یہ نہ پوچھا کہ یہ جائز ہے یا ناجائز) جن کے متعلق حضرت رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا تھا "یہ میری دنیا کے دو پھول ہیں"۔ یعنی حضرت امام حسنؑ اور حضرت امام حسینؑ۔ (امالی شیخ صدوقؒ)

★ مناقب میں ہے کہ ابو عیسیٰ نے اپنی کتاب الجامع میں اور حافظ ابو نعیم نے حلیۃ الاولیاء میں اور سمعانی نے اپنی کتاب فضائل میں، اور ابن بطہ نے اپنی کتاب ابانہ میں ابن ابی نعیم سے اسی کے مثل روایت کی ہے۔

(مناقب ابن شہر آشوب)

(۶) حسینؑ کے دوست اور دوست کے دوست بھی جنّت میں ہوں گے

حذیفہ یمانی سے روایت ہے۔ اُن کا بیان ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا کہ آپ حسینؑ ابنِ علیؑ کا ہاتھ پکڑے ہوئے یہ فرما رہے تھے کہ:

"اے لوگو! یہ حسینؑ ابنِ علیؑ ہے اس کو خوب پہچان لو۔ اُس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے۔ یہ جنّت میں ہوگا، اِس کے دوست جنّت میں ہوں گے اور اِس کے دوست کے دوست بھی جنّت میں ہوں گے۔"

(۷) رسول اللہؐ کے سامنے حسنینؑ کی زور آزمائی

حضرت علی علیہ السّلام سے روایت ہے۔ آپؑ نے فرمایا کہ ایک مرتبہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے حسنؑ و حسینؑ آپس میں زور آزمائی کر رہے تھے تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ ہاں اے حسنؑ! شاباش، ذرا پھرتی سے۔

فاطمہ زہراؑ نے عرض کی، یا رسول اللہؐ! آپ چھوٹے کے مقابلے میں بڑے کی ہمت افزائی فرما رہے ہیں؟

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، بیٹی! اُدھر حسینؑ کی طرف سے جبرئیلؑ (حسینؑ کی ہمت افزائی کر رہے ہیں اور) کہہ رہے ہیں کہ ہاں اے حسینؑ! شاباش، جلدی سے تو میں (اِدھر سے حسنؑ کی ہمت افزائی کر رہا ہوں اور) کہہ رہا ہوں کہ ہاں اے حسنؑ! شاباش، ذرا تیزی سے۔

(قرب الاسناد)

(۸) جوانانِ اہلِ جنّت کے سردار

حضرت امام جعفر صادق علیہ السّلام نے اپنے آبائے کرام سے روایت کی ہے:
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ حسنؑ و حسینؑ جوانانِ اہلِ جنّت کے سردار ہیں اور اِن دونوں کے والد اِن دونوں سے بہتر ہیں۔

(قرب الاسناد)

★ اِنھیں اسناد کے ساتھ روایت ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ میں نے حسنؑ کو اپنی ہیبت اور اپنا علم عطا کیا اور حسینؑ کو اپنا جُود اور اپنی رحمت عطا کی۔

(قرب الاسناد)

(۹) حسنینؑ کے بازوؤں کے تعویذ

یحییٰ بن خشّاب نے ابنِ عمر سے روایت کی ہے کہ امام حسنؑ و امام حسینؑ کے بازوؤں پر تعویذ تھے جن میں جبرئیلِ امینؑ کے بازوؤں کے پر و بال بھرے ہوئے تھے۔

(۱۰، ۱۱) حسنینؑ اوصافِ رسولؐ کے وارث

زینب بنتِ ابی رافع سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مرضِ موت میں مبتلا تھے کہ جناب فاطمہ زہراؑ بنتِ رسولؐ اپنے دونوں فرزندوں حسنؑ و حسینؑ کو لے کر آنحضرتؐ کی خدمت میں آئیں اور عرض کی یا رسول اللہؐ! یہ آپؐ کے دونوں فرزند ہیں اِنھیں بھی اپنی کسی چیز کا وارث بنا دیجیے۔

آنحضرتؐ نے فرمایا، حسنؑ میری ہیبت اور سیادت کا وارث ہے اور حسینؑ میری شجاعت اور سخاوت کا وارث ہے۔

(خصال)

★ ابراہیم بن علی رافعی سے بھی اِسی کے مثل روایت ہے

(اعلام الورٰی و ارشاد)

(۱۲) اوصافِ رسولؐ کے وارث

صفوان بن سلیمان سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ حسنؑ کو میں نے اپنی ہیبت اور حلم دیا اور حسینؑ کو میں نے اپنا جُود اور اپنی رحمت دی۔

(خصال)

(۱۳) باغِ رسالت کے دو پھول

تین اسناد کے ساتھ امام رضا علیہ السّلام سے اور اُنھوں نے اپنے آبائے کرام سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ فرزند باغِ زندگی کا پھول

ہوتا ہے اور میرے دو پھول حسنؑ و حسینؑ ہیں۔

(عیون الاخبار الرضا)

★ صحیفۃ الرضا میں بھی امام رضا علیہ السلام سے یہی روایت مرقوم ہے۔

(صحیفۃ الرضا)

(۱۴) حسنؑ و حسینؑ سردارِ جوانانِ اہلِ جنت ہیں

مذکورہ بالا اسناد کے ساتھ یہ روایت بھی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "الحسن والحسين سيد اشباب اهل الجنة وابوهما خيرٌ منهما"

یعنی (حسنؑ و حسینؑ جوانانِ اہلِ جنت کے سردار ہیں اور ان دونوں کے والد ان دونوں سے بہتر ہیں۔) (عیون الاخبار الرضا)

(۱۵) یہ دونوں اہلِ زمین میں سب سے بہتر ہیں

تمیمی کے اسناد کے ساتھ حضرت امام رضا علیہ السلام سے اور انھوں نے اپنے آبائے کرام سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "الحسن والحسين خير اهل الارض بعدی وبعد ابيهما وامّهما افضل نساء اهل الارض"

یعنی (حسنؑ و حسینؑ میرے بعد اور اپنے والد کے بعد اہلِ زمین میں سب سے بہتر ہیں اور اُن کی والدہ اہلِ زمین کی عورتوں میں سب سے افضل ہیں۔)

(عیون الاخبار الرضا)

(۱۶) حسینؑ سے رسولؐ کی محبت

براء بن عازب سے روایت ہے۔ اُن کا بیان ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا کہ آپؐ حسینؑ کو اپنی آغوش میں اُٹھائے ہوئے فرما رہے تھے۔ "اللّٰهمّ انّی احبّه فاحبّه"

(اے اللہ! میں اس سے محبت کرتا ہوں پس تو بھی اس سے محبت کر۔) (امالی صدوق)

(۱۷) حسنینؑ سے محبت کرنا رسولؐ سے محبت کرنا ہے

ابوہریرہ سے روایت ہے اُس کا بیان ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا، آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ: "مَن احبّ الحسن والحسين فقد احبّني ومَن ابغضهما فقد ابغضني"

یعنی (جس نے حسنؑ و حسینؑ سے محبت کی اُس نے مجھ سے محبت کی اور جس نے اِن دونوں سے بغض رکھا اُس نے مجھ سے بغض رکھا۔) (امالی شیخ صدوقؒ)

(۱۸) حسنینؑ کی عصمت و امامت پر نص

طارق بن شہاب سے روایت ہے کہ حضرت امیر المومنین صلوات اللہ وسلامہ علیہ نے حسنؑ و حسینؑ سے فرمایا "تم دونوں میرے بعد امام ہوگے، تم دونوں سردارِ جوانانِ اہلِ جنت ہو، تم دونوں معصوم ہو اللہ تم دونوں کی حفاظت کرے اور جو تم دونوں سے عداوت رکھے اُس پر اللہ کی لعنت۔ (کتاب الروضہ)

(۱۹) یہ دونوں سردارِ جوانانِ اہلِ جنت ہیں

حارث نے حضرت علی علیہ السلام سے روایت کی ہے آپؑ نے کہا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: "الحسن والحسين سيّدا شباب اهل الجنة"

یعنی (حسنؑ و حسینؑ سردار ہیں جوانانِ اہلِ جنت کے۔)

(امالی شیخ صدوق)

(٢٠) یہ دونوں عرشِ الٰہی کے گوشوارے ہیں

زیدؑ بن علیؑ نے اپنے آبائے کرام سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم نے فرمایا :

"الحسن والحسین یوم القیٰمہ عن جنبیّ عرش الرحمٰن تبارك وتعالیٰ بمنزلۃ الشنفین من الوجہ"

یعنی (قیامت کے دن حسنؑ و حسینؑ عرشِ الٰہی تبارک وتعالیٰ کے دونوں پہلوؤں میں اس طرح ہوں گے جیسے چہرے کے دونوں طرف کانوں میں گوشوارے۔")

(امالی شیخ صدوقؒ)

(٢١) حسنینؑ کی آپس میں زور آزمائی

ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ حسنؑ و حسینؑ آپس میں زور آزمائی کر رہے تھے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے کہا ' ہاں اے حسنؑ شاباش اور تیزی سے۔

یہ سُن کر فاطمہ زہراؑ نے عرض کی یا رسول اللہ حسینؑ بڑے ہیں آپؐ انھیں شاباشی دے کر ان کی ہمت افزائی فرما رہے ہیں۔؟

آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا کہ اِدھر میں حسنؑ کی ہمت افزائی کر رہا ہوں اور اُدھر جبرئیلِ امینؑ کہہ رہے ہیں کہ اے حسینؑ شاباش ' ذرا پھرتی اور تیزی سے۔

(امالی شیخ صدوقؒ)

(٢٢) حسینؑ کا آغوشِ رسولؐ میں پیشاب کر دینا

ہشیم نے یونس سے اُس نے حسن سے روایت کی ہے کہ ایک مرتبہ حسینؑ آنحضرتؐ کے پاس لائے گئے۔ تو آپؐ نے اُن کو اپنی آغوش میں بٹھا لیا تو حسینؑ نے پیشاب کر دیا لوگوں نے آپؐ کی گود سے ہٹانا چاہا آپؐ نے فرمایا نہیں ' میرے فرزند کو نہ ہٹاؤ اسے پیشاب کر لینے دو' پھر آپؐ نے پانی منگوایا اور اپنا کپڑا پاک کر لیا۔

(معانی الاخبار)

(٢٣) جبرئیلؑ کے پروں کے تعویذ

کتاب معالم العترۃ الطاہرہ جنابذی میں اُمّ عثمان اُمّ ولد علیؑ ابن ابی طالبؑ سے روایت ہے کہ آلِ رسولؐ کے پاس ایک مسند تھی جس پر صرف جبرئیلِ امینؑ آکر بیٹھا کرتے تھے۔ اُس پر کوئی دوسرا نہیں بیٹھتا تھا۔ اور جب جبرئیلِ امینؑ پرواز کر جاتے تو وہ لپیٹ دی جاتی۔ جب وہ پرواز کا ارادہ کرتے تو اپنے بازو پھڑ پھڑاتے اور اِس طرح اُن کے پَر و بال کے روئیں جھڑ جاتے آنحضرتؐ اُٹھ کر اُسے جمع کر لیتے اور حسنؑ و حسینؑ کے تعویذوں میں بھر دیتے۔

(کشف الغمہ و معالم العترۃ)

★ حلیۃ الاولیاء میں مرقوم ہے ' راوی کا بیان ہے کہ میں نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم امام حسنؑ کو اپنے کاندھے پر بٹھائے فرما رہے تھے کہ :

"من احبّنی فلیحبّہ" یعنی (جو مجھ سے محبت کرتا ہے اُس پر لازم ہے کہ وہ اِس سے محبت کرے)

(کشف الغمہ و حلیۃ الاولیاء)

★ ابو ہریرہ سے روایت ہے۔ اُن کا بیان ہے کہ جب بھی امام حسنؑ کو دیکھتا ہوں میری آنکھوں میں آنسو بھر آتے ہیں۔ کیونکہ میں نے دیکھا تھا کہ ایک دن امام حسنؑ آئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی آغوش میں بیٹھ گئے۔ آنحضرتؐ بار بار ان کا منہ کھولتے اور اپنی زبانِ اقدس اُن کے منہ میں دیدیتے اور فرماتے جاتے کہ :

"اَللّٰھُمَّ اِنّی اُحِبّہ واُحِبُّ مَن یحبّہ"

یعنی (یا اللہ میں اِس سے محبت کرتا ہوں اور اُس سے محبت کرتا ہوں جو اِس سے محبت کرے)

یہ بات آپؐ نے تین مرتبہ فرمائی۔

(کشف الغمہ۔ حلیۃ الاولیاء)

(٢٤) راستہ روشن کرنے کے لیے بجلی چمکتی رہی

تین اسانید کے ساتھ حضرت امام رضا علیہ السلام سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ حسنؑ و حسینؑ ' نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے پاس تھے۔ رات ہو گئی تو آپؐ نے فرمایا : اچھا اب تم اپنی ماں کے پاس چلے جاؤ (چونکہ شب کا اندھیرا ہر طرف پھیل چکا تھا) پس ایک مرتبہ بجلی چمکی اور پھر مسلسل چمکتی رہی یہاں تک کہ وہ دونوں فاطمہ زہراؑ کے پاس پہنچ گئے۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

اس بجلی کو دیکھتے رہے۔ پھر فرمایا: حمد اُس خدا کی جس نے ہم اہلِ بیتؑ کو مکرّم فرمایا۔
(عیون الاخبار الرّضا)

★ صحیفۃ الرّضا میں بھی امام رضا علیہ السّلام کی یہی روایت مرقوم ہے۔
(صحیفۃ الرّضا)

(۲۵) حدیقۂ بنی نجّار میں حسنینؑ کا جانا اور ایک اژدہے کا حفاظت پر مامور ہونا

حضرت امام جعفر صادق علیہ السّلام نے اپنے آبائے کرامؑ سے روایت کی ہے کہ ایک مرتبہ آنحضرتؐ بیمار ہوئے (جس سے آپؐ صحتیاب ہو گئے تھے) جناب فاطمہ زہراؑ آپؐ کی عیادت کے لیے آئیں۔ اُن کے ہمراہ امام حسنؑ اور امام حسینؑ بھی تھے۔ آپؐ نے داہنے ہاتھ سے امام حسنؑ کا ہاتھ پکڑا اور بائیں ہاتھ سے امام حسینؑ کا ہاتھ تھاما، دونوں کے درمیان خود ہو گئیں اِس طرح آپؐ دونوں بچّوں کو لیے ہوئے بیتِ عائشہ میں جا پہنچیں۔ امام حسنؑ آنحضرتؐ کے داہنے جانب اور امام حسینؑ بائیں جانب بیٹھ گئے۔ تھوڑی دیر میں یہ آنحضرتؐ کے جسدِ اطہر سے متّصل ہو کر اونگھنے لگے۔ آنحضرتؐ نے اُنھیں نہیں جگایا۔

جناب فاطمہ زہراؑ نے بچّوں سے فرمایا، میرے پیارو! اب تمھارے نانا سو رہے ہیں اِس وقت واپس چلو اور دعا کرو اللہ انھیں صحّت عطا فرمائے۔ تم پھر آنا۔

ان دونوں نے عرض کی، ہم اِس وقت تو نہیں جاتے، آپؑ تشریف لے جائیں۔

چنانچہ امام حسنؑ آنحضرتؐ کے داہنے پہلو میں سو گئے اور امام حسینؑ بائیں پہلو میں۔

مگر رسولِ اکرمؐ کے بیدار ہونے سے قبل ہی یہ دونوں بچّے بیدار ہو گئے (جناب فاطمہ زہراؑ پہلے ہی تشریف لے جا چکی تھیں) بچّوں نے حضرت عائشہ سے دریافت کیا، کہ کیا ہماری مادرِ گرامی یہاں موجود نہیں ہے؟

اُنھوں نے کہا کہ تم دونوں سو گئے تھے اِس لیے وہ اپنے گھر چلی گئیں۔

یہ جواب سُن کر دونوں صاحبزادے اُسی شب کی تاریکی میں اپنے گھر کی طرف چل دیے۔ بادل گرج رہے تھے، بجلی چمک رہی تھی، گھُپ اندھیرا تھا۔ قدرت کی طرف سے ایک روشنی پیدا ہوئی اور وہ دونوں اُسی روشنی کے سہارے چلے جا رہے تھے۔ امام حسنؑ اپنے داہنے ہاتھ سے امام حسینؑ کا بایاں ہاتھ پکڑے ہوئے تھے، یہاں تک کہ حدیقۂ بنی نجّار میں پہنچ گئے۔ یہاں

کیا اور ایک دوسرے کے گلے میں بانہیں ڈال کر وہیں سو رہے۔

اِدھر جب رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم خواب سے بیدار ہوئے تو دیکھا کہ بچّے موجود نہیں ہیں۔ جناب فاطمہ زہراؑ کے گھر دریافت کرایا، معلوم ہوا کہ بچّے وہاں بھی موجود نہیں ہیں۔ تو رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم خود تلاشِ حسنینؑ کے لیے اُٹھے۔ آپؐ پروردگارِ عالم کی جناب میں یہ عرض کرنے لگے کہ یا اللہ! ان بچّوں کا بس تو ہی محافظ ہے مجھے اُن سے مِلا دے۔ اثنائے دُعا آپؐ کے سامنے ایک روشنی نمودار ہوئی، آپؐ اُس روشنی کے ساتھ ساتھ چلتے رہے تا اینکہ آپؐ حدیقۂ بنی نجّار میں جا پہنچے۔ وہاں دیکھا تو دونوں نواسے ایک دوسرے کے گلے میں بانہیں ڈالے ہوئے سو رہے ہیں، بارش ہو رہی ہے مگر ان دونوں پر بارش کا ایک قطرہ بھی نہیں پڑ رہا ہے اور ایک اژدہا جس کے جسم پر بڑے بڑے بال ہیں اور دو بازو ہیں۔ ایک بازو سے امام حسنؑ کو ڈھانپے ہوئے ہے اور دوسرے سے امام حسینؑ کو ڈھانپے ہوئے ہے۔

جب آنحضرتؐ نے یہ ماجرا دیکھا تو آپؐ نے کھانسنا شروع کیا۔ وہ اژدہا آپؐ کی آواز سن کر وہاں سے یہ کہتا ہوا چلا گیا کہ "پروردگارا! تو گواہ رہنا اور تیرے ملائکہ گواہ رہیں کہ میں نے تیرے نبیؐ کے ان دونوں فرزندوں کی حفاظت کی ہے اور بالکل صحیح و سلامت ان دونوں کو تیرے نبیؐ کے حوالے کر دیا ہے۔"

آنحضرتؐ نے فرمایا، اے اژدہے! تو کس قوم و جنس سے ہے؟

اُس نے عرض کی، حضور، میں آپؐ کی طرف قومِ اَجِنّا کا ایک فرستادہ ہوں۔

آنحضرتؐ نے فرمایا، کہاں کے رہنے والے جنّوں کی طرف سے تو یہاں مامور ہوا تھا۔

اُس نے عرض کی، حضور، نصیبین کے جنّوں کی جانب سے۔ بات یہ ہے بنی ملیح کے اَجِنّا کتابِ خدا کی ایک آیت بھول گئے ہیں انھوں نے مجھے آپؐ کی خدمت میں وہ آیت دریافت کرنے کے لیے بھیجا تھا جب میں اِس مقام پر پہنچا تو مجھے از غیب ایک منادی نے ندا دی، اے اژدہے! یہ دونوں بچّے رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے فرزند ہیں، تو ہر طرح کے آسیب و گزند سے اِن کی حفاظت کر۔

لہٰذا میں نے اِن کی حفاظت کی اور اِنھیں صحیح و سلامت آپؐ کے حوالے کیا۔

یہ کہکر اُس اژدہے نے آپؐ سے وہ آیت پوچھی اور واپس چلا گیا۔

نبی صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے حسنؑ کو اُٹھا کر اپنے داہنے کاندھے پر بٹھا لیا اور حسینؑ کو بائیں کاندھے پر بٹھا لیا۔ اُدھر سے حضرت علی علیہ السّلام بھی آپؐ کے پاس پہنچ گئے

تاکہ آپؐ کا بوجھ ہلکا ہو جائے۔ قربان، اپنے ایک نواسے کو مجھے دیدیجیے، تاکہ آپؐ کا بوجھ ہلکا ہو جائے۔

آپؐ نے فرمایا، جاؤ، اللہؐ نے تمہاری بات سُنی اور اُسے تمہارا مقام معلوم ہے۔

پھر دوسرے صحابی نے بڑھ کر عرض کی : یا رسول اللہؐ! میرے ماں باپ آپؐ پر فدا ہوں، اِن میں سے ایک نواسے کو مجھے دیدیجیے۔ میں آپؐ کا بوجھ ہلکا کر دوں۔

آپؐ نے فرمایا، ہٹو، جاؤ اللہؐ نے تمہاری بات بھی سُنی اور اُس کو تمہارا بھی مقام معلوم ہے۔

پھر آنحضرتؐ سے حضرت علیؑ ملے اور عرض کی، یا رسول اللہؐ میرے ماں باپ آپؐ پر قربان، میرے ایک بچے کو مجھے دیدیجیے، تاکہ میں آپؐ کا بار بٹاؤں۔

یہ سُن کر آنحضرتؐ امام حسنؑ کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا، اے حسنؑ! کیا تم اپنے والد کے کاندھے پر جانا چاہتے ہو؟

امام حسنؑ نے عرض کی نانا جان! بخدا مجھے آپؐ کا دوشِ مبارک اپنے والد کے کاندھے سے زیادہ پسند ہے۔

پھر آنحضرتؐ نے امام حسینؑ سے دریافت فرمایا، اے حسینؑ! کیا تم اپنے والد کے کاندھے پر جانا چاہتے ہو؟

امام حسینؑ نے عرض کی [illegible] جان، بخدا مجھے اپنے والد بزرگوار کے کاندھے سے زیادہ آپؐ کا دوشِ اقدس پسند ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم دونوں کو اپنے دوشِ اقدس پر بٹھائے ہوئے فاطمہ زہراؑ کے گھر پہنچے۔ فاطمہ زہراؑ نے اِن دونوں کے لیے کھجوریں رکھ چھوڑی تھیں اسے لاکر اِن دونوں کے سامنے رکھا۔ انھوں نے کھجوریں کھائیں شکم سیر ہوئے اور خوش ہو گئے

پھر نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے ان دونوں سے فرمایا، اچھا اب اُٹھو اور تم دونوں زور آزمائی کرو تاکہ میں دیکھوں کہ تم دونوں میں کون زیادہ طاقتور ہے۔

دونوں زور آزمائی کے لیے اُٹھ کھڑے ہوئے، اسی اثناء، فاطمہ زہراؑ کسی کام سے چلی گئیں۔ جب واپس آئیں تو آنحضرتؐ کو یہ فرماتے ہوئے سنا، اے حسنؑ ہاں شاباش [illegible] اور زور لگاؤ، حسینؑ کو پچھاڑ دو۔

جناب فاطمہ زہراؑ نے عرض کی، بابا جان! تعجب ہے آپؐ اِن کے مقابلے [illegible] میں اُن کو اُبھار رہے ہیں چھوٹے کے مقابلے میں بڑے کی ہمت افزائی فرما رہے ہیں۔؟ ... کیا تم اس پر خوش نہیں ہو کہ میں حسنؑ کی ہمت افزائی

کرتے ہوئے کہوں کہ ہاں شاباش حسینؑ کو پچھاڑ دو، جبکہ اُدھر میرے دوست جبرئیلؑ برابر یہ کہہ رہے ہیں کہ ہاں اے حسینؑ! شاباش، حسنؑ کو پچھاڑ دو۔

★ ابوہریرہ و ابنِ عبّاس و امام جعفر صادق علیہ السّلام سے اِسی طرح کی روایت ہے۔ نیز خرکوشی نے اپنی کتاب شرف النّبیؐ میں اِسی کے ہم معنی روایت ہارون الرّشید سے اور اُس نے اپنے آباء سے کی ہے۔ (امالی شیخ صدوقؒ)

(۲۶) اے رسولؐ! حسنینؑ اور اُن کے محبّوں سے حُب رکھو، حکمِ خداوندی :

عبد العزیز نے حضرت علی علیہ السّلام سے روایت کی ہے: آپؑ نے ارشاد فرمایا رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے مجھ سے ارشاد فرمایا کہ :

" یا علی لقد اذہلنی ھٰذان الغلامان یعنی الحسن والحسین اَن اُحبَّ بعدھما احدًا اِنَّ ربّی امرنی اَن اُحبّھما وَاُحبّ من یُحبّھما "

یعنی : (اے علیؑ مجھے اِن دونوں فرزندوں یعنی حسنؑ و حسینؑ نے حیرت میں ڈال دیا ہے کہ اِن کے بعد کسی اور سے کیسے محبّت کروں۔ اور اللہ تعالےٰ نے بھی مجھے حکم دیا ہے کہ میں اِن دونوں سے محبّت کروں اور جو شخص اِن دونوں سے محبّت کرے اُس سے بھی محبت کروں۔) (کامل الزّیارت)

(۲۷) رسولؐ کو حکم کہ حسنینؑ سے محبّت کرو (کامل الزّیارت)

عمران بن حصین سے روایت ہے۔ اُن کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے ارشاد فرمایا کہ: " اے عمران بن حصین! دل میں ہر شے کے لیے کچھ جگہ ہوتی ہے مگر اِن دونوں فرزندوں یعنی حسنؑ و حسینؑ نے تو میرے دل میں کسی شے کے لیے بھی کوئی جگہ ہی نہیں چھوڑی۔"

میں نے عرض کی، یا رسول اللہؐ؛ ساری ہی جگہ لے لی ؟

آپؐ نے ارشاد فرمایا، میں اکثر باتیں تم سے نہیں چھپاتا :

" اِنَّ اللہَ اَمَرَنی بِحُبّھما " (اللہؐ نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں اِن دونوں سے محبّت کروں۔)

(۲۸) کامل الزّیارت ہی میں ابنِ ابی الخطاب اور ابوذُر غفاری سے اِسی کے مثل روایت مرقوم ہے۔ (کامل الزّیارت)

(۲۹) حسنینؑ کے دوستداروں کی بخشش بشرطیکہ وہ ایمان سے خارج نہ ہوں

ربیعہ سعدی نے حضرت ابوذر غفاریؓ سے روایت کی ہے۔ اُن کا بیان ہے کہ میں نے دیکھا رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم، حسینؑ کے رُخساروں کے بوسے لے رہے تھے اور فرما رہے تھے کہ: "جو شخص

"من احبّ الحسن والحسين وذرّيتهما مخلصاً لم تلفح النار وجهه ولو كانت ذنوبه بعدد رمل عالج الّا ان يكون ذنباً يخرجه من الايمان"

یعنی: (جو شخص حسنؑ وحسینؑ اور اُن کی ذرّیت سے خالص محبّت کرے گا، جہنم کی آگ اُس کے چہرے کو ہرگز نہ جھلسے گی خواہ اُس کے گناہ ریت کے ٹیلے کے برابر ہی کیوں نہ ہوں، سوائے اِس کے کہ اُس نے کوئی ایسا گناہ نہ کیا ہو جو اُسے ایمان سے خارج کردے۔) (کامل الزّیارت)

(۳۰) حسنینؑ سے محبّت کا حکم

عبداللہ ابن مسعود سے روایت ہے اُن کا بیان ہے کہ میں نے رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کو فرماتے ہوئے سُنا۔ آپؐ فرما رہے تھے:

"من كان يحبّني فليحبّ ابنيّ هذين فان الله امرني بحبّهما۔"

یعنی: (جو شخص مجھ سے محبّت کا دعویدار ہے اُس پر لازم ہے کہ میرے اِن دونوں فرزندوں سے محبّت کرے۔ اِس لیے کہ اللہ نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں اِن دونوں سے محبّت کروں۔) (کامل الزّیارت)

(۳۱) عُروۃُ الوُثقیٰ سے مراد

حضرت امام جعفر صادق علیہ السّلام سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا:

"من اراد ان يتمسّك بعروة الله الوثقى التي قال الله عزّوجلّ في كتابه فليتوال عليّ ابن ابي طالب والحسن والحسين فان الله تبارك وتعالى يحبّهما من فوق عرشه۔"

یعنی: (جو شخص چاہتا ہے کہ اس مضبوط رسّی کو پکڑے جس کا ذکر اللہ نے اپنی کتاب میں کیا ہے تو اُس پر لازم ہے کہ وہ علیؑ ابنِ ابی طالبؑ اور حسنؑ وحسینؑ سے تولّی رکھے، اِس لیے کہ اللہ اپنے عرش پر اِن دونوں سے محبّت کرتا ہے۔) (کامل الزّیارت)

(۳۲) دشمنانِ حسنینؑ کو رسولؐ کی شفاعت نصیب نہ ہوگی

حضرت امام جعفر صادق علیہ السّلام سے روایت ہے۔ آپؑ نے فرمایا کہ حضرت رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کا ارشادِ گرامی ہے:

"من ابغض الحسن والحسين جاء يوم القيمة وليس على وجهه لحم ولم تنله شفاعتي۔"

یعنی: (جو شخص حسنؑ وحسینؑ سے بغض ودشمنی رکھے گا وہ قیامت کے دن اِس حال میں آئے گا کہ اُس کے چہرے پر گوشت نہ ہوگا اور میری شفاعت اُس کو نصیب نہ ہوگی۔) (کامل الزّیارت)

(۳۳) رسولؐ کے باغِ زندگی کے دو پھول

ابوبصیر سے روایت ہے۔ اُن کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے ارشاد فرمایا "قرّة عيني النساء وريحانتي الحسن والحسين"

یعنی: [illegible]

یعنی : (اور وہ لوگ جو ایمان لائے اور اُن کی ذرّیت نے ایمان میں اُن کا اتّباع کیا ۔)
تو حسنؑ و حسینؑ سے بڑھ کر کسی اور کا اتّباع نہیں ہے ۔

اِس کے بعد ارشادِ الٰہی ہے کہ :

" اَلْحَقْنَا بِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ " ، (سورۃ الطّور آیت ۲۱)

یعنی : (ہم نے اُن کی ذرّیت کو اُن سے مِلا دیا ۔)

تو اللہ تعالےٰ نے ان دونوں کے ساتھ ان کی ذرّیت کو رسولؐ سے ملحق فرما دیا ۔
اور اس امر کی گواہ قرآن مجید کی یہی آیتیں ہیں ۔ لہٰذا ، جس طرح نبی صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کو نبوّت کا حق حاصل ہے اسی طرح ان کو امامت کا حق حاصل ہے اور ان کی اطاعت بھی واجب ہے ۔

دوسرے مقام پر اللہ تعالےٰ حاملینِ عرش کے متعلّق ارشاد فرماتا ہے :

" اَلَّذِيْنَ يَحْمِلُوْنَ الْعَرْشَ وَمَنْ حَوْلَهٗ يُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَيُؤْمِنُوْنَ بِهٖ وَيَسْتَغْفِرُوْنَ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ۚ رَبَّنَا وَسِعْتَ كُلَّ شَيْءٍ رَّحْمَةً وَّعِلْمًا فَاغْفِرْ لِلَّذِيْنَ تَابُوْا وَاتَّبَعُوْا سَبِيْلَكَ وَقِهِمْ عَذَابَ الْجَحِيْمِ ○ رَبَّنَا وَاَدْخِلْهُمْ جَنّٰتِ عَدْنِ ۨالَّتِيْ وَعَدْتَّهُمْ وَمَنْ صَلَحَ مِنْ اٰبَآئِهِمْ وَاَزْوَاجِهِمْ وَذُرِّيّٰتِهِمْ ۭ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۙ○ وَقِهِمُ السَّيِّاٰتِ ۭ

(سورۃ المومن آیت ۷، ۸، ۹)

یعنی : (وہ (فرشتے) جو عرش کو اُٹھائے ہوئے ہیں اور وہ جو اُس کے اطراف و جوانب ہیں اپنے پروردگار کی حمد کی تسبیح کرتے ہیں اور اُس پر ایمان رکھتے ہیں مومنوں کے لیے بخشش کی دعا مانگتے ہیں (یہ کہتے ہوئے کہ) پروردگارا ! تیری رحمت اور علم ہر شے پر محیط ہے ۔ پس جنھوں نے توبہ کی اور تیرے راستے کی پیروی کی اُنھیں بخش دے اور اُنھیں عذابِ جہنّم سے بچا لے ۔ اے ہمارے رب اُنھیں سدا بہار باغوں میں داخل فرما جس کا تو نے اُن سے وعدہ فرمایا ہے ۔ اور جو اُن کے آباء میں سے اور اُن کی بیویوں (ازواج) میں سے اور اُن کی ذرّیت میں سے نیک ہوں ، (اُن کو بھی بخش دے) بیشک تو ہی زبردست حکمت والا ہے ۔ اور اُنھیں بُرائیوں سے محفوظ فرما ۔)

عقل وفہم کے
میں مافوق العا
کے لیے حجت ا
اپنے دشمنوں
وعدہ فرماتا

تو رسولؐ ان
مگر رسول الل
کو اور دوسر

تاکہ اس سے
بھی مقدم
مخلوق میں

''

یعنی : (

اور

یعنی :
اور

یعنی : (

اور ان کے مقابلے پر
حضرات اُٹھے اور انھوں نے دعوائے امامت کیا
اس زمانے میں معاویہؓ اور یزیدؓ کے علاوہ کسی اور نے دعوٰی نہیں کیا اور
ان کا فسق بلکہ کفر تک ثابت ہے۔ لہٰذا لازم ہے کہ امام حسنؑ و امام حسینؑ کو
امام تسلیم کرلیا جائے۔

● — نیز اجماعِ اہلِ بیت علیہم السّلام سے بھی ان دونوں حضرات کی امامت پر
استدلال ممکن ہے۔ اِس لیے کہ ان دونوں کی امامت پر تمام اہلِ بیت کا
اجماع ہے اور ان کا اجماع حجت ہے۔

● — پھر ایک مشہور حدیث بھی اِن دونوں حضرات کی امامت کی دلیل ہے اور وہ
یہ ہے کہ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے ارشاد فرمایا:
"ابنای ھٰذان اماماں قاما او قعدا"
(یہ میرے دونوں فرزند امام ہیں خواہ کھڑے ہوں خواہ بیٹھے رہیں)
یعنی : آنحضرتؐ کے قول کے مطابق خواہ وہ اس کے لیے جہاد کریں یا بیٹھے رہیں
دعوائے امامت کریں یا نہ کریں، بہرحال وہ امام ہیں اور رہیں گے۔

● — پھر ان دونوں کا صاحبِ عصمت ہونا، منصوص ہونا اور افضلِ خلق ہونا بھی
ان کی امامت کی دلیل ہے۔ نیز خلافت ہمیشہ سے اولادِ انبیاء ہی میں رہی ہے
اور آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی سوائے ان دونوں شہزادوں کے کوئی بھی
اولاد باقی نہ تھی۔

● — ان دونوں حضرات کی امامت کی دلیلوں میں سے ایک دلیل رسولؐ کا ان دونوں
صاحبزادوں کے لیے بیعت لینا ہے اور ان دونوں کے سوا کمسنی میں کبھی کسی کے لیے
بیعت نہیں لی گئی۔

● — نزولِ سورۂ دہر کے وقت یہ دونوں عالمِ طفولیت میں تھے مگر قرآنِ مجید
وَيُطْعِمُونَ الطَّعَامَ اور جَزَاهُمْ بِمَا صَبَرُوا کہہ کر ان کے
عمل کو بھی لائقِ ثواب و جزا سمجھتا ہے۔ اور ان کے والدین کے ساتھ ان سے بھی
جنّت کا وعدہ کرتا ہے۔

● — نیز اِن دونوں کا مباہلے میں (باوجود کمسنی) شریک کیا جانا۔ ابنِ علّان معتزلی
کہتے ہیں کہ مباہلے میں ان کی شرکت، اِس امر کی دلیل ہے کہ (باوجود کمسنی) یہ شہزادے
[illegible] مباہلہ صرف بالغ لوگوں کے ساتھ جائز ہے۔

تمام مفسرین کا اس پر اجماع ہے کہ اَبْنَآءَنَا سے مراد حسنؑ و حسینؑ ہیں۔ اور
ابوبکر رازی کہتے ہیں کہ یہ اس امر کی دلیل ہے کہ یہ دونوں ابنائے رسولؐ ہیں اور لڑکی کا
فرزند بھی درحقیقت اپنا فرزند ہوتا ہے۔

• ابو صالح کا بیان ہے کہ اللہ تعالیٰ کے اس قول کے متعلق:
"قُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ وَسَلَامٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى"
(سورۃ النمل آیت ۵۹)

یعنی: (کہدو (اے رسولؐ!) تمام تعریف اللہؑ کے لیے ہے اور سلام ہو اس کے
ان بندوں پر جنھیں اس نے منتخب کیا۔)

ابن عباسؓ نے کہا کہ اس سے مراد اہل بیتؑ رسولؐ یعنی علیؑ ابن ابی طالبؑ و
فاطمہ زہراؑ و حسنؑ و حسینؑ اور قیامت تک ان کی اولادیں ہیں۔ یہی اللہؑ کے منتخب بندے ہیں۔

• ابو نعیم فضل بن دکین نے اپنے اسناد کے ساتھ سعید بن جبیر سے روایت
کی ہے۔ انھوں نے مندرجہ ذیل آیت:
"وَالَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ اَزْوَاجِنَا
وَذُرِّيّٰتِنَا .... الخ (سورۃ الفرقان آیت ۷۴)

یعنی: (اور وہ جو کہتے ہیں کہ ہمارے پروردگار! ہمارے لیے ہماری ازواج اور
ہماری ذریت کو ..... الخ)

کے متعلق کہا ہے کہ خدا کی قسم یہ آیت بالخصوص امیر المومنین حضرت علیؑ ابن ابی طالبؑ
کے لیے نازل ہوئی ہے۔ چنانچہ امیر المومنینؑ اپنی اکثر دعاؤں میں یہ آیت تلاوت کیا کرتے تھے
"رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ اَزْوَاجِنَا (یعنی فاطمہؑ) وَذُرِّيّٰتِنَا (یعنی حسنؑ حسینؑ)
قُرَّةَ اَعْيُنٍ"

امیر المومنینؑ اپنی اس دعاء کے متعلق خود ارشاد فرماتے ہیں کہ خدا کی قسم میری
اس دعاء کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ اللہ تعالیٰ مجھے کوئی خوبصورت بچہ عطا فرمائے، اور نہ میرا
یہ مطلب ہے کہ وہ مجھے کوئی دراز قد فرزند عطا فرمائے، بلکہ میں نے اپنے لیے ایسی اولاد
کی دعاء کی ہے جو اللہؑ کی اطاعت کرے اور اللہؑ سے ڈرے، تاکہ جب میں انھیں دیکھوں
کہ وہ اللہؑ کی اطاعت کر رہے ہیں تو میری آنکھیں ٹھنڈی ہوں۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے: "وَاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِيْنَ اِمَامًا ○"

یعنی: (اور ہمیں متقیوں کا امام بنا دے۔)

اس آیت کے متعلق حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا: ہم اپنے ماقبل متقیوں کی
اقتدا کرتے ہیں، لہٰذا ہم میں سے جو متقی ہیں ہمارے بعد اُن کی اقتدا کی جائے گی۔

نیز اللہ تعالیٰ نے فرمایا:
"اُولٰٓئِكَ يُجْزَوْنَ الْغُرْفَةَ بِمَا صَبَرُوْا" (سورۃ الفرقان آیت ۷۵)

یعنی: (یہ وہی تو ہیں جنھیں جزا میں (جنت کے) بالاخانے عطا کیے
جائیں گے۔ بسبب اس صبر کے جو انھوں نے کیا۔)

اس سے مراد علیؑ ابن ابی طالبؑ، حسنؑ و حسینؑ اور فاطمہؑ ہیں۔
"وَيُلَقَّوْنَ فِيْهَا تَحِيَّةً وَّسَلٰمًا ۙ خٰلِدِيْنَ
فِيْهَا حَسُنَتْ مُسْتَقَرًّا وَّمُقَامًا ○

یعنی: (اور وہاں انھیں ہدیۂ تہنیت اور سلام پیش کیا جائے گا
وہ اس (جنت) میں ہمیشہ رہیں گے جو عمدہ ٹھکانہ اور (بہترین)
مقام ہے۔)

• اور روایت کی گئی ہے کہ: "وَالتِّيْنِ وَالزَّيْتُوْنِ"
(سورۃ التین آیت ۱)

یعنی: (قسم ہے انجیر کی اور زیتون کی)
بھی انھیں حضرات کی شان میں نازل ہوئی ہے۔

• حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے آیت:
"يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَاٰمِنُوْا
بِرَسُوْلِهٖ يُؤْتِكُمْ كِفْلَيْنِ مِنْ رَّحْمَتِهٖ
وَيَجْعَلْ لَّكُمْ نُوْرًا تَمْشُوْنَ بِهٖ ...."
(سورۃ الحدید آیت ۲۸)

یعنی: (اے وہ لوگو! جو ایمان لائے ہو۔ اللہؑ سے ڈرو اور اُس کے
رسولؐ پر ایمان لاؤ تو وہ تمھیں اپنی رحمت کا دوہرا حصّہ
دے گا اور تمھارے لیے ایک ایسا نور قرار دے گا جس سے تم
چلو پھرو گے......)

کے متعلق فرمایا کہ کِفْلَیْنِ سے مراد امام حسنؑ و امام حسینؑ ہیں اور نور سے مراد
حضرت علی علیہ السلام ہیں۔

• ایک اور روایت میں سماعہ نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے نقل کیا ہے

کہ آپؐ نے ارشاد فرمایا: " نُورًا تَمشُونَ بِہٖ " یعنی امام حسن کی تم لوگ پیروی کرو اُس محبت کے ساتھ جو نبی صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کو ان دونوں سے تھی۔

- ــــ احمد بن حنبل اور ابو یعلی موصلی اپنی اپنی مُسندوں میں اور ابن ماجہ نے سنن میں اور ابن بطہ نے ابانہ میں، ابو سعید نے شرف النبی میں اور سمعانی نے فضائل میں اپنے اپنے اسناد کے ساتھ ابو ہریرہ سے روایت کی ہے، اُن کا بیان ہے کہ:
نبی صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے ارشاد فرمایا:

"مَن اَحبَّ الحسن والحسین فقد اَحبّنی وَ مَن اَبغضھما فقد اَبغضنی۔"

یعنی: (جس نے حسنؑ وحسینؑ سے محبّت کی اُس نے مجھ سے محبّت کی اور جس نے ان دونوں سے دشمنی کی اُس نے مجھ سے دشمنی کی۔)

- ــــ جامعِ ترمذی اپنے اسناد کے ساتھ انس بن مالک سے روایت کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم سے دریافت کیا گیا کہ یہ ارشاد فرمایئے کہ آپؐ کو اپنے اہلِ بیت میں سب سے زیادہ کس سے محبّت ہے؟
فرمایا: حسنؑ وحسینؑ سے۔
پھر فرمایا: " من اَحبَّ الحسن والحسین اَحببتُہٗ وَمن احببتہ اَحبّ اللہ وَمَن اَحبّ اللہ ادخلہ الجنّۃ وَمَن ابغضھما ابغضتہ ومن ابغضتُہٗ ابغضہ اللہ ومن ابغضہ اللہ خلّدہ النّار۔"

یعنی: (جو شخص حسنؑ وحسینؑ سے محبّت کرے گا اُس سے میں محبّت کروں گا اور جس سے میں محبّت کروں گا اللہ بھی اُس سے محبّت کرے گا اور اُس کو (اللہ) جنّت میں داخل کرے گا۔ اور جو اِن دونوں سے بُغض رکھے گا اُس سے میں بُغض رکھوں گا اور جس سے میں بُغض رکھوں گا اُس سے اللہ بُغض رکھے گا، اور جس سے اللہ بُغض رکھے گا اُس کو (وہ) جہنّم میں ہمیشہ کے لیے ڈال دے گا۔)

- ــــ جامعِ ترمذی وفضائل احمد وشرف المصطفٰے وفضائل سمعانی وامالی ابنِ شریح وابانہ ابن بطہ میں مرقوم ہے کہ ایک مرتبہ نبی صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے امام حسنؑ وامام حسینؑ کا ہاتھ پکڑا اور فرمایا: " مَنْ اَحبّنی اَحبّ

ھٰذین واَباھما وَاُمّھما کان معی فی درجتی فی الجنّۃ یوم القیٰمۃ

یعنی: (جس نے مجھ سے محبّت کی اور اِن دونوں نیز اِن دونوں کے والد اور والدہ سے محبّت کی وہ جنّت میں میرے ساتھ میرے درجے میں ہوگا قیامت کے دن۔)

- ــــ ابو الحسین نے اپنی ایک نظم میں کتاب نظم الاخبار میں مذکورہ بالا حدیث کو بعینہ نظم کیا ہے۔ (نظم الاخبار)

- ــــ جامعِ ترمذی وابانہ عکبری وکتاب سمعانی میں اپنے اسناد کے ساتھ اسامہ بن زید سے روایت ہے کہ: ایک مرتبہ میں شب کے وقت ایک کام کے لیے نبی صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے بیت الشّرف پر حاضر ہوا۔ دستک دی۔ آپؐ باہر تشریف لائے تو آپؐ کوئی چیز لیے ہوئے تھے مگر میں اندازہ نہ کر سکا کہ کیا چیز ہے۔ جب میں اپنی ضرورت سے فارغ ہو چکا تو عرض کی (یا رسول اللہ!) آپؐ کیا چیز لیے ہوئے ہیں؟ آپؐ نے چادر ہٹائی تو دیکھا کہ حسنؑ وحسینؑ کو اپنی گود میں لیے ہوئے ہیں۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا:

" ھٰذان ابنای وابنا ابنتی اللّٰھم انی احبھما و احبّ من یحبّھما۔"

یعنی: (یہ دونوں میرے فرزند اور میری بیٹی کے فرزند ہیں، میں اِن دونوں سے محبّت کرتا ہوں اور جو اِن دونوں سے محبّت کرے اُس سے بھی محبّت کرتا ہوں۔)

- ــــ فضائل احمد وتاریخِ بغداد میں اپنے اسناد کے ساتھ عمر بن عبد العزیز سے روایت ہے کہ ایک زنِ صالحہ خولہ بنتِ حکیم کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم اپنے بیت الشّرف سے برامد ہوئے اور آپؐ اپنے دونوں نواسوں حسنؑ وحسینؑ میں سے کسی ایک کو گود میں لیے ہوئے تھے اور فرما رہے تھے " تم ایک جانب رکھ دیے جاؤ گے، تم سے لوگ تجاہل برتیں گے تم سے لوگ بُخل سے کام لیں گے درآنحالیکہ تم اللہ کے پھول ہو۔"

- ــــ ابنِ مسعود سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ امام حسنؑ اور امام حسینؑ، رسول اللہ

" مَن اَحبّنی فلیحبّ هٰذین "

یعنی : (جو شخص مجھ سے محبّت کرتا ہے پس وہ اِن دونوں سے بھی محبّت کرے۔)

● — ابنِ مسعود اور ابوہریرہ دونوں سے روایت ہے۔ ان دونوں کا بیان ہے کہ: ایک مرتبہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم اپنے بیت الشّرف سے برآمد ہوئے تو آپؐ کے ساتھ حسنؑ و حسینؑ بھی تھے۔ ایک آپؐ کے اِس کاندھے پر اور ایک آپؐ کے اُس کاندھے پر۔ آپؐ کبھی اِس کو بوسہ دیتے اور کبھی اُس کو بوسہ دیتے یہاں تک کہ آپؐ ہم لوگوں کے پاس تشریف لائے تو ایک شخص نے عرض کی: یا رسول اللہؐ! کیا آپؐ اِن دونوں سے اتنی محبّت کرتے ہیں ؟

آپؐ نے ارشاد فرمایا :

" مَن احبّهما فقد احبّنی ومن البغضهما فقد البغضنی "

یعنی : (جس نے اِن دونوں سے محبّت کی اُس نے مجھ سے محبّت کی اور جس نے اِن دونوں سے بُغض رکھا اُس نے مجھ سے بغض رکھا۔)

● — ترمذی نے جامع میں، سمعانی نے فضائل میں اپنی احادیث کے اندر، یعلیٰ بن مرّہ ثقفی و براء بن عازب و اُسامہ بن زید و ابوہریرہ و اُمّ سلمہ سے روایت کی ہے کہ نبی صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے امام حسنؑ و امام حسینؑ کے متعلق فرمایا :

" اَللّٰھُمَّ اِنّی اُحبّھما " ۔ (یا اللہ! میں اِن دونوں سے محبّت کرتا ہوں)

ایک روایت میں ہے کہ اِس کے ساتھ یہ بھی ارشاد فرمایا :

" واَحبّ مَن اَحبّھما " (اور جو اِن دونوں سے محبّت رکھتا ہے میں اُس سے بھی محبّت رکھتا ہوں۔)

● — ابوالحویرث سے روایت ہے کہ نبی صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے فرمایا :

" اَللّٰھُمَّ اَحبّ حسنًا وحسینًا و اَحبّ من یحبّھما "

یعنی : (یا اللہ! تو حسنؑ و حسینؑ کو دوست رکھ اور جو اِن دونوں کو دوست رکھے تو اُس کو بھی دوست رکھ۔)

● — معاویہ بن عمّار نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السّلام سے روایت کی ہے

" اِنّ حبّ علیّ قذف فی قلوب المومنین فلا یحبّه اِلّا مومن ولا یبغضه اِلّا منافق واِنّ حبّ الحسن والحسین قذف فی قلوب المومنین والمنافقین والکافرین فلا ترٰی لهم ذامًّا۔ "

یعنی : (علیؑ کی محبّت صرف مومنین کے دلوں میں ڈالی جاتی ہے۔ لہٰذا اِن سے وہی محبّت کرے گا جو مومن ہوگا، اور اِن سے بغض وہی رکھے گا جو منافق ہوگا۔ اور حسنؑ و حسینؑ کی محبّت مومنین و منافقین و کافرین کے دلوں میں بھی ڈالی جاتی ہے اس لیے تم ان کی مذمّت کرنے والا کسی کو بھی نہ پاؤ گے۔)

● — نیز نبی صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے اپنے عالمِ نزع میں حسنؑ و حسینؑ کو اپنے پاس بُلایا، اُن کی خوشبو سونگھی انھیں بوسہ دیا اور آنکھوں میں آنسو ڈبڈبا آئے۔

(۴۹) — باغِ رسالت کے دو پھول

شرف النّبی خرکوشی و فردوس الاخبارِ دیلمی میں ابنِ عمر سے جامعِ ترمذی، ابوہریرہ سے اور صحیح بخاری و مسند الرّضا میں حضرت امام رضا علیہ السّلام نے اپنے آبائے کرام سے روایت کی ہے کہ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے ارشاد فرمایا کہ :

" الولد ریحانة والحسن والحسین ریحانتای من الدّنیا۔ "

یعنی : (فرزند (درحقیقت انسان کے باغِ زندگی کا) پھول ہوتا ہے اور حسنؑ و حسینؑ میری دنیاوی زندگی کے دو پھول ہیں۔)

ترمذی کہتے ہیں کہ یہ حدیث صحیح ہے۔

اور یہ روایت شُعبہ و مہدی بن میمون نے بھی محمّد بن یعقوب سے کی ہے نیز یہ روایت بھی کی ہے کہ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے امام حسنؑ و امام حسینؑ سے فرمایا کہ: " اِنّکما من ریحان اللہ " (تم دونوں اللہؐ کے پھول ہو)

اور عتبہ بن غزوان کی روایت میں ہے کہ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم، ان

دونوں کو اپنی آغوش میں بٹھائے ہوئے تھے کبھی اِن کے بوسے لیتے تھے کبھی اُن کے بوسے لیتے تھے تو کچھ لوگوں نے پوچھا، یا رسول اللہ! کیا آپؐ ان دونوں سے محبت کرتے ہیں ؟

آپؐ نے ارشاد فرمایا :

" مالی لا اُحبّ ریحانتیّ من الدّنیا "

یعنی : (میں دنیا کے اپنے اِن دو پھولوں سے کیوں نہ محبت کروں)

- اور اسی طرح کی روایت راشد بن علی و ابو ایّوب انصاری اور اشعث بن قیس نے حضرت امام حسین علیہ السّلام سے بھی کی ہے۔

حسنینؑ کیلئے آنحضرتؐ کی دُعا، تعویذ

آنحضرتؐ کی شفقت و محبّت کا اظہار اِس روایت سے بھی ہوتا ہے جو صاحب حلیتہ الاولیاء نے اپنے اسناد کے ساتھ عبداللہ ابنِ عبّاسؓ اور عبداللہ ابنِ عمر سے نقل کیں۔ ان دونوں کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ ہم لوگ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی خدمت میں بیٹھے ہوئے تھے کہ ادھر سے امام حسنؑ و امام حسینؑ گذرے جو ابھی بہت کمسن تھے۔

آنحضرتؐ نے فرمایا، میرے ان دونوں بچّوں کو میرے پاس لاؤ۔ میں ان دونوں پر وہی دُعا، پڑھ کر دم کروں گا جو حضرت ابراہیمؑ نے اپنے دونوں فرزندوں اسمٰعیل و اسحاق پر دَم کی تھی۔

پھر فرمایا، میں تم دونوں کو اللہ تعالیٰ کے کلماتِ تامّہ کی پناہ میں دیتا ہوں ہر نظرِ بد سے اور ہر شیطانؑ سے اور ہر بَلا سے بچانے کے لیے۔

ابنِ ماجہ نے سُنن میں اور ابونعیم نے حلیہ میں اور سمعانی نے فضائل میں اپنے اسناد کے ساتھ ابنِ عبّاسؓ سے روایت کی ہے کہ : نبی صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم حسنؑ و حسینؑ پر دُعا، پڑھ کر دَم کیا کرتے تھے اور فرماتے تھے : میں تم دونوں کو اللہؑ کے کلماتِ تامّہ کی پناہ میں دیتا ہوں، ہر شیطانؑ اور ہر بَلا اور ہر چشمِ بد سے بچانے کے لیے اور یہی دُعا حضرت ابراہیمؑ بھی اپنے فرزندوں اسمٰعیل و اسحاق پر پڑھ کر دَم کیا کرتے تھے۔

اکثر تفاسیر میں آیا ہے کہ نبی صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم اِن دونوں پر معوذتین ، (سُورَۃُ الْفَلَقِ اور سُورَۃُ النَّاسِ) پڑھ کر دم کیا کرتے تھے۔ اسی بِنا، پر ان سورتوں کا نام معوذتین پڑ گیا۔ ابو سعید خدری نے اس روایت میں اتنا اضافہ اور کیا ہے کہ بھی

آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے ارشاد فرمایا کہ اِسی طرح حضرت ابراہیمؑ بھی اپنے فرزندوں اسمٰعیلؑ و اسحاق پر تعویذ کیا کرتے تھے

مُعوذتین حسنینؑ کے تعویذ ہیں جزوِ قرآن نہیں

آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی دُعا، و تعویذ کی کثرت کی ایک دلیل یہ ہے کہ ابنِ مسعود وغیرہ کا قول ہے کہ مُعوّذتَیْن یعنی سُورَۃُ الْفَلَقِ اور سُورَۃُ النَّاسِ ، یہ دونوں سُورے درحقیقت امام حسنؑ و امام حسینؑ کے تعویذات ہیں، یہ جُزوِ قرآن نہیں ہیں۔

اذان : ابنِ بطّہ نے اپنی کتاب ابانہ میں اور ابونعیم بن دکین نے اپنے اسناد سے ابورافع سے روایت کی ہے، اُن کا بیان ہے کہ جب امام حسنؑ تولّد ہوئے تو میں نے دیکھا کہ آنحضرتؐ نے اُن کے کان میں اذان کہی اور اسی طرح جب امام حسینؑ تولّد ہوئے تو آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے اُن کے کان میں بھی اذان کہی۔

عقیقہ : ابنِ غسّان نے اپنے اسناد کے ساتھ روایت کی ہے کہ نبی صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے امام حسنؑ اور امام حسینؑ کا عقیقہ ایک ایک بکری پر کیا اور ارشاد فرمایا۔ اِس کا گوشت کھاؤ اور کھلاؤ اور قابلہ (دایہ) کو بکری کی ایک ران دیدو۔ یہ روایت ابنِ بطّہ نے ابانہ میں بھی درج کی ہے۔

اقرع سے رسولؐ کی ناراضگی

احمد بن حنبل نے مسند میں ابوہریرہ سے روایت کی ہے کہ ایک مرتبہ حضرت نبی صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم امام حسنؑ و امام حسینؑ کے بوسے لے رہے تھے تو عینیہ نے کہا اور ایک روایت میں ہے! اقرع بن حابس نے کہا کہ میرے تو دس لڑکے ہیں مگر میں ان میں سے کسی ایک کے بھی بوسے نہیں لیتا۔

آنحضرتؐ نے اس کے جواب میں فرمایا : سنو!

" مَنْ لَّا یَرْحَمُ لَا یُرْحَمُ " (جو کسی پر رحم نہیں کرتا، اُس پر بھی کوئی رحم نہیں کرتا)

حفص الفرا، کی روایت میں ہے کہ یہ سُن کر آنحضرتؐ کو اس قدر غصّہ آیا کہ آپؐ کا چہرۂ اقدس سُرخ ہوگیا، اور فرمایا: "اگر تیرے دل سے اللہؐ نے رحم کو سلب کرلیا ہے تو میں اس کا کیا علاج کروں۔ سنو! ہم میں سے جو شخص چھوٹوں پر رحم نہ کرے اور بڑوں کی عزّت نہ کرے، وہ ہم میں سے نہیں ہے۔

حالتِ نماز میں حسنینؑ پُشتِ رسولؐ پر

ابو یعلی موصلی نے اپنی مُسند میں ابنِ مسعود سے اور سمعانی نے فضائل میں ابوہریرہ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ ایک مرتبہ نبی صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نماز پڑھ رہے تھے، جب آپؐ سجدے میں جاتے تو حسنؑ وحسینؑ آپؐ کی پُشتِ مبارک پر بیٹھ جاتے۔ جب لوگوں نے انھیں منع کرنا چاہا تو آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا، نہیں انھیں چھوڑ دو۔ پھر جب آپؐ نماز سے فارغ ہوتے تو اِن دونوں شہزادوں کو اپنی گود میں بٹھالیا اور فرمایا:

"مَنْ اَحَبَّنِی فلیحبّ هٰذین"

یعنی (جو شخص مجھ سے محبّت کرتا ہے اُس پر لازم ہے کہ اِن دونوں سے بھی محبّت کرے۔)

حلیۃ الاولیاء کی روایت میں ہے کہ آپؐ نے فرمایا، اِن کو اپنی حالت پر چھوڑ دو میرے ماں باپ اِن پر قربان، "جو شخص مجھ سے محبّت کرتا ہے اُس پر واجب ہے کہ اِن دونوں سے بھی محبّت کرے۔"

ایک قاتلِ حسین سے ربیع کی گفتگو

تفسیرِ ثعلبی میں مرقوم ہے کہ ایک مرتبہ ربیع بن خثیم نے ایک ایسے شخص سے کہا جو قتلِ حسینؑ میں شریک تھا کہ "تم لوگ اُن کے سروں کو (کاٹ کر) لٹکاتے ہوئے لائے ہو، خدا کی قسم تم لوگوں نے ایسے منتخبِ روزگار ہستیوں کو قتل کیا ہے کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم انھیں دیکھ لیتے تھے تو اُن کے منہ چومتے، انھیں اپنی گود میں بٹھاتے اس کے بعد ربیع نے قرآن مجید کی اِس آیت کی تلاوت کی۔

"قُلِ اللّٰھُمَّ فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ عَالِمَ الْغَیْبِ وَالشَّھَادَةِ

اَنْتَ تَحْكُمُ بَيْنَ عِبَادِكَ فِيْ مَا كَانُوْا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ

(سورۃ الزمر آیت ۴۶)

ترجمۂ آیت: (اے رسولؐ) کہدیجیے، اے اللہؐ! آسمانوں اور زمین کے پیدا کرنے والے، ظاہر اور باطن کے جاننے والے! تو اپنے بندوں کے مابین اُن اُمور میں فیصلہ فرمادے گا جن میں کہ وہ باہم اختلاف کرتے تھے۔)

آنحضرتؐ نے اپنی زبان حسنؑ وحسینؑ کے مُنھ میں دے دی

حضرت علی علیہ السّلام سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ (پانی کا قحط تھا) مسلمان شدید پیاس میں مبتلا ہوگئے۔ فاطمہ زہرا، امام حسنؑ و امام حسینؑ کو لے کر نبی صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی خدمتِ بابرکت میں آئیں اور عرض کی، یارسول اللہؐ! یہ دونوں ابھی بہت چھوٹے ہیں، پیاس نہ برداشت کرسکیں گے۔

آنحضرتؐ نے حسنؑ کو بُلایا اور اپنی زبان اُن کے دہن میں دے دی، وہ سیراب ہوگئے۔ پھر حسینؑ کو بُلایا اور ان کے دہن میں بھی اپنی زبان دے دی، وہ بھی سیراب ہوگئے۔

آنحضرتؐ کو حسنینؑ کی پیاس گوارا نہ تھی

ابوصالح موذّن نے "اربعین" میں ابنِ بطّہ نے "ابانہ" میں حضرت علیؑ اور خدری سے اور احمد بن حنبل نے مُسند عشرہ اور فضائل الصّحابہ میں عبدالرّحمٰن بن ازرق کے توسّط کے ساتھ حضرت علیؑ، نیز راویوں کی ایک جماعت نے حضرت اُمّ سلمہؓ سے اور میمونہؓ سے روایت کی ہے، حضرت علی علیہ السّلام کا بیان ہے کہ میں نے ایک مرتبہ دیکھا کہ نبی صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم اپنا پاؤں لحاف میں ڈالے ہوئے تھے کہ حسنؑ نے پانی مانگا۔ آنحضرتؐ خود اُٹھے، ہماری ایک بکری کے پاس پہنچے، اس کا دودھ دُوہا اور ایک پیالے میں حسنؑ کو لاکر دیا اُن کے ہاتھ میں دودھ کا پیالہ دیکھ کر حسینؑ اُن کی طرف لپکے۔ آنحضرتؐ نے اُن کو منع کیا، تو فاطمہؑ زہرا نے عرض کی، یارسول اللہؐ! ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آپؐ اِن دونوں میں حسنؑ سے زیادہ محبّت کرتے ہیں؟

میں اور تم اور یہ دونوں اور یہ جو زمین پر لیٹے ہیں' (ابوترابؑ) یہ سب قیامت کے دن ایک ہی جگہ ہوں گے۔ (مناقب ابنِ شہر آشوب)

(۵۰) ــــ رسولؐ کی اِن دونوں سے فرطِ محبت

ابو حازم نے ابوہریرہ سے روایت کی ہے۔ اُن کا بیان ہے کہ میں نے دیکھا کہ نبی صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم، حسنؑ و حسینؑ کا لعابِ دہن چوستے تھے جس طرح کوئی شخص پھل چوستا ہے۔

حسنؑ و حسینؑ سے آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی فرطِ محبت کا پتہ اس روایت سے بھی چلتا ہے جس کو یحییٰ بن کثیر اور سفیان ثوری نے اپنے اپنے اسناد سے بیان کیا ہے کہ ایک مرتبہ نبی صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم منبر پر تھے کہ حسنؑ و حسینؑ کے رونے کی آواز کان میں آئی۔ آپؐ فوراً بیتاب ہو کر اُٹھے اور ان کے پاس پہنچے، پھر فرمایا: اے لوگو! اولاد سوائے فتنہ کے اور کچھ نہیں ہے۔ میں ان دونوں کی طرف اُٹھ کر بھاگا تو میرے ہوش و حواس گم تھے۔

اور ایک روایت یہ بھی ہے کہ: فرمایا' اس کے سوا میری عقل میں کچھ نہ آیا۔

خرکوشی نے اپنی کتاب "لوامع اور شرف النبی" میں، سمعانی نے "فضائل" میں، ترمذی نے "جامع" میں، ثعلبی نے "کشف الغمۃ" میں، واحدی نے "وسیط" میں، احمد بن حنبل نے "فضائل" میں، عبداللہ بن بریدہ سے روایت کی ہے، اُن کا بیان ہے کہ میں نے اپنے والد کو بیان کرتے ہوئے سُنا کہ، ایک مرتبہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم منبر پر خطبہ ارشاد فرما رہے تھے کہ اتنے میں حسنؑ و حسینؑ سرخ قمیصیں پہنے ہوئے پاؤں پاؤں آتے ہوئے نظر آئے اور اُن کے پاؤں قمیصوں کے دامنوں سے اُلجھ رہے تھے۔ آنحضرتؐ یہ دیکھ کر فوراً منبر سے اُترے، ان دونوں کو اُٹھایا اور اپنے سامنے لا کر بٹھا لیا۔ پھر ارشاد فرمایا:

"اِنَّمَآ اَمْوَالُكُمْ وَاَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ" (سورۃ انفال آیت ۲۸)

ترجمۂ آیت: (اللہ نے سچ ارشاد فرمایا ہے کہ) (اس کے سوا نہیں ہے کہ تمہارے اموال اور تمہاری اولاد آزمائش ہیں۔) وغیرہ وغیرہ۔

- ابو طالب حارثی نے کتاب "قوت القلوب" میں تحریر کیا ہے کہ: صرف امام حسنؑ آرہے تھے۔

- ایک دوسری روایت میں ہے کہ آپؐ نے ارشاد فرمایا:

"ہماری اولاد ہمارے جگر کے ٹکڑے ہیں جو زمین پر چل رہے ہیں"

- معجم طبرانی نے اپنے اسناد کے ساتھ عبداللہ ابنِ مسعود سے موذّن نے اربعین میں اور خطیب نے اپنی تاریخ میں حضرت جابرؓ بن عبداللہ سے اپنے اسناد کے ساتھ روایت کی ہے کہ، نبی صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے ارشاد فرمایا کہ "ہر نبی کی ذرّیت خاص اُس کے صلب سے اللہؐ نے قرار دی ہے لیکن میری ذرّیت کو اللہ نے میرے صلب سے اور علیؑ ابنِ ابی طالبؑ کے صلب سے قرار دیا ہے۔ لڑکی کی اولاد اپنے باپ کی طرف منسوب ہوتی ہے سوائے اولادِ فاطمہؑ کے کہ میں ان کے بچوں کا باپ ہوں۔"

اور قرآن مجید کی اِس آیت کے متعلق کہ:

"مَاكَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ" (سورۃ الاحزاب آیت ۴۰)

ترجمۂ آیت: (محمدؐ تم مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں۔)

کہا گیا ہے کہ یہ آیت زید بن حارثہ کے متبنّیٰ ہونے کی نفی کے لیے نازل ہوئی ہے تمہارے مردوں میں سے، کا مطلب یہ ہے کہ اس وقت جو تم میں سے بالغ ہیں اور اس بات پر اجماع ہے کہ حسنؑ و حسینؑ اُس وقت بالغ نہ تھے۔

- غزالی نے "اخبار العلوم" میں اور دیلمی نے کتاب "فردوس الاخبار" میں مقدام بن معدی کرب سے روایت کی ہے کہ، نبی صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے فرمایا:

"حَسَنٌ مِّنِّی وَحُسَيْنٌ مِّنْ عَلِیٍّ"

یعنی (حسنؑ مجھ سے ہیں اور حسینؑ علیؑ سے ہیں)

پھر فرمایا: "هُمَا وَدِيعَتِی فِی اُمَّتِی"

(یہ دونوں میری اُمّت کے پاس میری امانت ہیں۔)

ــــ اِن دونوں کے ساتھ رسولؐ کی ملاعبت

اِن دونوں کے ساتھ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی ملاعبت (کھیل) کے متعلق وہ روایت ہے جسے ابنِ بطہ نے "ابانہ" میں چار طریقوں سے رقم کی کہ:

سفیان ثوری نے ابو زبیر سے، اُنھوں نے جابر بن عبداللہ انصاریؓ سے روایت کی ہے کہ: اُن کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں آنحضرتؐ کی خدمت میں حاضر ہوا تو دیکھا کہ

حسنؑ وحسینؑ نبی صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی پُشت پر بیٹھے ہوئے ہیں اور آپؐ فرما رہے ہیں
تم دونوں کا اونٹ کتنا اچھا اونٹ ہے اور تم دونوں کتنے اچھے سوار ہو۔
ابنِ نجیح کی روایت ہے۔ حسنؑ وحسینؑ نبی صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی پشتِ مبارک
پر سوار تھے اور کہتے تھے حلّ حلّ (چَل چَل) اور خود آنحضرت فرماتے تھے تم دونوں کا اونٹ
کتنا اچھا اونٹ ہے۔

سواری کی تعریف کے ساتھ سواروں کی بھی تعریف کرو

سمعانی نے اپنی کتاب "فضائل" میں اسلم غلامِ عمر سے اور اُس نے حضرت
عمر بن خطّاب سے روایت کی ہے، اُن کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں نے دیکھا کہ حسنؑ وحسینؑ
آنحضرتؐ کے دوشِ اقدس پر سوار ہیں۔ میں نے کہا، تم دونوں کا گھوڑا کیسا اچھا ہے۔
آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا، اور یہ دونوں سوار بھی کتنے اچھے ہیں۔
ابنِ حمّاد نے اپنے باپ سے روایت کی ہے کہ ایک مرتبہ آنحضرتؐ حسنؑ وحسینؑ
کے لیے اونٹ کی طرح بیٹھ گئے اور ان دونوں کو اپنی پشتِ اقدس پر سوار کیا اور انھیں
لے کر چند قدم آگے اور چند قدم پیچھے چلے، پھر فرمایا "تم دونوں کا اونٹ کتنا اچھا اونٹ ہے"۔

(۵۱) راکبِ دوشِ نبیؐ

خرکوشی نے اپنی کتاب "شرف النبی" میں عبدالعزیز سے اور اُس نے اپنے
اسناد کے ساتھ نبی صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم سے روایت کی ہے کہ ایک مرتبہ آنحضرت بیٹھے
ہوئے تھے کہ حسنؑ وحسینؑ آتے ہوئے نظر آئے۔ آپؐ نے انھیں دیکھا تو اُٹھ کھڑے ہوئے ان
دونوں کو آپؐ تک پہنچنے میں دیر ہوئی تو آپؐ خود آگے بڑھے، ان دونوں کو اُٹھایا اور اپنے
دوشِ اقدس پر بٹھالیا اور فرمایا: "یہ کتنی اچھی سواری ہے تم دونوں کی اور کتنے اچھے سوار
ہو تم دونوں اور تمھارے باپ تو تم دونوں سے بھی بہتر ہیں۔

- تفسیر ابو یوسف یعقوب بن سفیان بن عبیداللہ بن موسیٰ سے اور
اُنھوں نے اپنے اسناد کے ساتھ ابنِ مسعود سے روایت کی ہے کہ: ایک مرتبہ نبی صلّی اللہ
علیہ وآلہ وسلّم نے حسنؑ وحسینؑ کو اُٹھایا۔ حسنؑ کو داہنے طرف گود میں لیا، حسینؑ کو بائیں طرف گود
میں لیکر چلے اور فرمایا۔ "یہ کتنی اچھی سواری ہے تم دونوں کی اور کتنے اچھے سوار ہو تم دونوں اور
تمھارے باپ تو تم دونوں سے بھی بہتر ہیں"۔

- روایت بیان کی گئی ہے کہ نبی صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے حسنؑ وحسینؑ کے گیسو سر کے
وسط میں چھوڑے تھے۔

- مرزد کا بیان ہے کہ میں نے ابوہریرہ کو کہتے ہوئے سُنا کہ میرے اِن دونوں کانوں
نے سُنا اور میری اِن دونوں آنکھوں نے دیکھا کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم
اپنے دونوں ہاتھوں سے حسنؑ وحسینؑ کے بازو تھامے ہوئے تھے اور اُن کے قدم
آنحضرتؐ کے قدموں پر تھے اور فرما رہے تھے کہ "اے فاطمہؑ کے نورِ چشمو! میرے
کاندھے پر چڑھ جاؤ۔"
ابوہریرہ کا بیان ہے کہ یہ سُن کر وہ دونوں اس طرح چڑھے کہ اُن کے قدم رسولؐ
کے سینۂ اقدس پر لٹک رہے تھے۔
آپؐ نے فرمایا، اے فرزندو! منھ کھولو اور آپؐ نے اُن کے بوسے لیے۔
پھر فرمایا، "پروردگارا! تو بھی اِن سے محبّت کر، میں بھی اِن سے محبّت کرتا ہوں"۔

- کتاب ابن البیّع وابنِ مہدی و زمخشری میں ہے کہ آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ
ننّھے منّے بچّو! فاطمہؑ کے نورِ چشمو! آؤ میرے کاندھے پر سوار ہو جاؤ۔
اِس کے بعد فرمایا "اے اللہ! تو بھی ان سے محبّت کر، میں بھی ان سے محبّت کرتا ہوں
بلکہ میں تو اِن دونوں کے محبّت کرنے والوں سے بھی محبّت کرتا ہوں۔"

جنابِ فاطمہؑ کی لوریاں حسنؑ کیلئے

حضرت فاطمہ زہراؑ اپنے فرزند حسنؑ کو جب لوریاں دیتی تھیں تو یہ کہتی تھیں:

اشبہ اباك یا حسنؑ — واخلع عن الحق الرسن
واعبد الھًا ذا منن — ولا توال ذا الاحن

یعنی: اے حسنؑ! تم اپنے بابا جیسے بننا، اور اظہارِ اَسرار سے گریز کرنا
خدائے ذوالمنن کی عبادت کرنا اور بُرائیوں کی طرف رُخ نہ کرنا

جناب فاطمہؑ کی لوریاں حسینؑ کیلئے

اور آپؑ اپنے فرزند حسینؑ کو لوریاں دیتے وقت یہ فرمایا کرتی تھیں

آنت شبیہ بابیؑ   لست شبیھاً بعلیؑ

یعنی: "اے حسینؑ" تم تو میرے باباؑ کی شبیہ ہو   تم علیؑ کی شبیہ نہیں ہو۔

- مُسند موصلی میں مرقوم ہے کہ حضرت ابوبکر، حسنؑ کے متعلق حضرت علیؑ کے سامنے یہ شعر پڑھتے تھے:

انت شبیہ بنبیؐ   لست شبیھاً بعلیؑ

یعنی: اے حسن! تم تو بالکل نبی صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی شبیہ ہو، تم علیؑ کی شبیہ نہیں ہو۔
اور حضرت علیؑ یہ سن کر مسکراتے تھے۔

جناب اُمِّ سلمہؓ کی لوریاں حسنؑ کیلئے

حضرت اُمِّ سلمہؓ امام حسنؑ کو لوری دیتے وقت یہ کہتی تھیں:

بابی ابن علیؑ   انت بالخیر ملیّ
کن کاسنان حلیّ   کن ککبش الحولیّ

یعنی: اے فرزندِ علیؑ تم پر میرے باپ قربان، تم سراپا خیر سے بھرے ہوئے ہو۔
شیریں دانتوں والے بن جاؤ، ایک سالہ مینڈھے کے مانند ہو جاؤ۔

جناب اُمُّ الفضلؓ کی لوریاں حسینؑ کیلئے

اور جناب اُمُّ الفضلؓ زوجۂ جناب عبّاسؓ بن عبد المطلبؓ امام حسینؑ کو لوریاں دیتے وقت یہ کہتی تھیں:

یا ابن رسول اللہ   یا ابن کثیر الجاہ
فرد بلا اشباہ   اعاذہ الٰہی
من امم الدواھی

یعنی: اے رسول اللہؐ کے فرزند، اے کثیر المرتبہ کے فرزند! تم فرد ہو تمھاری کوئی مثال نہیں، اے میرے اللہ! میں ان کو تیری پناہ میں دیتی ہوں ہر طرح کی آفات و بلیّات سے۔

(مناقب ابن شہر آشوب)

(۵۲) معجزاتِ حسنؑ و حسینؑ

احمد بن حنبل نے "مُسند" میں، ابنِ بطّہ نے "ابانہ" میں، نطنزی نے "خصائص" میں، خرکوشی نے "شرف النبیؐ" میں، نیز رواۃ کی ایک جماعت نے اپنے اپنے اسناد کے ساتھ حضرت امیر المومنین علیہ السّلام سے روایت کی ہے کہ: ایک دن شام کے وقت حسنؑ و حسینؑ، نبی صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے پاس کھیل رہے تھے کہ رات ہوگئی۔ آنحضرتؐ نے فرمایا، اب تم دونوں اپنی ماں کے پاس چلے جاؤ۔ وہ دونوں اپنی مادرِ گرامی کے پاس جانے کے لیے پلٹے (کہ اس اندھیری رات میں) ایک بجلی مسلسل چمکتی رہی یہاں تک کہ وہ دونوں بجلی کی روشنی میں اپنی مادرِ گرامی فاطمہ زہراؑ کے پاس جا پہنچے۔ نبی صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم بجلی کو دیکھتے رہے، پھر فرمایا، حمد اُس خدا کی جس نے ہم اہلِ بیتؑ کو مکرّم فرمایا۔

- سمعانی اور ابو السعادات نے اپنی کتاب "فضائل" میں ابی جحیفہ سے یہی روایت کی ہے، مگر اِن لوگوں نے یہ واقعہ صرف امام حسنؑ کے متعلق لکھا ہے۔

کبوتر اور اُس کے بچّے

عفیف کندی کی حدیث میں ہے کہ ایک سوار نے اُس سے کہا، جب تم یہ دیکھو کہ علیؑ کے گھر میں ایک کبوتر کے ساتھ اُس کے دو بچّے پرواز کر رہے ہیں تو سمجھ لینا کہ اُن کے یہاں اُن کے فرزند کی ولادت ہوئی ہے۔
اِس کے بعد اور بہت کچھ بیان کرتے ہوئے اُس نے کہا کہ کچھ دنوں بعد نبی صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے ظہور کی خبر مجھ تک پہنچی اور مشرّف باسلام ہوا، اور میں دیکھ رہا تھا کہ ایک کبوتر نے علیؑ کے مکان میں بغیر آشیانہ بنائے بچّے نکالے، پھر ناگہاں دیکھا کہ حسنؑ و حسینؑ رسول اللہؐ

کے پاس ہیں تو مجھے اس سوار کی بات یاد آگئی۔

• بسطام کی روایت ہے کہ عفیف کندی کا بیان ہے کہ حضرت علی علیہ السلام کی شہادت کے بعد وہ کبوتر کہیں چلا گیا۔ میں نے پھر اُس کو نہیں دیکھا۔

• ابو عقیل کی روایت میں ہے، اُن کا بیان ہے کہ حضرت علی علیہ السلام کی شہادت کے بعد میں نے اُن کے مکان میں دو چڑیاں اُڑتی ہوئی دیکھیں۔ جب امام حسنؑ کی شہادت ہوئی تو ان میں سے ایک غائب ہوگئی، اور جب امام حسین علیہ السلام کی شہادت ہوئی تو وہ دوسری چڑیا بھی غائب ہوگئی

میوہ ہائے جنت کا آنا

کتاب "الکشف والبیان" میں ثعلبی نے اپنے اسناد کے ساتھ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپؑ نے بیان فرمایا کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ علیل ہوئے تو جبریلؑ امین آپؐ کی خدمت میں ایک طبق لائے، جس میں انار و انگور تھے آپؐ نے اس میں سے کچھ نوش فرمایا تو اُن اناروں اور انگوروں نے تسبیح پڑھی۔ پھر حسنؑ و حسینؑ آئے، اُنھوں نے بھی اس میں سے تناول کیا اور اُن دونوں پھلوں نے تسبیح پڑھی، پھر حضرت علی علیہ السلام تشریف لائے آپؑ نے بھی اس میں سے کچھ نوش فرمایا، اور ان پھلوں نے تسبیح پڑھی۔ پھر آپؐ کے اصحاب میں سے ایک شخص آیا، اس نے بھی اس میں سے کچھ کھایا، مگر ان پھلوں نے تسبیح نہیں پڑھی، تو جبریلؑ نے کہا اسے تو نبی یا وصی یا ان کی اولاد کھاتی ہے۔

رضوانِ جنت خیاطِ حسنینؑ کی شکل میں

ابو عبد اللہ مفید نیشاپوری نے اپنی "امالی" میں تحریر فرمایا ہے کہ حضرت امام رضا علیہ السلام نے بیان فرمایا کہ ایک مرتبہ حسنؑ و حسینؑ کے پاس کپڑے نہ تھے اور عید کا دن قریب آگیا۔ ان دونوں نے اپنی مادرِ گرامی سے کہا کہ اطفالِ مدینہ زرق برق، نئے نئے لباس میں ملبوس ہوں گے، سوائے ہمارے۔ آپؑ ہمارے لیے نئے لباس کیوں نہیں بناتیں؟

جنابِ فاطمہ زہراؑ نے فرمایا، بچو! تمھارے لباس درزی کے پاس ہیں، جب وہ لائے گا تو میں تمھیں بھی پہنا دوں گی۔

جب عید کی شب آئی تو بچوں نے اپنی مادرِ گرامی سے پھر کہا۔ جنابِ فاطمہؑ کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے۔ انھیں اپنے بچوں پر ترس آیا اور پھر یہی کہہ دیا کہ تمھارے لباس درزی کے پاس ہیں۔

الغرض جب رات گہری ہوگئی تو کسی نے دروازے پر دستک دی۔ جنابِ فاطمہؑ نے دریافت فرمایا، تم کون ہو؟

آنے والے نے عرض کی، بنتِ رسولؐ میں درزی ہوں کپڑے لایا ہوں۔

آپؑ نے دروازہ کھولا، تو دیکھا کہ ایک شخص لباسِ عید لایا ہے۔

حضرت فاطمہ زہراؑ کا بیان ہے کہ میں نے اس سے زیادہ ہیبت ناک شخص کبھی نہیں دیکھا تھا۔

اُس شخص نے ایک رومال میں بندھے ہوئے کپڑے آپؑ کو دیے اور واپس ہوگیا۔

جنابِ فاطمہ زہراؑ اندر آئیں، رومال کھولا تو دیکھا کہ اس میں دو قمیصیں، دو صدریاں، دو ازار، دو چادریں، دو عمامے اور دو موزے سیاہ رنگ کے تھے۔ آپؑ نے حسنؑ و حسینؑ کو جگایا، انھیں وہ لباس پہنا کر دیکھا۔ اسی دوران رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے، اور فرمایا، بیٹی! تم نے درزی کو دیکھا تھا؟

جنابِ فاطمہ زہراؑ نے عرض کی، جی ہاں یا رسول اللہؐ۔

آنحضرتؐ نے فرمایا، بیٹی وہ خیاط (درزی) نہیں تھا، بلکہ وہ رضوان خازنِ جنت تھا۔

جنابِ فاطمہ زہراؑ نے عرض کی، بابا جان! یہ آپؐ کو کس نے بتایا؟

آنحضرتؐ نے فرمایا، وہ پرواز کرتے وقت مجھ کو اس کی خبر دے کر گیا ہے۔

• حسن بصری اور اُمِ سلمہؓ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ حسنؑ و حسینؑ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں آئے۔ وہاں جبریل امینؑ بھی موجود تھے۔ یہ دونوں شہزادے جبریلِ امینؑ کو دحیہ کلبی سمجھ کر اُن کے گرد گھومنے لگے۔ جبریلؑ نے اپنے دونوں ہاتھ بلند کیے، جیسے وہ کچھ لے رہے ہیں کہ اچانک اُن کے ہاتھ میں سیب، بہی اور انار آگئے اور اُنھوں نے ان دونوں کو دے دیے تو ان کے چہرے خوشی سے کھل گئے اور دوڑتے ہوئے اپنے نانا جان کے پاس پہنچے۔ آنحضرتؐ نے وہ پھل ان سے لے کر سونگھا، پھر فرمایا، ان کو اپنی ماں کے پاس لیجاؤ، مگر پہلے اپنے والد کو دکھانا۔

ان دونوں نے ایسا ہی کیا۔ مگر ان حضرات نے اسے کھایا نہیں، رکھ دیا تا اینکہ

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے، پھر اس کو سب نے مل کر کھایا، مگر وہ پھل کتنا ہی کھایا جاتا، وہ جیسے پہلے تھے ویسے ہی ہوتے جاتے، یہانتک کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وفات پائی۔

میوہ ہائے جنّت کا آنا

حضرت امام حسین علیہ السلام کا بیان ہے میری مادرِ گرامی جناب فاطمہ زہرا کی زندگی تک وہ پھل (جو جبرئیل امین نے ہمارے لیے منگائے تھے) نہ خراب ہوئے اور نہ اس میں کمی آئی، مگر جب مادرِ گرامی جناب فاطمہ زہرا کا انتقال ہوا تو انار غائب ہوگیا، صرف سیب و بہی پدرِ عالی قدر کی حیات تک باقی رہے۔ لیکن آپ کی شہادت کے بعد بہی بھی غائب ہوگئی، صرف سیب باقی رہا۔ تا اینکہ میرے برادر و ماں جائے امام حسن علیہ السلام بھی زہر سے شہید کیے گئے تاہم وہ سیب اس وقت تک باقی رہا جب تک کہ (کربلا میں) مجھ پر پانی بند کیا گیا۔ چنانچہ جب مجھے پیاس محسوس ہوتی تو میں اُسے سونگھ لیا کرتا تو مجھے پیاس میں تسکین ہوجاتی۔ مگر جب پیاس کی شدّت میں اضافہ ہوا تو میں نے اُسے اپنے دانتوں سے کاٹا اور فنا کا یقین ہوگیا۔

حضرت امام زین العابدین علیہ السلام (علیؑ ابن الحسینؑ) فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے پدرِ عالی قدر کو اُن کی شہادت سے ایک ساعت قبل یہ فرماتے ہوئے سُنا تھا (جو اوپر ذکر کیا گیا۔) جب آپ شہید ہوگئے تو آپ کی جائے شہادت پر سیب کی خوشبو میں نے محسوس کی لیکن باوجود تلاشِ بسیار کے وہ سیب مجھے دستیاب نہ ہوا۔ بعدِ شہادت جب میں آپ کی قبر کی زیارت کو گیا تو وہ خوشبو باقی رہی جس کو میں نے بخوبی محسوس کیا۔ اب بھی اگر ہمارے شیعوں میں سے کوئی زائر وہ خوشبو محسوس کرنا چاہے تو وقتِ سحر آپ کی قبرِ مطہّر پر جائے اگر مخلص ہوگا تو اُسے وہ خوشبو ضرور محسوس ہوگی۔

مسک و عنبر سے بھرا ہوا جام آنا

"امالی" ابوالفتح حفّار میں ابن عبّاس اور ابو رافع سے روایت ہے ان دونوں کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ ہم لوگ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس حاضر تھے کہ جبرئیل امین نازل ہوئے اور اُن کے پاس بلّورِ سرخ کا ایک جام تھا جو مسک و عنبر سے مملو تھا

انھوں نے آکر کہا اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ ، اللہ تعالیٰ آپؐ کو سلام کہتا ہے اور یہ تحفہ آپؐ کے پاس بھیجا ہے۔ نیز، ارشاد فرمایا ہے کہ یہ تحفہ علیؑ اور اُن کے فرزندوں کو بھی عطا کیجیے۔

غرض وہ جام جب آنحضرتؐ کے دستِ بابرکت میں آیا تو آپؐ نے تین مرتبہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ اور تین مرتبہ اَللّٰہُ اَکْبَرُ کہا پھر، بزبانِ فصیح اس جام سے آواز آئی:

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۝

"طٰہٰ ۝ مَآ اَنْزَلْنَا عَلَیْکَ الْقُرْاٰنَ لِتَشْقٰٓی ۝" (سورۂ طٰہٰ آیت ۱-۲)

آنحضرتؐ نے اُسے سونگھا، پھر حضرت علیؑ ابن ابی طالبؑ کو دیا۔ جب وہ جام حضرت علی علیہ السلام کے ہاتھ میں پہنچا تو اس جام سے آواز آئی:

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۝

"اِنَّمَا وَلِیُّکُمُ اللّٰہُ وَ رَسُوْلُہٗ" الخ (سورۂ مائدہ آیت ۵۵)

حضرت علیؑ نے بھی اُسے سونگھا، اور حسنؑ کو دے دیا۔ امام حسنؑ کے ہاتھ میں پہنچا تو اُس سے آواز آئی: بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۝

"عَمَّ یَتَسَآءَلُوْنَ ۝ عَنِ النَّبَاِ الْعَظِیْمِ ۝" (سورۃ النّبا آیت ۱-۲)

امام حسنؑ نے بھی اس جام کو سونگھ کر امام حسینؑ کو دے دیا۔ جب وہ امام حسینؑ کے ہاتھ میں پہنچا تو بولا: بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۝

"قُلْ لَّآ اَسْئَلُکُمْ عَلَیْہِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّۃَ فِی الْقُرْبٰی"

(سورۂ شوریٰ آیت ۲۳)

اس کے بعد وہ جام نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس پھر پہنچا اور بولا:

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۝

"اَللّٰہُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ" الخ (سورۂ نور آیت ۳۵)

اس کے بعد معلوم نہیں کہ وہ بقدرتِ خدا وہ جام آسمان پر چلا گیا، یا زمین میں غائب ہوگیا۔ (واللہ اعلم)

(۵۳) مَلَک کا بشکلِ طائر نازل ہو کر سلام کرنا

کتاب "المعالم" میں ہے کہ آسمان سے ایک فرشتہ بصورتِ طائر نازل ہوا اور

نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے دستِ مبارک پر بیٹھ گیا اور اُس نے آپؐ کو نبی کہہ کر سلام کیا۔ اس کے بعد اُڑ کر حضرت علیؑ کے دستِ کرامت پر جا بیٹھا اور آپؑ کو وصی کہہ کر سلام کیا۔ پھر اُڑ کر یکے بعد دیگرے امام حسنؑ و امام حسینؑ کے دستہائے مکرّم پر بیٹھا اور آپؑ دونوں کو خلیفہ کہہ کر سلام کیا۔ آنحضرتؐ نے اس طائر نما فرشتے سے پوچھا، تم فلاں کے ہاتھ پر کیوں نہیں بیٹھے؟ اُس نے جواب دیا، میں ایسی زمین پر نہیں بیٹھتا جس پر اللہ تعالےٰ کی نافرمانی کی گئی ہے۔ تو پھر اُس (فلاں) کے ہاتھ پر کیوں بیٹھوں گا جس نے اللہ تعالےٰ کی نافرمانی کی ہو۔

جبریلؑ کے پروں کے تعویذ

اربعینِ موذّن، ابانۂ عکبری و خصائصِ نطنزی میں مرقوم ہے کہ ابنِ عمر کا بیان ہے کہ حسنؑ و حسینؑ کے پاس دو تعویذ تھے جن میں جبرئیلِ امین کے پروں کے روئیں بھرے ہوئے تھے۔

- ایک دوسری روایت میں ہے کہ ان میں جبریلؑ کے پر بھرے ہوئے تھے۔
- اُمِّ عثمان، حضرت علیؑ کی اُمِّ ولد کا بیان ہے کہ آلِ محمدؐ کے پاس ایک مسند تھی جس پر سوائے جبریلؑ کے کوئی نہیں بیٹھتا تھا۔ جب وہ چلے جاتے تو اُسے لپیٹ کر رکھ دیا جاتا تھا، مگر جب وہ مسند سے اُٹھتے تو اُن کے پروں سے کچھ روئیں اس پر جھڑ جاتے اور جناب فاطمہ زہرا انھیں اُٹھا لیتیں پھر ان سے حسنؑ و حسینؑ کے لیے تعویذ بنا دیتی تھیں۔

دونوں بھائیوں میں زور آزمائی

ابوہریرہ و ابنِ عباسؓ و حارثؓ ہمدانی و ابوذرؓ و حضرت امام جعفر صادق علیہ السّلام سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ امام حسنؑ و امام حسینؑ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے سامنے آپس میں زور آزمائی کر رہے تھے۔ آنحضرتؐ نے فرمایا، ہاں اے حسنؑ شاباش، حسینؑ کو پکڑ لو۔

جناب فاطمہ زہراؑ نے عرض کی، یا رسول اللہؐ! آپؐ چھوٹے کے مقابلے میں بڑے کی ہمت افزائی فرما رہے ہیں؟

آپؐ نے فرمایا، مگر یہ جبریلؑ ہیں جو کہہ رہے ہیں، اے حسینؑ شاباش حسنؑ کو پکڑ لو۔

(۵۴) معالی امور اور فضائل میں سورۂ وَالتِّیْنِ کی تفسیر

مقاتل بن مقاتل نے مزارم سے اور اُنھوں نے حضرت امام موسیٰ بن جعفر علیہ السّلام سے روایت کی ہے کہ آپؑ نے قولِ خدا "وَالتِّیْنِ وَالزَّیْتُوْنِ" کی تفسیر میں فرمایا کہ اِس سے مراد حسنؑ و حسینؑ ہیں۔ "وَطُوْرِ سِیْنِیْنَ" سے مراد حضرت علیؑ ہیں۔ "وَھٰذَا الْبَلَدِ الْاَمِیْنِ" سے مراد حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم ہیں نیز فرمایا قرآن مجید کی آیت "لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْ اَحْسَنِ تَقْوِیْمٍ" اس سے مراد اوّل ہے۔ "ثُمَّ رَدَدْنٰهُ اَسْفَلَ سٰفِلِیْنَ" یعنی: پھر ہم نے اس کو نچلے طبقے میں ڈال دیا۔ یعنی حضرت علیؑ کی عداوت کی وجہ سے۔ اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اِس سے مراد حضرت علی علیہ السّلام ابنِ ابی طالبؑ ہیں۔ فَمَا یُکَذِّبُکَ بَعْدُ بِالدِّیْنِ ؕ یعنی حضرت علیؑ بن ابی طالبؑ کی ولایت سے۔

- تمام اہلِ قبلہ (مسلمان) اس روایت پر متفق ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے ارشاد فرمایا کہ:

"الحسن والحسین سیدا شباب اھل الجنة"

یعنی (حسنؑ و حسینؑ سردار ہیں جوانانِ اہلِ جنّت کے)

مذکورہ حدیث کو ابنِ کادش عکبری نے بھی اپنے اسناد کے ساتھ انس بن مالک سے روایت کی ہے۔ اُن کا بیان ہے کہ میں نے خود آنحضرتؐ کو یہ فرماتے ہوئے سُنا تھا۔

نیز احمد بن حنبل نے فضائل اور مسند میں، ترمذی نے جامع میں، ابنِ ماجہ نے سُنن میں، ابنِ بطہ نے ابانہ میں، خطیب نے تاریخ میں، موصلی نے مسند میں، واعظ نے شرف المصطفیٰ میں، سمعانی نے فضائل میں اور ابونعیم نے حلیۃ الاولیاء میں تین طریقوں سے اور ابن حشیش تمیمی نے اعمش سے بھی مذکورہ بالا حدیث کی روایت کی ہے۔

دارقطنی نے اپنے اسناد کے ساتھ ابنِ عمر سے روایت کی ہے۔ اُن کا بیان ہے

کہ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے ارشاد فرمایا:

"ابنای ھٰذان سیدا شباب اھل الجنّة وَ ابوھما خیر منھما۔"

یعنی: (یہ میرے دونوں فرزند جوانانِ اہلِ جنّت کے سردار ہیں اور ان دونوں کے والد ان دونوں سے بہتر ہیں۔)

نیز مذکورہ بالا حدیث کی روایت، خدری و ابنِ مسعود و جابر انصاری والو جحیفہ و ابو ہریرہ و عمر بن الخطاب و حذیفہ و عبداللہ بن عمر و اُمّ سلمہؓ و مسلم بن بیسار و زبرقان بن اظلم حمیری (جیسے صحابہ) نے کی ہے۔

نیز اس کی روایت اعمش نے ابراہیم سے، اُنھوں نے علقمہ سے اور اُنھوں نے عبداللہ سے کی ہے۔

حلیتہ الاولیاء و اعتقاد اہلِ سنّت و مُسند الانصار میں حذیفہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے مجھ سے فرمایا: کیا تم نے وہ کیفیت نہیں دیکھی جو مجھ پر طاری ہوئی؟

میں نے عرض کی جی ہاں دیکھی

آپؐ نے فرمایا، ایک فرشتہ نازل ہوا تھا جو اس سے پہلے کبھی نازل نہیں ہوا تھا اُس نے اللہ تعالیٰ سے اجازت لی کہ وہ آکر مجھے سلام کرے اور اس امر کی خوشخبری سُنائے کہ حسنؑ و حسینؑ سردار ہیں جوانانِ اہلِ جنّت کے، اور فاطمہؑ سیدہ ہیں جنّت کی عورتوں کی

- حضرت امام جعفر صادق علیہ السّلام سے، رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی اِس حدیث "الحسن والحسین سیدا شباب اھل الجنّة" کے متعلق دریافت کیا گیا۔ تو آپؑ نے ارشاد فرمایا، خدا کی قسم یہ دونوں جوانانِ جنّت کے سردار ہیں خواہ وہ اوّلین میں سے ہوں یا آخرین میں سے۔

اور نبی صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی یہ مشہور حدیث کہ اہلِ جنّت تمام کے تمام جوان ہوں گے۔ ان دونوں کے کثرتِ فضائل کی وجہ سے، نیز اِس وجہ سے کہ نبی صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کو اِن دونوں سے بیحد محبت تھی۔ آپؐ نے ان دونوں میں سے ہر ایک کی ولادت پر دو رکعت نمازِ نافلہ کا حکم دیا اور اِس طرح نافلۂ مغرب چار رکعت ہوئی۔

- سیّد بن احمد طبرانی و قاضی ابوالحسن جراحی و ابوالفتح حفّار والکیا شیرویہ و قاضی نطنزی نے اپنے اپنے اسانید کے ساتھ نبی صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم سے روایت

کی ہے کہ آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا:

"الحسن والحسین شنفا العرش"

یعنی (حسنؑ و حسینؑ عرش کے دو گوشوارے ہیں)

- اور ایک روایت یہ بھی ہے کہ یہ گوشوارے معلّق نہیں ہیں۔
- نیز روایت میں ہے کہ جنّت نے اللہ تعالیٰ سے شکایت کی، کہ پروردگارا تو نے میرے اندر ضعیفوں اور مسکینوں کو آباد کر دیا۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا، کیا تو اِس بات پر خوش نہیں ہے کہ میں نے تیرے ارکان کو حسنؑ و حسینؑ سے زینت دی ہے۔

یہ سُن کر جنّت اسی طرح ناز دکھانے لگی جس طرح کوئی دُلہن ناز دکھاتی ہے۔

- نبی صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم سے یہ روایت بھی ہے کہ آپؐ نے فرمایا۔ قیامت کے دن عرشِ خدا ہر طرح آراستہ کیا جائے گا، پھر نور کے دو منبر لائے جائیں گے جو سو میل کے طویل ہوں گے۔ ایک منبر عرش کے داہنے جانب نصب کیا جائے گا، دوسرا عرش کے بائیں جانب۔ پھر امام حسنؑ اور امام حسینؑ کو بلایا جائے گا اور اللہ تعالیٰ ان دونوں سے اپنے عرش کو اِس طرح زینت دے گا جس طرح عورت اپنے کانوں میں گوشوارے پہنتی ہے۔
- ابی لہیعہ بصری کی روایت میں ہے کہ جنّت نے اللہ تعالیٰ سے درخواست کی کہ وہ جنّت کے ارکان میں سے کسی رُکن کو آراستہ فرما دے۔

اللہ تعالیٰ نے اس کی طرف وحی کی کہ میں نے حسنؑ و حسینؑ کے ذریعے تجھے مزیّن و آراستہ کیا۔

یہ سن کر جنّت بہت مسرور ہوگی۔

- کتاب السؤدد میں اپنے اسناد کے ساتھ سفیان بن سلیم سے اور کتاب ابانۂ عکبری میں اپنے اسناد کے ساتھ زینب بنتِ ابی رافع سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا اپنے دونوں فرزندوں حسنؑ و حسینؑ کو لیے ہوئے جناب رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور عرض کی یا رسول اللہؐ! میرے ان دونوں بچّوں کو کچھ عطا فرما دیں۔

اور ایک روایت میں ہے کہ یہ عرض کی کہ یا رسول اللہؐ! یہ دونوں فرزند آپؐ ہی کے ہیں انھیں بھی اپنی کسی شے کا وارث بنا دیجیے۔

آپؐ نے ارشاد فرمایا، حسنؑ کے لیے میری ہیبت اور سیادت ہے اور حسینؑ کے لیے

میری جرأت وسخاوت ہے۔

ایک دوسری کتاب میں ہے کہ اِس پر حضرت فاطمہ زہراؑ نے عرض کی:

یارسول اللہؐ! میں اِس پر راضی ہوں۔

اِسی بنا پر امام حسنؑ حلیم اور پُرہیبت تھے اور امام حسینؑ شجاع اور جواد تھے۔

- کتاب الارشاد و کتاب الروضہ و اعلام الورٰی و شرف النبی و جامع ترمذی و ابانۂ عکبری میں آٹھ طریقوں سے انس سے روایت ہے کہ امام حسنؑ سینے سے لے کر سر تک رسول اللہؐ سے مشابہ تھے اور امام حسینؑ سینے سے لے کر پاؤں تک آنحضرتؐ سے مشابہ تھے۔

- راغب اصفہانی نے اپنی کتاب محاضرات میں ابوہریرہ اور بُریدہ سے روایت کی ہے، ان کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں نے دیکھا کہ نبی صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم منبر پر خطبہ ارشاد فرما رہے تھے، آپؐ نے ایک بار مجمعے پر نظر ڈالی اور ایک مرتبہ امام حسنؑ پر، پھر فرمایا۔ "اللہ تعالٰی میرے اِس فرزند کے ذریعے مسلمانوں کے دو گروہوں میں صلح کرا دے گا۔"

اِس روایت کو بخاری وخطیب اور خرکوشی اور سمعانی نے بھی اپنی اپنی کتابوں میں تحریر کیا ہے۔

- بخاری و موصلی و ابو السعادات وسمعانی نے روایت کی ہے کہ: ایک مرتبہ اسمٰعیل بن خالد نے ابوجحیفہ سے پوچھا کہ کیا تم نے رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کو دیکھا ہے؟

اُس نے کہا، جی ہاں، وہ امام حسنؑ سے بالکل مشابہ تھے۔

- ابوہریرہ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ حسینؑ بن علیؑ میرے پاس آئے، وہ سر پر عمامہ باندھے ہوئے تھے تو میں سمجھا کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم پھر سے مبعوث ہو کر آ گئے۔

- غزالی اور مکی نے احیاء العلوم اور "قوت القلوب" میں مرقوم ہے کہ ایک مرتبہ نبی صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے امام حسنؑ سے فرمایا "تم خَلق وخُلق میں مجھ سے مشابہ ہو۔"

(۵۵) امام حسنؑ سے آنحضرتؐ کی محبت
آپؐ نے اُن کیلئے سجدے کو طول دیا

ابوعلی جبائی نے مُسند ابی بکر بن ابی شیبہ سے اور اُنھوں نے ابنِ مسعود سے یہ روایت کی ہے۔ نیز عبداللہ بن شدّاد نے اپنے والد سے اور ابویعلی موصلی نے اپنی مُسند میں ثابت بنانی سے، اُنھوں نے انس سے یہ روایت کی۔ پھر عبداللہ بن شیبہ نے اپنے والد سے روایت کی کہ ایک مرتبہ نبی صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کو نماز کے لیے بُلایا گیا تو آپؐ کی گود میں امام حسنؑ تھے۔ آنحضرتؐ نے اُن کو اپنے پہلو میں بٹھا لیا اور نماز شروع کی جب آنحضرتؐ سجدے میں تشریف لے گئے تو سجدے کو طول دے دیا۔ میں نے مجمعے میں سجدے سے سر اُٹھا کر دیکھا تو امام حسنؑ آپؐ کی پُشتِ مبارک پر سوار تھے۔ الغرض جب آپؐ نے سلام پڑھ کر نماز ختم کی تو لوگوں نے عرض کی: یارسول اللہؐ! آپؐ اتنا طویل سجدہ تو کبھی نہیں فرماتے تھے۔ آج کیا بات ہو گئی تھی، ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اثنائے نماز آپؐ پر وحی نازل ہونے لگی تھی؟

آپؐ نے ارشاد فرمایا، نہیں، بلکہ میرا فرزند میری پُشت پر بیٹھ گیا تھا۔ مجھے یہ پسند نہ آیا کہ جب تک یہ خود میری پُشت سے نہ اُتر آئے، میں سجدے سے سر اُٹھا لوں۔

- عبداللہ ابن شدّاد کی روایت میں ہے کہ آپؐ نے لوگوں کو جواب دیا کہ میرا فرزند میری پُشت پر سوار تھا مجھے یہ پسند نہ آیا کہ جب تک اُس کا جی نہ بھر جائے میں سجدے سے سر اُٹھاؤں۔

- حلیۃ الاولیاء میں ابوبکرہ سے روایت ہے، اُن کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ نبی صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم ہمارے ساتھ نماز پڑھ رہے تھے کہ دورانِ نماز امام حسنؑ آ گئے جو ابھی بالکل کمسن اور بچے تھے، اور آنحضرتؐ کی پُشتِ مبارک پر بیٹھ گئے۔ آپؐ اُن کو آہستہ آہستہ اُٹھانے لگے۔ جب نماز تمام ہو چکی تو لوگوں نے عرض کی: یارسول اللہ! آپؐ نے اس بچے کے ساتھ وہ کیا جو آج تک آپؐ نے کسی اور بچے کے ساتھ نہیں کیا۔

آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا، ہاں، یہ میری باغِ زندگی کا پھول ہے۔

- نیز اسی کتاب (حلیۃ الاولیاء) میں براء بن عازب سے روایت ہے۔ اُن کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں نے دیکھا کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم، امام حسنؑ کو اپنے دوشِ اقدس پر بٹھائے ہوئے ہیں۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا:

"مَنْ اَحبّنی فلیحبّہٗ" یعنی (جو شخص مجھ سے محبت کرتا ہے پس اس پر اِس کی محبت لازم ہے)

• "سُننِ ابنِ ماجہ و فضائلِ احمد میں اپنے اسناد کے ساتھ ابوہریرہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے ارشاد فرمایا کہ:

"اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اُحِبُّهٗ فَاَحِبَّهٗ وَاَحِبَّ مَنْ يُّحِبُّهٗ"

یعنی: (یا اللہ! میں اس سے محبت کرتا ہوں، تو بھی اس سے محبت کر، بلکہ اس کے محبّوں سے بھی محبت کر۔)

• "مُسندِ" احمد میں ابوہریرہ سے روایت ہے: ایک مرتبہ امام حسنؑ رسول اللہؐ کے پاس آئے، اُن کے گلے میں ہار پڑا ہوا تھا، وہ آکر رسول اللہؐ کے سینے سے لگ کر بیٹھ گئے، تو آپؐ نے انھیں اپنے سینے سے چمٹا لیا، پھر ارشاد فرمایا:

"اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اُحِبُّهٗ فَاَحِبَّهٗ وَاَحِبَّ مَنْ يُّحِبُّهٗ"

یعنی: (یا اللہ! میں اس سے محبت کرتا ہوں، تو بھی اس سے محبت کر، بلکہ اس کے محبّوں سے بھی محبت کر۔)

یہ آپؐ نے تین بار ارشاد فرمایا۔

• ابنِ بطہ نے یہ روایت بہت سے طریقوں سے نقل کی ہے۔

• عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ کا بیان ہے کہ ہم لوگ ایک مرتبہ نبی صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی خدمتِ اقدس میں حاضر تھے کہ امام حسنؑ آگئے اور زمین پر لیٹ گئے۔ آپؐ نے اُن کی قمیص اُٹھائی اور اُن کی ٹھوڑی کو بوسہ دیا۔ (مناقب ابنِ شہر آشوب)

(۵۶) آنحضرتؐ نے دورانِ نماز امام حسنؑ کو بوسہ دیا

ابوقتادہ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نماز پڑھ رہے تھے اور اسی حالت میں امام حسنؑ کو بوسہ دیا۔

• خدری سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ نبی صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم مشغولِ نماز تھے کہ امام حسنؑ آگئے۔ آنحضرتؐ حالتِ قعود میں تھے کہ اُنھوں نے آپؐ کے گلے میں باہیں ڈال دیں، تو آنحضرتؐ اُن کو اپنے دونوں ہاتھوں سے سنبھالے ہوئے اُٹھے اور اسی حالت میں آپؐ نے رکوع فرمایا۔

• "فضائلِ" عبدالملک میں ابوہریرہ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ نبی صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم امام حسنؑ کو بوسے دے رہے تھے۔ یہ دیکھ کر اقرع بن حابس نے کہا، میرے دس فرزند ہیں، [illegible]

آنحضرتؐ نے فرمایا، جو کسی پر رحم نہیں کرتا، اُس پر بھی کوئی رحم نہیں کرتا۔

• "مُسندُ العشرہ" و "ابانہ" عکبری و "شرف النبی" و "فضائلِ" سمعانی کے اندر چند روایات ایک دوسرے میں مل گئی ہیں۔ عمیر بن اسحاق سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ میں نے ابوہریرہ کو دیکھا کہ اُنھوں نے حضرت امام حسن علیہ السّلام ابنِ علی علیہ السّلام سے عرض کی، شہزادے ذرا مجھے وہ جگہ دکھا دیجیے جہاں رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم بوسے لیا کرتے تھے۔ امام حسن علیہ السّلام نے اپنے شکمِ مبارک سے قمیص ہٹائی تو ابوہریرہ نے آپؑ کی ناف کو بوسہ دیا۔

امام حسینؑ سے آنحضرتؐ کا خطاب
اے حسینؑ! تم تو ابوالائمہ ہو

سلیم بن قیس نے حضرت سلمان فارسیؓ سے روایت کی ہے کہ ایک مرتبہ امام حسینؑ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے زانوئے اقدس پر رونق افروز تھے اور آنحضرتؐ آپؑ کے بوسے لے رہے تھے، اور فرما رہے تھے:

"اَنْتَ السَّيِّدُ ابْنُ السَّيِّدِ اَبُو السَّادَةِ، اَنْتَ الْاِمَامُ ابْنُ الْاِمَامِ اَبُو الْاَئِمَّةِ، اَنْتَ الْحُجَّةُ ابْنُ الْحُجَّةِ، اَبُو الْحُجَجِ تِسْعَةٍ مِنْ صُلْبِكَ وَتَاسِعُهُمْ قَائِمُهُمْ"

یعنی: (تم سیّد ابنِ سیّد اور ابوالسادات ہو، تم امام ابنِ امام اور ابوالائمہ ہو، تم حجت ابنِ حجت اور نو حجتوں کے باپ ہو جن کا نواں قائم ہوگا۔)

دامنِ قبا میں پائے حسینؑ کا اُلجھنا

ابنِ عمر سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ نبی صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم خطبہ ارشاد فرما رہے تھے کہ حسینؑ گھر سے برآمد ہوئے اور اُن کی قبا کا دامن پاؤں میں اُلجھا تو وہ گر پڑے اور رونے لگے، یہ دیکھ کر نبی صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم فوراً منبر سے اُترے، اُنھیں اُٹھا کر گلے سے لگایا اور ارشاد فرمایا:

"اللہ تعالیٰ شیطان کو موت دے، اولاد واقعًا انسان کی آزمائش کے لیے ہوتی ہے۔ اس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے، مجھے نہیں یاد کہ میں نے خطبے کو کہاں چھوڑا اور منبر سے اُترا

○ حسینؑ کے رونے سے رسولؐ کو اذیت

ابو السعادت کی "فضائلِ عشرہ" میں مرقوم ہے کہ یزید بن ابی زیاد کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ نبی صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم حجرۂ عائشہ سے نکل کر بیتِ فاطمہؑ کی طرف سے ہو کر کہیں تشریف لے جا رہے تھے کہ اندر سے حسینؑ کے رونے کی آواز سُنی تو فاطمہؑ سے فرمایا: "بیٹی! تمھیں نہیں معلوم کہ حسینؑ کے رونے سے مجھے اذیت ہوتی ہے۔"

○ حسینؑ اسباط میں سے ایک سبط ہیں

ابنِ ماجہ نے "سنن" میں، زمخشری نے اپنی کتاب "فائق" میں تحریر کیا ہے کہ ایک مرتبہ نبی صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے امام حسینؑ کو دیکھا کہ گلی میں بچوں کے ساتھ کھیل رہے ہیں۔ یہ دیکھ کر آپؐ اصحاب کے مجمع سے آگے بڑھ گئے اور اپنے ہاتھ پھیلا دیے۔ حسینؑ کبھی اِدھر بھاگتے اور کبھی اُدھر بھاگتے اور آنحضرتؐ اُن کو دیر تک ہنساتے رہے بالآخر آپؐ نے اُن کو پکڑ ہی لیا۔ پھر اپنا ایک ہاتھ اُن کی ٹھوڑی کے نیچے اور ایک ہاتھ سر کے پیچھے رکھا اور اُن کے بوسے لیے پھر ارشاد فرمایا:

"اَنَا مِنْ حسین وحسین مِنّی اَحبَّ اللہ مَن اَحبَّ
حسیناً حسین سِبطٌ مِنَ الاَسباط"

یعنی (میں حسینؑ سے ہوں اور حسینؑ مجھ سے ہے، اللہ اُس شخص سے محبت کرے گا جو حسینؑ سے محبت کرے گا۔ حسینؑ اسباط میں سے ایک سبط ہے)

(مناقب ابنِ شہر آشوب)

(۵۷) حسینؑ کا آغوشِ نبیؐ میں پیشاب کرنا

عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ سے روایت ہے۔ اُن کا بیان ہے کہ ہم لوگ حضرت رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی خدمت میں بیٹھے ہوئے تھے کہ حسینؑ آ گئے۔ وہ کبھی آنحضرتؐ کی پشتِ اقدس سے لپٹتے اور کبھی شکمِ مبارک سے۔ اسی اثناء اُنھوں نے پیشاب کرنا شروع کر دیا۔ آپؐ نے فرمایا: "اِنھیں چھوڑ دو (پیشاب کر لینے دو)"۔

○ لڑکے اور لڑکی کے پیشاب میں فرق

سُننِ ابی داؤد میں ہے کہ ایک مرتبہ حسین علیہ السّلام نے رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی گود میں پیشاب کر دیا تو لبانہ نے کہا اپنی اِزار مجھے دید یجیے تاکہ میں اِس کو دھو ڈالوں۔

آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا: "لڑکی کے پیشاب کو دھویا جاتا ہے اور لڑکے کے پیشاب پر صرف پانی ڈالا جاتا ہے۔"

○ حسینؑ کا حالتِ سجدہ میں پُشتِ رسولؐ پر سوار ہونا

احادیثِ لیث بن سعد میں ہے کہ ایک دن رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم ایک جماعت کے ساتھ نماز پڑھ رہے تھے اور حسینؑ جو ابھی بہت چھوٹے تھے آپؐ کے پاس بیٹھے تھے جب رسول اللہؐ سجدے میں جاتے تو حسینؑ اُن کی پُشت پر سوار ہو جاتے اور اپنے دونوں پاؤں ہلا ہلا کر کہتے حَل حَل۔

جب آنحضرتؐ سجدے سے سر اُٹھانے کا ارادہ کرتے تو حسینؑ کو پکڑ کر نیچے بٹھا دیتے مگر جب آنحضرتؐ دوبارہ سجدے میں جاتے تو حسینؑ پھر اُن کی پشتِ مبارک پر بیٹھ جاتے اور کہتے حَل حَل (چل چل)

اسی طرح حسین علیہ السّلام مسلسل یہی کرتے رہے یہاں تک کہ آنحضرتؐ نے نماز تمام فرمائی، تو ایک یہودی نے آپؐ سے عرض کی: آپ لوگ بچوں سے اس طرح شفقت کا سلوک کرتے ہیں کہ ایسا ہم لوگ کبھی نہیں کرتے۔

آنحضرتؐ نے فرمایا، اگر تم لوگ اللہؐ اور اُس کے رسولؐ پر ایمان لاتے تو تم بھی اسی طرح شفقت و رحم سے پیش آتے۔

اُس نے عرض کی، اگر ایسا ہے تو میں ابھی اللہ اور اُس کے رسولؐ پر ایمان لاتا ہوں۔

پھر وہ آنحضرتؐ کو باوجود عظمتِ قدر بچوں پر اس طرح شفقت و رحم کرتے ہوئے دیکھ کر اسلام لایا۔

(مناقب ابن شہر آشوب)

(۵۸) میں دوشِ رسولؐ کا راکب ہوں

"امالی" حاکم میں مرقوم ہے کہ ابو رافع کا بیان ہے کہ امام حسین علیہ السلام کا بچپن تھا اور میں اُن کے ساتھ کھیلا کرتا تھا۔ جب میری باری آتی تو میں کہتا کہ اب آپ بھی مجھے اپنی پُشت پر سوار کریں۔

وہ کہتے: کیا تم اُس کی پُشت پر سوار ہو گے جس کو رسول اللہؐ نے اپنے پُشتِ مبارک پر سوار کیا ہے؟

یہ سُن کر میں ارادہ ترک کر دیتا۔ اور اُن کی پُشت پر سوار نہ ہوتا۔ اور جب اُن کی سواری کی باری آتی تو میں کہتا، آپ نے مجھے اپنی پُشت پر سوار نہیں کیا۔ لہٰذا میں بھی آپ کو اپنی پُشت پر سوار نہ کروں گا۔

آپؑ فرماتے: کیا تم اُس شخص کو اپنی پُشت پر سوار نہ کرو گے جس کو رسولؐ نے اپنی پُشت پر سوار کیا ہے۔؟

یہ سُن کر میں اُن کو اپنی پُشت پر سوار کر لیتا تھا۔

(مناقب ابنِ شہر آشوب)

(۵۹) عبداللہ بن عمرو بن العاص سے امام حسینؑ کی گفتگو

حضرت امام رضا علیہ السلام نے اپنے آبائے کرام سے روایت کی ہے کہ:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

"مَنْ اَحَبَّ اَنْ یَّنْظُرَ اِلٰی اَحَبِّ اَھْلِ الْاَرْضِ اِلٰی اَھْلِ السَّمَاءِ فَلْیَنْظُرْ اِلَی الْحُسَیْنِ۔"

یعنی: (جو شخص اہلِ آسمان کے نزدیک اہلِ زمین میں سے محبوب ترین ہستی کو دیکھنا چاہتا ہے تو وہ حسینؑ کو دیکھ لے۔)

- اس روایت کو دونوں طبریوں نے اپنی کتاب مناقب و کتابِ فضائل میں اور سمعانی نے فضائل میں اپنے اسناد کے ساتھ اسمٰعیل بن رجاء سے نقل کیا ہے۔

عمرو ابنِ شعیب کا بیان ہے، ایک مرتبہ حضرت امام حسینؑ ابنِ علیؑ عبداللہ بن عمرو بن العاص کی طرف سے ہو کر گذرے تو عبداللہ نے کہا جو شخص چاہتا ہے کہ ایسی ہستی کو دیکھے جو اہلِ آسمان کے نزدیک اہلِ زمین میں سب سے زیادہ محبوب ہے تو وہ اِس گذرنے والے کو دیکھ لے۔ مگر جنگِ صفین کی راتوں کے بعد مجھ سے اور اِس سے آج تک بات نہ ہو سکی۔

یہ سُن کر ابو سعید خدری اُسے لیکر امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں آئے امام حسین علیہ السلام نے دریافت کیا، تم جانتے ہو کہ میں اہلِ آسمان کے نزدیک اہلِ زمین میں سے سب سے زیادہ محبوب شخص ہوں؟ اور اس کے باوجود تم نے یومِ صفین مجھ سے اور میرے پدرِ بزرگوار سے جنگ کی۔ خدا کی قسم میرے پدرِ بزرگوار تو مجھ سے بہتر تھے۔

عبداللہ نے معذرت چاہی اور عرض کی، میں مجبور تھا، اس لیے کہ نبی اکرمؐ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حکم ہے کہ اپنے باپ کی اطاعت کرو۔

امام حسین علیہ السلام نے فرمایا: مگر کیا تم نے اللہ تعالیٰ کا یہ حکم نہیں سُنا ہے کہ:

"وَاِنْ جَاھَدٰکَ عَلٰٓی اَنْ تُشْرِکَ بِیْ مَا لَیْسَ لَکَ بِہٖ عِلْمٌ فَلَا تُطِعْھُمَا" (سورۂ لقمان آیت ۱۵)

یعنی: (اور اگر وہ (والدین) کوشش کریں کہ تو میرے ساتھ کسی (ایسے) کو شریک کرے جس کا تجھے علم نہیں، تو اُن کی اطاعت نہ کر۔)

نیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ بھی ارشاد ہے کہ:

"اطاعتِ والدین کا مطلب یہ ہے کہ نیک کاموں میں اُن کی اطاعت کرو۔"

نیز آنحضرتؐ کا یہ بھی ارشاد ہے:

"خالق کی معصیت میں کسی مخلوق کی اطاعت نہ کرو۔"

○ جبرئیلِ امینؑ کا امام حسینؑ کو لوریاں دے کر بہلانا

کتاب "المستلۃ الباہرہ فی تفضیل الزہراء الطاہرہ" میں ابو محمد حسن بن طاہر

تو بھی ان دونوں سے محبت کر بلکہ اُس شخص سے بھی محبت کر جو اِن دونوں
سے محبت کرے ۔)

- صحیح ترمذی میں اپنے اسناد کے ساتھ ابوسعید سے یہ بھی روایت ہے کہ
رسول اللہ نے فرمایا:

" الحسن والحسین سید اشباب اهل الجنّة "

یعنی : (حسنؑ و حسینؑ سردار ہیں جوانانِ جنّت کے ۔)

رسولؐ سجدے میں اور حسنؑ پُشت پر

ابنِ عمر سے روایت ہے اُن کا بیان ہے کہ میں نے نبی صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم
کو فرماتے ہوئے سُنا کہ :

" هما ریحانتای من الدّنیا "

یعنی: (یہ دونوں میرے دو پھول ہیں دُنیا میں)

- نسائیؒ نے اپنے اسناد کے ساتھ عبداللہ بن شدّاد سے اور اُس نے اپنے
باپ سے روایت کی ہے کہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نمازِ عشاء کے
لیے ہم لوگوں کے پاس امام حسنؑ کو گود میں لیے ہوئے تشریف لائے۔ حسنؑ کو بٹھادیا اور
نماز کے لیے تکبیر کہہ کر نماز شروع کی۔ جب آپؐ سجدے میں پہنچے تو سجدے کو کافی طول
دے دیا۔ راوی کہتا ہے کہ میرے والد نے بتایا کہ میں نے ذرا سجدے سے سر اُٹھا کر دیکھا
کہ آنحضرتؐ کی پُشتِ مبارک پر یہ بچّہ (حسنؑ) سوار ہے۔ یہ دیکھ کر میں دوبارہ سجدے
میں چلا گیا۔

العرض جب آنحضرتؐ نماز سے فارغ ہوئے تو لوگوں نے عرض کی: یا رسول اللہ
آپؐ نے اِس نماز کے دوران تو بڑا طویل سجدہ فرمایا۔ ہم لوگوں کو خیال ہوا کہ شاید کوئی
حادثہ ہو گیا ہے یا آپؐ پر وحی نازل ہونے لگی ہے ؟

آپؐ نے فرمایا، نہیں، بلکہ میرا فرزند میری پُشت پر سوار ہو گیا تھا۔ مجھے بُرا
معلوم ہوا کہ جبتک اس کا جی سیر نہ ہو جائے میں سجدے سے سر اُٹھاؤں۔

- ترمذی اور نسائیؒ نے اپنی اپنی صحیح میں اپنے اپنے اسناد کے ساتھ بُریدہ
سے روایت کی ہے کہ ایک مرتبہ نبی صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم منبر پر خطبہ دے رہے تھے کہ

اتنے میں حسنؑ و حسینؑ آتے ہوئے نظر آئے۔ وہ سُرخ رنگ کی قبائیں پہنے ہوئے تھے اُن کے
پاؤں دامانِ قبا میں اُلجھ رہے تھے۔ یہ دیکھ کر نبی صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم منبر سے فوراً اُترے اور
بڑھ کر اُن دونوں کو اُٹھایا اور لا کر اپنے سامنے بٹھا لیا پھر فرمایا :

اللہ تعالیٰ نے سچ فرمایا ہے کہ :

- " إِنَّمَآ أَمْوَالُكُمْ وَأَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ "

یعنی : (سوائے اس کے نہیں ہے کہ تمھارے اموال و اولاد آزمائش ہیں ۔)

میں نے دیکھا کہ یہ دونوں بچے آرہے ہیں اور دامنوں سے ان کے پاؤں اُلجھ
رہے ہیں میں اسے برداشت نہ کر سکا، خطبے کو منقطع کر کے انھیں اُٹھا لیا۔

- حنابذی نے بھی یہی روایت تقریباً اِن ہی الفاظ کے ساتھ نقل کی ہے۔
- ترمذی نے اپنے اسناد کے ساتھ ابی جحیفہ سے روایت کی ہے کہ میں نے
رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کو دیکھا تھا۔ اور حسنؑ بن علیؑ آپؐ کے بالکل
مشابہ تھے۔
- انس بن مالک سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم سے
حسنؑ بن علیؑ کے سوا کوئی اور مشابہ نہ تھا۔
- حضرت علیؑ سے روایت ہے کہ حسنؑ سینے سے سر تک، اور حسینؑ سینے سے
پاؤں تک رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم سے بہت زیادہ مشابہت
رکھتے تھے۔
- صحیح بخاری میں عقبہ بن حارث سے مرفوع روایت ہے۔ اُن کا بیان ہے کہ
ایک مرتبہ ابوبکر نے نمازِ عصر پڑھی اور علیؑ کے ساتھ ٹہلتے ہوئے نکلے، تو
دیکھا کہ حسنؑ بچّوں کے ساتھ کھیل رہے ہیں۔ ابوبکر نے آگے بڑھ کر انھیں
اُٹھا کر اپنے کاندھے پر بٹھا لیا اور یہ شعر پڑھا :

بِأَبِي شَبِيهٌ بِالنَّبِيّ   لَيْسَ شَبِيهًا بِعَلِيّ

یعنی: (میں اپنے باپ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ یہ تو نبیؐ سے مشابہ ہیں علیؑ سے مشابہ نہیں ہیں)
اور علیؑ یہ سُن کر ہنسنے لگے۔

- حنابذی نے لکھا ہے کہ: اور علیؑ یہ سُن کر متبسّم ہوئے۔
- اسماعیل بن ابی خالد سے روایت ہے اُن کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں نے ابوجحیفہ
سے پوچھا: کیا تم نے رسول اللہؐ کو دیکھا تھا ؟ اس نے کہا کہ ہاں آپؐ مشابہ بہ حسنؑ تھے

○ سواری ہی عمدہ نہیں بلکہ سوار بھی عمدہ ہے

ترمذی نے بھی مرفوعاً ابنِ عباس سے روایت کی ہے۔ اُن کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم امام حسنؑ کو اپنے دوشِ اقدس پر اُٹھائے ہوئے تھے۔ ایک شخص نے انھیں دیکھ کر کہا "صاحبزادے آپ کتنی عمدہ سواری پر سوار ہیں۔
آنحضرتؐ نے فرمایا: "سوار بھی کتنا عمدہ ہے۔"

- اِس حدیث کی روایت حنابذی نے بھی کی ہے۔

حافظ ابونعیم اپنی کتاب "حلیۃ الاولیاء" میں ابوبکرہ سے روایت بیان کرتے ہیں کہ، ایک مرتبہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم ہم لوگوں کے ساتھ نماز پڑھ رہے تھے، آپؐ سجدے میں تھے کہ امام حسنؑ آگئے "وہ ابھی بچے تھے"، اور آنحضرتؐ کی پُشت پر سوار ہوگئے یا گردن پر سوار ہوئے۔ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے امام حسنؑ کو آہستہ آہستہ اُٹھایا جب آنحضرتؐ نماز تمام کر چکے تو لوگوں نے عرض کی: یارسول اللہؐ! آپؐ اس بچّے کے ساتھ اتنی محبت سے پیش آتے ہیں کہ اتنی محبّت سے کسی اور بچّے سے پیش نہیں آتے۔
آپؐ نے فرمایا:

"اِنَّ ھٰذا ریحانتی واِنَّ ابنی ھٰذا سیّد وعسٰی
اَنْ یصلح اللہ بہٖ بین فئتین من المسلمین

یعنی: (بیشک یہ میرا پھول ہے، اور میرا یہ فرزند سیّد ہے قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے ذریعے مسلمانوں کے دو گروہوں میں صلح کرا دے)

- حنابذی نے بھی اِس حدیث کو اپنی کتاب میں تحریر کیا ہے۔
- ترمذی نے اپنی صحیح میں ایک مرفوع روایت انس ابنِ مالک سے مرقوم ہے

اُن کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم سے دریافت کیا گیا کہ: آپؐ کو اپنے اہلِ بیتؑ میں سب سے زیادہ محبوب کون ہے؟
آنحضرتؐ نے فرمایا حسنؑ وحسینؑ۔
آپؐ اکثر فاطمہ زہراؑ سے فرمایا کرتے تھے کہ: میرے فرزندوں کو لاؤ۔
پھر آپؐ ان دونوں کو سونگھتے اور اپنے سینے سے لگاتے تھے۔

- صحیح مسلم اور صحیح بخاری میں ابوہریرہ سے روایت ہے: اُن کا بیان ہے کہ:

ایک مرتبہ میں رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے ساتھ نکلا۔ تھوڑا دن چڑھا تھا۔ آپؐ نے نہ مجھ سے کوئی بات کی اور نہ میں نے آپؐ سے کوئی بات کرنے کی جرأت کی یہاں تک کے آپؐ بنی قینقاع کے بازار میں آگئے۔ پھر وہاں سے واپس ہوئے اور حجرے میں تشریف لے گئے اور فرمایا، کیا یہاں میرا بچھڑا ہے؟ کیا یہاں میرا بچھڑا ہے؟ (یعنی امام حسنؑ) تھوڑی دیر میں حسنؑ دوڑتے ہوئے آگئے اور دونوں نے ایک دوسرے کے گلے میں باہیں ڈالدیں۔
آنحضرتؐ نے فرمایا:

"اَللّٰھُمَّ اِنّی اُحِبّہٗ وَ اُحِبُّ مَن یُحِبُّہٗ"

یعنی: (یا اللہ! میں اس سے محبّت کرتا ہوں اور اُس سے بھی محبت کرتا ہوں جو اِس سے محبّت کرے۔)

- ایک دوسری روایت میں ہے کہ آپؐ نے فرمایا:

"اَللّٰھُمَّ اِنّی اُحِبُّہٗ فَاَحِبَّہٗ وَاَحِبَّ مَن یُحِبُّہٗ"

یعنی: (یا اللہ! میں اِس سے محبّت کرتا ہوں پس تو بھی اس سے محبّت کر اور جو اِس سے محبّت کرے اُس سے بھی محبّت کر۔)
ابوہریرہ کا بیان ہے کہ آنحضرتؐ کے اِس ارشاد کے بعد میرے نزدیک امام حسنؑ سے زیادہ کوئی شخص محبوب نہ رہا۔

(۶۳) حسنینؑ پشتِ رسولؐ پر

صحیح ترمذی میں ایک مرفوع روایت مرقوم ہے کہ اُسامہ بن زید کا بیان ہے کہ میں نے ایک شب کسی کام سے رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے درِ اقدس پر پہنچا اور دروازہ کھٹکھٹایا۔ آنحضرتؐ باہر تشریف لائے تو آپؐ کوئی چیز لیے ہوئے تھے میں اندازہ نہ کرسکا کہ وہ کیا چیز ہے۔ جب میں اپنی ضرورت سے فارغ ہوا تو عرض کی: یارسول اللہؐ! آپؐ یہ کیا چیز لیے ہوئے ہیں؟ آپؐ نے اپنی ردا ہٹائی تو دیکھا کہ حسنؑ و حسینؑ آپؐ کی پُشتِ اقدس پر ہیں۔ آپؐ نے فرمایا:

"ھٰذان ابنای وابنا ابنتی اللّٰھم انی احبھما
فاحبھما واحب من یحبھما۔"

یعنی: (یہ دونوں میرے نواسے میرے فرزند ہیں اے اللہ میں ان دونوں سے محبّت کرتا ہوں

• ابوہریرہ سے روایت ہے۔ اُن کا بیان ہے کہ میں نے جب بھی حسنؑ بن علیؑ کو دیکھا میری آنکھوں میں آنسو بھر آئے۔ اس لیے کہ ایک مرتبہ کا واقعہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گھر سے باہر تشریف لائے تو مسجد میں مجھے پایا۔ آپؐ نے میرا ہاتھ پکڑا اور میرا سہارا لیے ہوئے چلنے لگے یہاں تک کہ بنی قینقاع کے بازار میں پہنچے۔ مجھ سے دورانِ راہ کوئی بات نہ کی، اِدھر اُدھر گھومے، نظریں دوڑائیں اور واپس ہوگئے۔ میں بھی آپؐ کے ساتھ واپس ہوا۔ آپؐ مسجد میں تشریف فرما ہوئے اور مجھ سے فرمایا :

میرے بچھڑے کو آواز دو۔ (میں نے آواز دی) تو امام حسنؑ دوڑتے ہوئے آئے اور آنحضرتؐ کی آغوشِ مبارک میں جا پڑے اور آپؐ کی ریشِ مبارک میں انگلیاں ڈالنے لگے اور آپؐ اُن کا منہ کھول دیتے پھر اپنا دہنِ اقدس اُن کے دہنِ مبارک میں دیتے پھر ارشاد فرماتے :

" اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اُحِبُّہٗ وَاُحِبُّ مَنْ یُّحِبُّہٗ "

یعنی : (اے اللہ! میں اِس سے محبت کرتا ہوں اور اُس سے بھی محبت کرتا ہوں جو اِس سے محبت کرتا ہے۔)

یہ بات آپؐ نے تین مرتبہ فرمائی۔ (کشف الغمہ)

• کتاب مناقب میں بھی ابوہریرہ سے اسی کے مثل روایت مرقوم ہے۔ (مناقب ابن شہر آشوب)

(۶۵) حفاظت کی دُعا

حنابذی نے اپنے اسناد کے ساتھ عبدالرحمٰن بن عوف سے روایت کی ہے اُن کا بیان ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے عبدالرحمٰن! کیا میں تمھیں حفاظت کی وہ دُعا بتا دوں جو حضرت ابراہیمؑ اپنے دونوں فرزندوں اسمٰعیلؑ اور اسحاقؑ پر پڑھ کر دم کیا کرتے تھے۔ اور میں اپنے دونوں فرزندوں حسنؑ و حسینؑ پر پڑھ کر دم کیا کرتا ہوں۔ بولو

" کَفٰی بِسَمْعِ اللّٰہِ وَاعِیًا لِمَنْ دَعَا وَلَا مَرْمٰی وَرَاءَ اَمْرِ اللّٰہِ لِرَامٍ رَمٰی "

فضیلتِ حسنینؑ ہارون الرشید کی نظر میں

اسحٰق بن سلیمان ہاشمی سے مرفوعاً روایت ہے کہ اُس سے اُس کے والد نے کہا کہ ایک مرتبہ میں امیرالمومنین ہارون الرشید کے پاس تھا وہاں حضرت علیؑ کا ذکر ہونے لگا، تو امیرالمومنین ہارون الرشید نے کہا:

" لوگوں کو گمان ہے کہ میں علیؑ ابنِ ابی طالبؑ اور حسنؑ و حسینؑ سے بغض و عداوت رکھتا ہوں۔ نہیں خدا کی قسم ایسا نہیں ہے جیسا کہ لوگ سمجھتے ہیں۔ بلکہ اصل بات یہ ہے کہ یہ اُن کی اولاد ہے جن کے ساتھ مل کر ہم نے خونِ حسینؑ کا بدلہ لیا۔ اُن کے قاتلوں کو قتل کیا پھر یہ حکومت ہم لوگوں کو ملی۔ ہم نے اُن کے ساتھ میل جول کر رہنا شروع کیا، مگر ان لوگوں نے ہم پر حسد کرنا شروع کر دیا، ہم پر خروج کرنے لگے۔ (ورنہ ہمیں معلوم ہے کہ علیؑ ابن ابی طالبؑ اور حسنؑ و حسینؑ کا کیا مرتبہ ہے، سنو!)

خدا کی قسم، بیان کیا مجھ سے امیرالمومنین مہدی نے، اُن سے بیان کیا امیرالمومنین ابوجعفر منصور نے، اُن سے بیان کیا محمدؐ بن علی بن عبداللہ بن عباس نے، عبداللہ بن عباس کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ ہم لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھے کہ فاطمہ زہراؑ روتی ہوئی آئیں۔

آنحضرتؐ نے پوچھا، بیٹی! کیا بات ہے کیوں روتی ہو؟

اُنھوں نے عرض کی یا رسول اللہؐ! حسنؑ و حسینؑ گھر میں نہیں ہیں معلوم نہیں کہاں چلے گئے۔

آنحضرتؐ نے فرمایا: میرا باپ تم پر نثار گریہ نہ کرو، اللہ تعالیٰ نے انھیں پیدا کیا ہے وہ اُن پر ہم سب سے زیادہ رحم و کرم فرمانے والا ہے۔

پھر آنحضرتؐ نے دعا کی:

" پروردگارا! اگر وہ دونوں خشکی پر ہوں تو اُن کی تو ہی حفاظت فرما، اگر وہ تری میں ہوں تو اُن کو تو سلامت رکھ۔"

اتنے میں جبریل امینؑ نازل ہوئے اور کہا، اے احمدؐ! آپؐ کوئی غم و ہم نہ کریں وہ دونوں دنیا میں بھی صاحبِ فضیلت ہیں اور آخرت میں بھی صاحبِ فضیلت ہیں اور ان دونوں کے والد اُن دونوں سے بہتر ہیں۔ آپؐ کے دونوں فرزند حظیرۂ بنی نجار میں

سو رہے ہیں اور اللہ نے اُن کے لیے ایک فرشتہ مقرر کر دیا ہے جو اُن کی حفاظت کر رہا ہے۔

ابنِ عباسؓ کا بیان ہے کہ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اُٹھے اور ہم بھی آپؐ کے ہمراہ چلے اور حظیرۂ بنی نجار میں پہنچے تو ہم نے دیکھا کہ امام حسنؑ، امام حسینؑ کے گلے میں باہیں ڈالے ہوئے سو رہے ہیں اور ایک فرشتہ اپنے ایک پَر سے انھیں چھپائے ہوئے ہے۔

آنحضرتؐ نے امام حسنؑ کو اُٹھایا اور فرشتے نے امام حسینؑ کو اٹھالیا مگر ہمیں یہی نظر آیا کہ آپؐ ہی دونوں کو اُٹھائے ہوئے ہیں۔ تو ابوبکر اور ابو ایوب انصاری نے عرض کی، یا رسول اللہؐ! ان دونوں میں سے ایک کے بوجھ سے ہلکے ہو جائیے (ہمیں دیدیجیے۔)

آپؐ نے ارشاد فرمایا: نہیں اِن دونوں کو میرے ہی پاس رہنے دو کیونکہ یہ

"فانهما فاضلان فی الدنیا فاضلان فی الاٰخرۃ
وابوهما خیر منهما"

یعنی: (یہ دونوں دنیا و آخرت دونوں میں صاحبانِ فضیلت ہیں اور اِن دونوں کے والد اِن دونوں سے افضل و بہتر ہیں۔)

اِس کے بعد آپؐ نے فرمایا: خدا کی قسم، آج میں اِن دونوں کے وہ شرف بیان کروں گا جو شرف اللہ تعالےٰ نے ان دونوں کو عطا فرمائے ہیں۔

اِس کے بعد آپؐ نے ایک خطبہ ارشاد فرمایا: اور پوچھا:

"اے لوگو! کیا میں تمھیں ایسا شخص بتاؤں جو ازروئے جد و جدّہ تمام انسانوں میں سب سے بہتر ہے؟

لوگوں نے عرض کی جی ہاں ارشاد فرمائیے۔

آپؐ نے فرمایا: وہ حسنؑ و حسینؑ ہیں کہ ان کے جد رسول اللہؐ اور جدّہ خدیجۂ بنتِ خویلد ہیں۔ اچھا کیا میں تم کو ایسا شخص بتا دوں جو ازروئے پدر و مادر تمام انسانوں میں سب سے بہتر ہے؟

لوگوں نے عرض کی جی ہاں یا رسول اللہؐ!

آپؐ نے فرمایا: وہ حسنؑ و حسینؑ ہیں، کیونکہ ان کے پدر علیؑ ابنِ ابی طالبؑ ہیں اور ان کی مادر فاطمہ زہراؑ ہیں۔ کیا میں تمھیں ایسا شخص بتاؤں جو چچا اور پھوپی کی طرف سے

سب سے بہتر ہے؟

لوگوں نے عرض کی جی ہاں، یا رسول اللہؐ!

آپؐ نے فرمایا وہ حسنؑ و حسینؑ ہیں، کہ اُن کے چچا جعفرؑ بن ابی طالبؑ ہیں، اور پھوپی اُمِّ ہانی بنتِ ابی طالبؑ ہیں۔

اے لوگو! آگاہ رہو کہ اِن دونوں کے والد جنّت میں ہوں گے اور ان دونوں کی والدہ جنّت میں ہوں گی، ان دونوں کا جد میں "جنّت میں ہوں گا"، ان دونوں کی جدّہ (خدیجۂ) جنّت میں ہوں گی، ان دونوں کے چچا (جعفرؑ) جنّت میں ہوں گے، اِن دونوں کی پھوپی (اُمِّ ہانی) جنّت میں ہوں گی، یہ دونوں جنّت میں ہوں گے اور ان دونوں کے مُحب (چاہنے والے) جنّت میں ہوں گے، بلکہ ان دونوں کے محبّوں کے چاہنے والے بھی جنّت میں ہوں گے۔

حضرتِ امام حسنؑ کا حلیۂ مبارک

احمد بن محمد بن ایوب مغیری سے مرفوعاً روایت ہے کہ حضرت امام حسنؑ ابنِ علیؑ کا رنگ گورا سُرخی مائل، سیاہ بڑی بڑی آنکھیں، ہموار رُخسار، سینے سے ناف تک بالوں کی ہلکی سی لکیر، گھنی داڑھی، کانوں تک لٹکتی ہوئی زُلفیں، گردن جیسے چاندی کی صراحی، عظیم اور مضبوط جوڑ و بند، چوڑا چکلا سینہ، میانہ قد، خوبصورت چہرہ، گھونگھریالے بالوں پر سیاہ خضاب لگاتے تھے، سجیلا جسم رکھتے تھے۔

بابِ جنّت پر کتبہ

ابنِ عباسؓ سے ایک مرفوع روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشادِ گرامی ہے کہ جب شبِ معراج مجھے آسمانوں پر لیجایا گیا تو میں نے جنّت کے دروازے پر یہ لکھا ہوا دیکھا:

"لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ عَلِیٌّ حَبِیْبُ اللّٰهِ اَلْحَسَنُ وَ الْحُسَیْنُ صَفْوَةُ اللّٰهِ فَاطِمَةُ اَمَةُ اللّٰهِ عَلٰی بَاغِضِیْهِمْ لَعْنَةُ اللّٰهِ"

• لفتوانی کا بیان ہے کہ اس حدیث کی صحت پر سب متفق ہیں، یہ روایت عبداللہ بن ابی بریدہ کی ہے اور بخاری نے "سیر" میں علی بن سفیان سے اس حدیث کی روایت کی ہے۔

رسولؐ سجدۂ خالق میں اور حسنینؑ پشتِ رسولؐ پر

حافظ ابوبکر محمدؒ لفتوانی نے ابوہریرہ سے روایت کی ہے کہ ایک مرتبہ امام حسنؑ بن علیؑ نے کہا " السلام علیکم "، تو ابوہریرہ نے انھیں جوابِ سلام دیا پھر کہا " میں اپنے والد کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میں نے رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا کہ آپؐ مسجد میں نماز پڑھ رہے ہیں اور سجدے میں ہیں۔ اتنے میں امام حسنؑ آئے اور آنحضرتؐ کی پشت پر سوار ہو گئے۔ پھر امام حسینؑ آئے اور وہ بھی اپنے بھائی کے ساتھ آنحضرتؐ کی پشت پر سوار ہو گئے۔

چنانچہ میں نے آپؐ کی پشتِ مبارک پر ان دونوں شہزادوں کا وزن زیادہ دیکھ کر آپؐ کی پشتِ مبارک سے انھیں اُتار دیا۔ (اس کے بعد جب آنحضرتؐ نے نماز تمام فرمائی تو) ان دونوں کے سروں پر ہاتھ پھیرا اور ارشاد فرمایا :

" مَن احبّنی فلیحبّھا " (ثلاثًا) تین بار فرمایا

یعنی (جو مجھ سے محبّت کرتا ہے اس پر لازم ہے کہ ان دونوں سے بھی محبّت کرے۔)

• ابوہریرہ سے روایت ہے کہ میں نے آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کو فرماتے ہوئے سُنا:

" من احبّ الحسن والحسین فقد احبّنی ومن ابغضھما فقد ابغضنی۔ "

یعنی : (جس نے حسنؑ و حسینؑ سے محبّت کی اس نے مجھ سے محبّت کی۔ اور جس نے ان دونوں سے بغض رکھا اُس نے مجھ سے بغض رکھا۔)

• مروی ہے کہ ایک مرتبہ حضرت عباسؓ بن عبدالمطلبؓ آنحضرتؐ کی علالت میں آپؐ کی عیادت کو آئے تو آپؐ نے اُن کو جہاں وہ بیٹھے تھے وہاں سے اُٹھا کر اپنے بستر پر بٹھایا اور فرمایا : چچا جان! اللہ تعالیٰ آپ کو مزید بلندیٔ مراتب عطا فرمائے حضرت عباسؓ نے عرض کی (یا حضرت!) علیؑ بھی اندر آنے کی اجازت چاہتے ہیں

آپؐ نے اُنھیں اجازت دی۔ تو حضرت علیؑ اندر آئے اور اُن کے ساتھ امام حسنؑ اور امام حسینؑ بھی تھے۔

حضرت عباسؓ نے عرض کی یارسول اللہؐ! یہ دونوں آپؐ کے فرزند ہیں ؟

آپؐ نے فرمایا : جی ہاں، چچا جان یہ سب آپ ہی کے فرزند ہیں۔ کیا آپ کو ان سے محبّت ہے ؟

حضرت عباسؓ نے عرض کی، جی ہاں۔

آپؐ نے فرمایا: جس طرح آپ ان دونوں سے محبّت کرتے ہیں اللہ بھی آپ سے اسی طرح محبّت کرتا ہے۔

آلِ محمدؐ صدقہ نہیں کھاتے

ابوہریرہ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ آنحضرتؐ کے پاس صدقے کی کچھ کھجوریں آئیں۔ آپؐ نے اُسے تقسیم کیا اور جب فارغ ہوئے تو امام حسنؑ کو گود میں لیا اور اُٹھے تو دیکھا کہ حسنؑ کے منہ میں ایک کھجور ہے اور منہ سے رال ٹپک رہی ہے۔ آپؐ نے اُن کا سر اُٹھایا تو دیکھا کہ حسنؑ کے منہ میں کھجور ہے، آپؐ نے (پیار میں) ان کے جبڑے پر مار کر فرمایا : بیٹا! تھوک دو اسے۔ کیا تمھیں معلوم نہیں ہے کہ آلِ محمدؐ صدقہ نہیں کھاتے ؟

• واضح ہو کہ اسی مضمون کی روایت احمد بن حنبل نے بھی اپنی مُسند میں تحریر کی ہے۔ ذرا الفاظ بدلے ہوئے ہیں۔ یعنی امام حسنؑ نے بیان کیا کہ میرے جد نے اپنی اُنگلی میرے منہ میں ڈالی اور فرمایا: "تھوک دو"۔ میں دیکھ رہا تھا کہ میرا لعابِ دہن آپؐ کی اُنگلی میں لگ گیا ہے۔

• یہی حدیث ابوعمیرہ رشید بن مالک سے دوسرے الفاظ میں روایت کی گئی ہے اور لکھا ہے کہ ایک شخص آنحضرتؐ کے پاس ایک طبق میں کچھ کھجوریں لایا۔

آپؐ نے دریافت فرمایا کہ " یہ ہدیہ ہے یا صدقہ ؟ "

اُس نے عرض کی : یہ صدقہ ہے۔

یہ سُن کر آپؐ نے وہ کھجوریں اصحاب کی طرف بڑھا دیں۔

راوی کا بیان ہے کہ حسنؑ آپؐ کے سامنے زمین پر بیٹھے تھے مٹی سے آپ کے

ہاتھ اور کپڑے آلودہ تھے۔ راوی کا بیان ہے کہ اس بچے (امام حسنؑ) نے ایک کھجور اُٹھا کر اپنے منھ میں رکھ لی اور آنحضرتؐ نے فوراً ہی اپنی انگشت سے ان کے منھ سے وہ کھجور نکال کر پھینک دی اور فرمایا: ہم آلِ محمدؐ صدقہ نہیں کھاتے:

- لفتوانی کا بیان ہے کہ طبرانی نے اپنے معجم میں ابی عمیرہ سعدی سے سوائے اس حدیث کے کوئی اور حدیث نقل نہیں کی ہے۔
- ایک دوسری حدیث میں ہے کہ آپؐ نے فرمایا کہ:

"اِنّا آل محمّد لا نا کل الصدقة"

یعنی: (ہم آلِ محمدؐ صدقہ نہیں کھاتے)

- معروف کا بیان ہے کہ آنحضرتؐ نے اُن کے منھ میں انگشت ڈالی اور حسنؑ کو اذیت دینا پسند نہ کیا۔
- اسامہ بن زید سے مرفوعاً روایت ہے کہ نبی صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم ایک زانو پر امام حسنؑ کو دوسرے زانو پر امام حسینؑ کو بٹھاتے تھے اور فرمایا کرتے تھے:

"اَللّٰھمّ ارحمھما فانی ارحمھما"

یعنی: (اے اللہ! تو ان دونوں پر مہربانی فرما کیونکہ میں بھی ان دونوں پر مہربان ہوں)

- ابوبکر سے مرفوعاً روایت ہے کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم منبر پر تھے اور امام حسنؑ آپؐ کے پہلو میں، آپؐ کبھی مجمع کو دیکھتے اور کبھی امام حسنؑ کو۔ پھر فرمایا:

"اِنّ ابنی ھٰذا سیّد ولعلّ اللہ ان یصلح به ما بین فئتین من المسلمین"

یعنی: (میرا یہ فرزند سیّد ہے اس کے ذریعے اللہ تعالیٰ مسلمانوں کے دو گروہوں میں صلح کرا دے گا۔)

- زید بن ارقم سے روایت ہے کہ نبی صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علیؑ و فاطمہؑ و حسنؑ و حسینؑ کے لیے فرمایا: (اے میرے اہلِ بیت)

"اِنَا سِلْمٌ لِمَنْ سَالَمْتُمْ وَحَرْبٌ لِمَنْ حَارَبْتُمْ"

یعنی: (میری صلح اُس سے ہے جو تم سے صلح رکھے اور میری جنگ اُس سے ہے جو تم سے جنگ کرے۔)

- احمد بن حنبل نے روایت کی ہے کہ نبی صلّی [illegible]

دیکھا اور فرمایا:

"مَنْ اَحَبَّ هٰذَيْنِ وَاَبَاهُمَا وَاُمَّهُمَا كَانَ مَعِيَ فِيْ دَرَجَتِيْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ"

یعنی: (جو شخص اِن دونوں سے اور ان دونوں کے والد اور اِن دونوں کی والدہ سے محبت رکھے گا وہ قیامت کے روز میرے ساتھ میرے درجے میں ہوگا۔)

- کتاب "الفردوس الاخبار" میں حضرت عائشہ سے اور اُنھوں نے نبی صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم سے روایت کی ہے کہ جنّت نے اللہ تعالیٰ سے عرض کی: "پروردگارا! (اہلِ جنت) میرے اصحاب و ساکنین سبھی متقین و ابرار ہیں لہٰذا مجھے مزیّن تو فرما دے"

پس اللہ تعالیٰ عزّوجلّ نے وحی فرمائی "کیا میں نے تجھے حسنؑ و حسینؑ سے زینت نہیں دی ہے؟"

(کشف الغمہ)

۶۶ حسنؑ و حسینؑ کا شمار اسباط میں ہے

یعلی بن مرّہ سے روایت ہے کہ ایک جگہ کھانے پر ہم لوگ مدعو تھے۔ جب ہم نبی صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے ساتھ نکلے تو دیکھا کہ امام حسنؑ گلی میں کھیل رہے ہیں۔ یہ دیکھ کر آنحضرتؐ اصحاب کے مجمع سے آگے بڑھے اور اپنے دونوں ہاتھ پھیلا دیے۔ آپؐ حسنؑ کے پاس پہنچے اور اُنھیں ہنسانے کی سعی میں کبھی اِدھر اور کبھی اُدھر جاتے یہاں تک کہ اُن کو پکڑ لیا۔ پھر اپنا ایک ہاتھ اُن کی ٹھوڈی کے نیچے اور دوسرا سر کے پاس رکھا اور گلے سے لگا کر بوسہ لیا۔ پھر فرمایا: "حسن منّی وانا منه احبّ اللہ من احبّه الحسن والحسین سبطان من الاسباط"

یعنی: (حسنؑ مجھ سے ہے اور میں حسنؑ سے ہوں جو اِن سے محبت کرے گا اُس سے اللہ محبت کرے گا۔ حسنؑ و حسینؑ اسباط میں سے دو سبط ہیں۔)

(بشارۃ المصطفیٰ)

۶۷ دُعا برائے حفاظتِ حسنینؑ

مرتبہ نبی صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے حسنؑ وحسینؑ پر حفاظت کے
لیے یہ دعا ... تھے بیان فرما ... کی پناہ میں دیا:
... بکلمٰت اللّٰہ التامۃ واسمائہ الحسنیٰ
... ھاعامۃ من شر السامۃ والھامۃ و
... ن شر کل عین لامۃ ومن شر کل
حاسد اذا حسد "
اس کے بعد آنحضرتؐ ہماری جانب متوجّہ ہوئے اور فرمایا کہ حضرت ابراہیمؑ
دونوں فرزند حضرت اسمٰعیلؑ و حضرت اسحٰقؑ پر حفاظت کے لیے یہی دُعا پڑھ کر
پناہِ خدا میں دیتے تھے۔
(کافی)

(۶۸) شبّرؑ و شبیّرؑ

حضرت امام جعفر صادق علیہ السّلام سے روایت ہے کہ نبی صلّی اللہ علیہ
آلہ وسلّم نے ارشاد فرمایا کہ فرزندِ صالح اللہ کا عطا کردہ پھول ہے جو اللہ اپنے بندوں
تقسیم فرمایا کرتا ہے اور اس دنیا میں میرے لیے پھول یہ دونوں حسنؑ وحسینؑ ہیں۔ میں
نے اِن دونوں کے نام وہی رکھے ہیں جو اسباطِ بنی اسرائیل میں سے دو سبطوں کے
تھے۔ یعنی شبّرؑ و شبیّرؑ۔
(کافی)

(۶۹) امام حسینؑ کیلئے نماز میں سات تکبیریں

حضرت امام جعفر صادق علیہ السّلام سے روایت ہے کہ نبی صلّی اللہ علیہ وآلہ
ایک مرتبہ نماز میں مشغول تھے اور آپؐ کے پہلو میں حسینؑ ابنِ علیؑ بھی تھے۔ آنحضرتؐ نے تکبیر
تو حسینؑ صحیح طور پر اَللّٰہُ اَکْبَر ادا نہ کر سکے، اِس لیے آنحضرتؐ مسلسل تکبیر کہتے رہے اور حسین
ابنِ علیؑ اَللّٰہُ اَکْبَر صحیح طور پر ادا کرنے کی کوشش کرتے رہے یہانتک کہ ساتویں مرتبہ حسینؑ
علیؑ نے صحیح طور پر اَللّٰہُ اَکْبَر کہہ لیا۔
حضرت امام جعفر صادق علیہ السّلام فرماتے ہیں کہ اسی بنا پر سات مرتبہ تکبیر
(تہذیب)

(۷۰) کِفْلَیْنِ سے مراد حسنؑ وحسینؑ ہیں

جعفر فزاری نے ابنِ عبّاسؓ سے روایت کی ہے کہ اُنھوں نے آیۂ کریمہ
" یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ وَاٰمِنُوْا بِرَسُوْلِہٖ
یُؤْتِکُمْ کِفْلَیْنِ مِنْ رَّحْمَتِہٖ " (سورۃ الحدید آیت ۲۸)
ترجمۂ آیت: (اے وہ لوگو! جو ایمان لائے ہو، اللہؐ سے ڈرو اور اُس کے رسولؐ
پر ایمان لے آؤ۔ تو وہ تمھیں اپنی رحمت سے دوہرا حصّہ دے گا۔)
کی تفسیر میں کہا کہ اس سے مراد حسنؑ وحسینؑ ہیں اور :
" وَیَجْعَلْ لَّکُمْ نُوْرًا تَمْشُوْنَ بِہٖ "
ترجمۂ آیت: (اور تمھارے لیے ایک ایسا نور قرار دے گا جس سے تم چلو پھرو گے)
سے مراد امیرالمومنین علیؑ ابنِ ابی طالبؑ ہیں۔
(تفسیر فرات)

(۷۱) ہمارا شیعہ کبھی خسارے میں نہیں رہ سکتا

علی بن محمد زہری نے جابر انصاریؓ سے اور اُنھوں نے حضرت امام
محمد باقر علیہ السّلام سے روایت کی ہے کہ آپؑ نے اللہ تعالیٰ کے قول :
" یُؤْتِکُمْ کِفْلَیْنِ مِنْ رَّحْمَتِہٖ "
کے متعلّق ارشاد فرمایا کہ اس سے مراد حسنؑ وحسینؑ ہیں۔ اس کے بعد فرمایا کہ وہ شخص
جس کو اللہ تعالیٰ نے ہمارا شیعہ ہونے کا شرف بخشا ہے وہ دنیا کی خواہ کسی مصیبت
میں مبتلا ہو، خواہ اُس کے پاس کھانے کے لیے گھاس پھوس کے سوا کچھ بھی نہ ہو پھر بھی
نقصان میں نہیں رہے گا۔
(تفسیر فرات)

(۷۲) محبّانِ پنجتنِ پاک کیلئے جہنّم سے امان

مناقب کی بعض کتبِ قدیمہ میں اپنے اسناد کے ساتھ ابنِ عبّاس سے
روایت ہے اُن کا بیان ہے کہ میں ایک دن رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے پاس

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "اور یہ دونوں سوار بھی کتنے اچھے ہیں اور ان دونوں کے والد ان دونوں سے بہتر ہیں۔"

امام حسنؑ اور امام حسینؑ کی خوشخطی کا مقابلہ اور جبریلؑ کا فیصلہ

مرسل روایتوں میں ایک روایت یہ بھی ہے کہ ایک مرتبہ حسنؑ و حسینؑ بیٹھے ہوئے لکھ رہے تھے۔ امام حسنؑ نے امام حسینؑ سے کہا میرا خط تم سے اچھا ہے۔

امام حسینؑ نے کہا، نہیں میرا خط آپ سے بہتر ہے۔

ان دونوں نے (اپنی والدہ) فاطمہ زہراؑ سے کہا، آپ فیصلہ فرمائیں (کہ کس کا خط بہتر ہے۔)

فاطمہ زہراؑ نے نہ چاہا کہ ان میں کسی ایک کی بھی دل شکنی ہو، اس لیے کہا کہ جاؤ اپنے والد سے اس کا فیصلہ کرالو۔

ان دونوں نے جا کر حضرت علیؑ سے عرض کہ بابا جان آپ ہی ہماری خوشخطی کا بہتر فیصلہ فرما دیجیے کہ ہم دونوں میں کس کا خط بہتر ہے؟

حضرت علیؑ نے بھی نہ چاہا کہ ان میں سے کسی ایک کی دل شکنی ہو، اس لیے فرمایا کہ تمھارا فیصلہ تمھارے نانا جان ہی فرمائیں گے۔

وہ دونوں رسول اللہؐ کے پاس گئے۔ اُنھوں نے بھی نہ چاہا کہ دونوں میں سے کسی ایک کی دل شکنی ہو، لہٰذا فرمایا کہ میں کچھ نہ کہوں گا جبتک جبرئیل سے نہ پوچھ لوں۔

جب جبریلؑ آئے تو اُنھوں نے کہا، میں بھی کوئی فیصلہ نہ کروں گا۔ اس کا فیصلہ اسرافیلؑ کریں گے۔

پھر اسرافیلؑ آئے تو اُنھوں نے بھی کہا کہ فیصلہ میں نہ کرسکوں گا بلکہ میں اللہؑ سے درخواست کرتا ہوں کہ وہ اس کا فیصلہ فرمادے۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ اس کا فیصلہ ان کی والدہ فاطمہ زہراؑ کریں گی۔

فاطمہ زہراؑ نے عرض کی پروردگارا! اگر تیرا یہی حکم ہے تو میں ان کا فیصلہ کرتی ہوں اور بچوں سے فرمایا: میرے گلے میں جو موتیوں کا ہار ہے اسے توڑ کر اس کے دانے بکھیرتی ہوں تم دونوں میں سے جو بھی زیادہ دانے چن لے گا اُسی کا خط اچھا ثابت ہوگا۔

یہ کہہ کر آپؑ نے ہار توڑ کر دانے بکھیر دیے۔ جبریلؑ اُس وقت قائمۂ عرش پر تھے۔ اللہ تعالیٰ نے حکم دیا، جاؤ ان دونوں کے درمیان موتیوں کو دو برابر برابر حصوں میں تقسیم کردو تاکہ ان دونوں میں سے کسی ایک کی بھی دل شکنی نہ ہو۔

جبریلؑ نے بحکمِ پروردگار ایسا ہی کیا: یہ ہے اللہؑ کے نزدیک ان دونوں کی عظمت اور ان کا اکرام۔

ایک بابرکت پیالہ:

رکن الائمہ عبدالحمید بن میکائیل نے اپنے اسناد کے ساتھ حضرت عائشہ سے روایت کی ہے کہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھوکے تھے اور گھر میں کھانے کی کوئی شے بھی نہ تھی۔ آپؐ نے مجھ سے فرمایا کہ میری ردا لے آؤ۔

میں نے عرض کی کہاں کا ارادہ فرمایا ہے؟

آپؐ نے فرمایا، میں اپنی بیٹی فاطمہؑ کے پاس جاؤں گا اور حسنؑ و حسینؑ کو دیکھوں گا تو میری یہ بھوک ختم ہو جائے گی۔

آنحضرتؐ یہاں سے فاطمہؑ کے پاس پہنچے اور پوچھا، بیٹی! میرے دونوں فرزند کہاں ہیں؟

اُنھوں نے عرض کی یارسول اللہؐ! وہ دونوں تو بھوک کی وجہ سے روتے ہوئے گھر سے نکلے ہیں۔

یہ سُن کر آنحضرتؐ فوراً ان دونوں کی تلاش میں چل دیے۔ راہ میں ابو دردا نظر آئے۔ آپؐ نے کہا: اے عویمر! کہیں تم نے میرے بچوں کو دیکھا ہے؟

اُنھوں نے عرض کی، جی ہاں یارسول اللہؐ وہ دونوں بنی جدعان کے باغ کے اندر سائے میں سو رہے ہیں۔

آنحضرتؐ وہاں پہنچے دونوں کو گلے لگایا وہ دونوں رو رہے تھے اور آپؐ ان کے آنسو صاف کرتے جاتے تھے۔

ابو درداء نے عرض کی، یارسول اللہ! لائیے مجھے دیدیجیے میں ان دونوں کو گود میں لیکر چلتا ہوں۔

آپؐ نے فرمایا: اے ابو درداء! پہلے مجھے ان دونوں کے آنسو صاف کرلینے دو

اُس ذات کی قسم جس نے مجھے حق کے ساتھ مبعوث برسالت کیا ہے اگر ان کے آنسوؤں کا ایک قطرہ بھی زمین پر گر گیا تو قیامت تک میری اُمّت میں بھوک باقی رہ جائے گی۔

پھر آپؐ نے خود اُن دونوں کو اُٹھایا، حالت یہ تھی کہ وہ دونوں بھی رو رہے تھے اور آنحضرتؐ بھی رو رہے تھے۔

پس جبریلِ امینؑ نازل ہوئے اور عرض کی اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ یَا مُحَمَّدُ!

اللہ جَلَّ جَلَالُہٗ آپؐ کو سلام کہتا ہے اور فرماتا ہے کہ یہ جزع و فزع کیسا ہے ؟

آنحضرتؐ نے فرمایا: اے جبریلؑ! میں تکلیف کی وجہ سے نہیں روتا، بلکہ اس لیے روتا ہوں کہ یہ دنیا بھی کس قدر ذلیل جگہ ہے۔

جبریلؑ نے عرض کی، اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ اگر آپؐ کی خوشی ہو تو میں اس پورے کوہِ اُحد کو آپؐ کے لیے سونا بنا دوں اور اس کے علاوہ جو کچھ آخرت میں آپؐ کے لیے میرے پاس ہے اُس کے عطا کرنے میں کوئی کمی نہ کروں گا۔

آپؐ نے فرمایا: نہیں۔

جبریلؑ نے عرض کی: کیوں ؟

آپؐ نے فرمایا: اِس لیے کہ اللہ تعالیٰ اِس دُنیا کو پسند نہیں فرماتا، اگر دُنیا اُسے پسند ہوتی تو کبھی کسی کافر کو وہ عطا نہ فرماتا۔

جبریلؑ نے عرض کی: اے محمدؐ! وہ بڑا پیالہ جو گھر کے ایک گوشے میں اُلٹا پڑا ہوا ہے اُسے منگوا لیجیے۔

آنحضرتؐ نے اُسے منگوایا تو اُس کے اندر ثرید اور گوشت بھرا ہوا تھا۔

جبریلؑ نے عرض کی: اے محمدؐ! آپؐ بھی تناول فرمائیے اور اِن دونوں فرزندوں کو اور اپنے اہلِ بیتؑ کو بھی کھلائیے۔

راوی کا بیان ہے کہ پھر اُسے سب نے مل کر کھایا اور خوب شکم سیر ہو گئے پھر آپؐ نے وہ پیالہ ہمارے یہاں بھی بھیج دیا، یہاں بھی سب لوگ کھا کر سیر ہو گئے، مگر اُس کے اندر ثرید (شوربا) اور گوشت میں کوئی کمی نہیں آئی وہ اپنے حال پر رہا۔ میں نے اُس پیالے سے بڑھ کر بابرکت پیالہ کبھی نہیں دیکھا۔ پھر وہ پیالہ اُٹھا لیا گیا۔

(۷۳) نزولِ مائدہ برائے پنجتنِ پاکؑ

علامہ مجلسیؒ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے بعض اصحاب کے

بعض مؤلفات میں دیکھا ہے کہ صحابہ کی ایک جماعت نے مرسلاً یہ روایت کی ہے کہ ایک دن نبی صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم، فاطمہ زہراؑ کے گھر تشریف لائے اور فرمایا: اے فاطمہؑ آج تمھارا بابا تمھارے مہمان ہے۔

اُنھوں نے عرض کی بابا جان! حسنؑ و حسینؑ کھانا مانگ رہے تھے مگر میرے پاس کچھ تھا ہی نہیں جو اُنھیں کھلاؤں۔

یہ سُن کر آنحضرتؐ اندر داخل ہوئے اور علیؑ و فاطمہؑ و حسنؑ و حسینؑ کے ساتھ تشریف فرما ہوئے۔ فاطمہؑ متفکر ہوئیں کہ اب کیا انتظام کروں۔ ادھر آنحضرتؐ نے آسمان کی طرف نظر اُٹھائی ہی تھی کہ چند لمحے بعد جبریلؑ نازل ہوئے اور عرض کی اے محمدؐ! العلیُّ الاعلیٰ آپؐ کو سلام کہتا ہے اور تحیّۃ و اکرام کے ساتھ آپؐ کو مخصوص کرتا ہے اور ارشاد فرماتا ہے کہ علیؑ و فاطمہؑ و حسنؑ و حسینؑ سے پوچھیں کہ وہ جنّت کا کونسا پھل کھانا چاہتے ہیں ؟

آنحضرتؐ نے فرمایا: اے علیؑ، اے فاطمہؑ، اے حسنؑ اور اے حسینؑ! ربّ العزّت کو علم ہے کہ تم کو بھوک کی شدّت نے بےچین کر دیا ہے، بتاؤ تمھیں جنّت کا کونسا پھل پسند ہے

سب خاموش رہے کسی نے کوئی جواب نہ دیا تو حضرت حسینؑ ابنِ علیؑ نے عرض کی کہ اے بابا جان امیر المومنینؑ! کیا آپ کی اجازت ہے ؟ اے مادرِ گرامی سیّدۃ نساء العالمین! کیا اجازت ہے ؟ اے بھائی حسنؑ الزکی! کیا اجازت ہے کہ میں آپ سب حضرات کی جانب سے جنّت کے کسی پھل کا انتخاب کروں ؟

سب نے کہا، ہاں ہاں، اے حسینؑ! تم منتخب کرو، تمھارے انتخاب پر ہم سب ہی راضی ہیں۔

امام حسینؑ نے عرض کی، یا رسول اللہؐ! جبریلؑ سے فرما دیں کہ ہم رُطبِ تازہ کھانا چاہتے ہیں۔

آنحضرتؐ نے فرمایا، بیشک اللہ تعالیٰ کو بھی معلوم ہے کہ تمھیں کیا پسند ہے پھر فرمایا، اے فاطمہؑ! اٹھو اور حجرے میں جو کچھ ہے اُسے اُٹھا لاؤ۔

فاطمہؑ اندر گئیں اور ایک بلور کا طبق اُٹھا لائیں جس میں رُطبِ تازہ بھرے ہوئے تھے، جو سبز رنگ کے ریشمیں رومال سے ڈھکا ہوا تھا اور اس وقت رُطب کا موسم بھی نہ تھا۔

آنحضرتؐ نے پوچھا، اے فاطمہؑ! یہ کہاں سے آ گئے ؟

تو اُنھوں نے بھی وہی آیت پڑھی جو حضرت مریمؑ نے کہا تھا جس کو قرآن مجید
میں اللہؑ نے اس طرح نقل فرمایا ہے :
" هُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ یَرْزُقُ مَنْ یَّشَآءُ
بِغَیْرِ حِسَابٍ (سورۂ آلِ عمران آیت ۳۷)
یعنی : (یہ اللہؑ کی جانب سے (آیا) ہے۔ بیشک اللہؑ جس کو چاہتا ہے
بے حساب رزق دیتا ہے۔)
نبی صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم اُٹھے، وہ طبق لیا اور اسے سب کے سامنے رکھدیا
پھر ارشاد فرمایا: بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ اور اس میں سے ایک رُطب
اُٹھایا اور حسینؑ کے منھ میں ڈالا اور فرمایا اے حسینؑ ! اللہؑ تمھارے لیے یہ مبارک اور خوشگوار
کرے پھر دوسرا رُطب اُٹھایا حسنؑ کے منھ میں ڈالا اور فرمایا اے حسنؑ ! تمھیں یہ رُطب اللہؑ
مبارک وخوشگوار کرے، پھر تیسرا رُطب اُٹھایا اور فاطمہؑ کے منھ میں ڈالا اور فرمایا: اے
فاطمہؑ ! اللہؑ تمھیں یہ رُطب مبارک وخوشگوار کرے، پھر چوتھا رُطب اُٹھایا، اور
علیؑ کے منھ میں ڈالا اور فرمایا، اے علیؑ ! تمھیں یہ رُطب اللہؑ مبارک اور خوشگوار کرے
اس کے بعد آپؐ نے علیؑ ابنِ ابی طالبؑ کو ایک رُطب اور دیا اور فرمایا:
اے علیؑ ! اللہؑ تم کو یہ گوارا اور مبارک کرے۔ پھر آپؐ اُٹھے اور بیٹھ کر وہ رُطب سب
نے مل کر کھائے اور سیر ہوگئے تو وہ خوان آسمان کی طرف بلند ہوگیا۔ (اللہؑ کے اذن سے)
اس کے بعد فاطمہ زہراؑ نے عرض کی باباجان ! آج میں نے آپؐ سے یہ ایک
عجیب ہی بات دیکھی ہے۔
آپؐ نے فرمایا، اے فاطمہؑ ! وہ پہلا رُطب جب میں نے اُٹھا کر حسینؑ کے منھ
میں دیا تو میں نے سُنا کہ میکائیلؑ واسرافیلؑ دونوں کہہ رہے ہیں کہ اے حسینؑ ! تمھیں اللہؑ
یہ رُطب گوارا ومبارک کرے ؛ تو میں نے بھی انھیں کے مطابق کہدیا۔ پھر دوسرا رُطب
اُٹھا کر حسنؑ کے منھ میں رکھا، تو میں نے سُنا کہ میکائیلؑ واسرافیلؑ کہہ رہے ہیں کہ:
اے حسنؑ ! تمھیں یہ رُطب اللہؑ خوشگوار کرے تو میں نے بھی اُنھیں کے مطابق کہدیا:
پھر تیسرا رُطب اُٹھا کر تمھارے منھ میں دیا تو سُنا کہ جنّت سے حوریں جھانک رہی ہیں
اور بہت خوش ہوکر کہہ رہی ہیں کہ اے فاطمہؑ ! آپؑ کو یہ رُطب اللہؑ گوارا ومبارک کرے
میں نے بھی انھیں کے مطابق کہدیا۔ جب میں نے چوتھا رُطب اُٹھا کر علیؑ کے منھ میں رکھا
تو میں نے سُنا کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آواز آرہی ہے کہ اے علیؑ ! تم کو یہ رُطب گوارا ومبارک ہو

میں نے بھی ندائے الٰہی کے مطابق کہدیا۔ پھر میں نے ایک اور رُطب لیکر علیؑ کو دیا۔ اس
کے بعد ایک اور دیا، اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے آواز آتی رہی، اے علیؑ ! تم کو یہ رُطب گوارا
اور مبارک ہو، میں ، اللہ تعالیٰ کے اجلال واکرام میں کھڑا ہوگیا اور اللہ تعالیٰ کو فرماتے
ہوئے سُنا کہ اے محمدؐ ! میں اپنے عزّت وجلال کی قسم کھاکر کہتا ہوں کہ اگر تم اِس وقت سے
لیکر قیامت تک یونہی ایک ایک رُطب علیؑ کو دیتے رہے تو میں بھی مسلسل کہتا رہوں گا،
مبارک اور گوارا ہو۔

بچۂ آہو کیلیے حسینؑ کا مچلنا

بعض روایات میں ہے کہ ایک مرتبہ ایک اعرابی نبی صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی
خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی، یارسول اللہؐ ! میں نے ایک ہرنی کا بچہ شکار کیا ہے اور
آپؐ کے دونوں فرزندوں حسنؑ وحسینؑ کے لیے لایا ہوں۔
آپؐ نے اُس کا ہدیہ قبول فرمایا، اُسے دُعا دی۔ اتفاق یہ کہ اس وقت
امام حسنؑ اپنے نانا کے پاس کھڑے تھے۔ اُنھوں نے بچۂ آہو کی طرف رغبت سے دیکھا تو
آنحضرتؐ نے وہ بچۂ آہو امام حسنؑ کو دے دیا۔ ابھی تھوڑی ہی دیر ہوئی تھی کہ امام حسینؑ آگئے
اور دیکھا کہ بھائی کے پاس بچۂ آہو ہے اور وہ اُس سے کھیل رہے ہیں۔
امام حسینؑ نے پوچھا، اے اخی ! یہ بچۂ آہو آپؑ کے پاس کہاں سے آیا ہے ؟
اُنھوں نے کہا، یہ مجھے ناناجان نے دیا ہے۔
یہ سُن کر امام حسینؑ دوڑتے ہوئے نانا کے پاس پہنچے اور عرض کی ناناجان
آپ نے بھائی کو بچۂ آہو دیا، مگر مجھے نہیں دیا۔ وہ یہی بار بار کہتے رہے لیکن آنحضرتؐ
خاموش تھے۔ جب حسینؑ کا اصرار بڑھنے لگا اور قریب تھا کہ رونے لگیں کہ اسی اثنا میں
ہم لوگوں نے دروازۂ مسجد پر شور وغُل سُنا۔ نظر اُٹھا کر دیکھا کہ ایک ہرنی اپنے بچے کو
لیے ہوئے آرہی ہے اور اُس کے پیچھے ایک بھیڑیا ہے جو اُسے گھیر کر رسول اللہ صلّی اللہ
علیہ وآلہٖ وسلّم کی خدمت میں لا رہا ہے۔ خدمتِ اقدس میں پہنچ کر اُس ہرنی نے بزبانِ فصیح
عرض کی، یارسول اللہ ! میرے دو بچے تھے، ایک بچہ تو صیّاد آپؐ کی خدمت میں پکڑ کر لے آیا
اور یہ دوسرا بچہ میرے پاس رہ گیا تھا جو میرے لیے باعثِ تسکین تھا اور ابھی میں اِسے
دودھ پلا رہی تھی کہ میں نے سُنا کہ کوئی آواز دے رہا ہے: " اے ہرنی ! اپنے اس بچے کو لیکر

رسول اللہؐ کی خدمت میں بہت جلد حاضر ہو کیونکہ حسینؑ اپنے نانا کے سامنے کھڑے ہوئے ہیں ایسا نہ ہو کہ وہ بضد ہو کر رونے لگیں، تمام ملائکہ اپنے اپنے مصلاتے عبادت سے سر اُٹھائے ہوئے اُنھیں دیکھ رہے ہیں۔ اگر حسینؑ نے رونا شروع کر دیا تو سارے ملائکہ بھی گریہ کناں ہو کر حسینؑ کا ساتھ دیں گے۔

میں نے یہ بھی سُنا کہ ایک کہنے والا کہہ رہا ہے۔ اے ہرنی! جلدی کر اور حسینؑ کے چہرے پر آنسو بہنے سے پہلے پہنچ جا۔ اگر ایسا نہ کیا تو اس بھیڑیے کو تجھ پر مسلط کر دوں گا جو تجھے مع تیرے بچے کے کھا جائے گا۔

یا رسول اللہؐ! میں اپنا بچہ آپؐ کی خدمت میں لیکر حاضر ہوئی ہوں، بہت دور دراز علاقے سے آئی ہوں اللہؐ نے میرے لیے زمین کو سمیٹ دیا، تاکہ میں حسینؑ کے چہرے پر آنسو بہنے سے قبل آپؐ کی خدمت میں اپنے بچے کو لیکر حاضر ہو جاؤں۔ اللہ تعالےٰ کا شکر ہے کہ میں حسینؑ کے چہرۂ پُر نور پر آنسو بہنے سے قبل ہی آپہنچی۔

یہ سُن کر اصحابِ رسولؐ نے تکبیر و تہلیل کی آوازیں بلند کیں۔ پھر آنحضرتؐ نے ہرنی کے لیے خیر و برکت کی دعا فرمائی۔ امام حسینؑ نے وہ بچہ لے لیا، اپنی مادرِ گرامی کے پاس آئے تو فاطمہ زہراؑ بھی اُسے دیکھ کر بیحد خوش ہوئیں۔

○ حسنینؑ اور اژدہے کی مروحہ جنبانی:

سلمان فارسیؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی خدمت میں ایک انگوروں کا گچھا بے موسم کے کہیں سے تحفہ ہدیہ آیا۔ آپؐ نے مجھ سے فرمایا اے سلمانؓ! میرے دونوں فرزندوں حسنؑ و حسینؑ کو بلا لاؤ تاکہ وہ بھی میرے ساتھ یہ انگور کھائیں۔

سلمانؓ کا بیان ہے کہ یہ حکم پاکر میں حسنؑ و حسینؑ کی مادرِ گرامی کے گھر پہنچا۔ وہاں یہ دونوں نہ ملے تو اُن کی بہن اُمِ کلثومؑ کے پاس آیا۔ یہاں بھی وہ موجود نہ تھے تو میں نے اِس کی اطّلاع آنحضرتؐ کو دی۔

یہ سُن کر آپؐ بیچین ہو کر اُٹھے اور فرمانے لگے ہائے میرے فرزند، ہائے میری آنکھوں کی ٹھنڈک، جو شخص مجھے اِن دونوں کا پتہ بتائے گا، میں اُس کے لیے جنّت کا وعدہ کرتا ہوں۔

پس جبریلِ امینؑ نازل ہوئے اور عرض کی، اے محمدؐ! آپؐ اس قدر بیچین کیوں ہیں؟

آپؐ نے فرمایا کہ میں اپنے فرزندوں حسنؑ و حسینؑ کے لیے بیچین ہوں اس لیے کہ مجھے یہودیوں کی دشمنی سے خطرہ ہے۔

جبرئیل نے عرض کی: اے محمدؐ آپ اُن کے لیے منافقین کی دشمنی سے ڈریں کیونکہ یہودیوں سے زیادہ وہ انؑ دونوں کے دشمن ہیں اور اے محمدؐ! آپ آگاہ ہوں کہ آپؐ کے دونوں فرزند حسنؑ و حسینؑ بنی دحداح کے باغ میں سو رہے ہیں۔

یہ سُن کر نبی صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم فوراً اس باغ کی طرف روانہ ہو گئے۔ میں بھی آنحضرتؐ کے ہمراہ تھا۔ باغ میں پہنچے تو دیکھا کہ وہ دونوں ایک دوسرے کے گلے میں باہیں ڈالے ہوئے سو رہے ہیں اور ایک اژدہا اپنے منہ میں پھولوں کا گچھا لیے ہوئے ان کی مروحہ جنبانی کر رہا ہے۔ (پنکھا جھل رہا ہے)

جب اس اژدہے نے آنحضرتؐ کو دیکھا تو اپنے منہ سے وہ گچھا گرا دیا اور بولا اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُوْلَ اللهِؐ، میں اژدہا نہیں ہوں بلکہ ملائکہ کرّوبین میں سے ایک مَلک تھا اور چشم زدن کے لیے میں ذکرِ خدا سے غافل ہو گیا تھا تو اللہ تعالیٰؑ مجھ پر غضبناک ہو گیا اور اُس نے مجھے اژدہے کی شکل میں مسخ کر دیا، جیسا کہ آپؐ دیکھ رہے ہیں پھر مجھے اُس نے آسمان سے زمین پر پھینک دیا۔ اور میں برسوں سے تلاش کر رہا تھا کہ کوئی ایسا مل جائے جو اللہؑ کے نزدیک مکرّم و محترم ہو، جس کی شفاعت پر اللہؑ مجھے معاف فرما کر میری اصلی حالت اور مقام کی طرف پلٹا دے۔ کیونکہ وہ ہر شے پر قادر ہے۔

الغرض آنحضرتؐ نے بچّوں کو اُٹھا کر پیار کیا، اپنے زانو پر بٹھایا اور فرمایا: اے میرے فرزندو! دیکھو، یہ اژدہا، ملائکہ کرّوبین میں سے ایک مَلک تھا، یہ چشم زدن کے لیے عبادت خداوندی سے غافل ہو گیا تھا اللہ تعالیٰ نے اِس کو مسخ کر دیا۔ اب تم دونوں اِس کیلئے اللہؑ سے سفارش کر دو تاکہ اس کی مشکل آسان ہو۔

یہ سُن کر حسنؑ و حسینؑ فوراً اُٹھے وضو کر کے دو رکعت نماز پڑھی اور دعا کی "پروردگار تجھے میرے جدِ جلیل القدر تیرے حبیب محمد مصطفیٰؐ اور میرے پدرِ بزرگوار علی مرتضیٰ اور میری مادرِ گرامی فاطمہ زہراؑ کے حق کا واسطہ اس مَلک کو اِس کی اصل حالت پر پلٹا"

ابھی یہ دعا ختم بھی نہ ہوئی تھی کہ جبریل امینؑ فرشتوں کے ایک گروہ کے ساتھ آسمان سے نازل ہوئے اور اس مَلک کو خوش خبری سُنائی کہ اللہؑ تجھ سے راضی ہو گیا اور اس نے تجھے پھر تیری اصلی حالت پر پلٹایا۔

پھر یہ تمام فرشتے اس مَلک کو لیکر تسبیح کرتے ہوئے بطرفِ آسمان پرواز کر گئے۔

پھر جبریل امینؑ آنحضرتؐ کے پاس واپس آئے اور مسکراتے ہوئے عرض کی:
یا رسول اللہؐ! وہ ملک وہاں پہنچ کر ساتویں آسمان کے ملائکہ پر فخر کر رہا ہے کہ کون ہے میرا مثل؟ میری شفاعت سیّدین سبطین حسنؑ و حسینؑ نے فرمائی ہے۔

• عروہ بارقی سے حکایت کی گئی ہے، اُن کا بیان ہے کہ میں نے ایک سال حج کیا پھر مسجدِ رسولؐ میں پہنچا تو دیکھا کہ رسول اللہؐ تشریف فرما ہیں اور آپؐ کے گرد دو ننھے ننھے بچے ہیں، آپؐ کبھی ایک بچے کو پیار کرتے ہیں اور کبھی دوسرے کو۔ جب لوگوں نے یہ دیکھا تو بالکل خاموش رہے تاکہ آنحضرتؐ اس سے فارغ ہولیں مگر لوگ یہ نہ سمجھ سکے کہ آپؐ کو ان دونوں بچوں سے اتنی زیادہ محبت کیوں ہے؟

راوی کا بیان ہے کہ میں آپؐ کے پاس آیا آپؐ ابھی اسی میں مشغول تھے میں نے عرض کی، یا رسول اللہ! یہ دونوں آپؐ کے فرزند ہیں؟

آپؐ نے فرمایا: یہ دونوں میری بیٹی کے بیٹے اور میرے ابنِ عم کے فرزند ہیں یہ مجھے لوگوں میں سب سے زیادہ محبوب ہیں۔ یہ وہ ہیں جو میری آنکھ اور میرے کان ہیں، ان کا نفس میرا نفس ہے اور میرا نفس ان کا نفس ہے، اور یہ وہ ہیں کہ ان کے محزون ہونے سے میں محزون ہوتا ہوں اور میرے محزون ہونے سے یہ محزون ہوتے ہیں۔

میں نے عرض کی یا رسول اللہؐ! یہ تو بڑے تعجب کی بات ہے کہ آپؐ ان سے یوں پیش آرہے ہیں اور ان سے اتنی محبت فرما رہے ہیں

آپؐ نے فرمایا: اے شخص سُن! میں تجھے ان کے بارے میں بتاتا ہوں، "جب میں شبِ معراج آسمان پر لیجایا گیا اور جنت میں داخل ہوا تو جنت کے باغات میں سے ایک درخت کے پاس پہنچا، اُس سے ایسی عمدہ خوشبو آرہی تھی کہ میں تعجب میں پڑ گیا۔

جبریلؑ نے عرض کی اے محمدؐ! آپؐ اس درخت کی خوشبو پر اتنا تعجب نہ کریں اس کا پھل تو اس سے بھی زیادہ خوشبودار ہے۔

پھر جبریلؑ نے اُس کا پھل توڑ کر مجھے بطورِ تحفہ دیا اور مجھے کھلایا، پھر ہم آگے بڑھے اور ایک دوسرے درخت کے پاس پہنچے۔

جبریلؑ نے کہا، اے محمدؐ! آپؐ اس درخت کا پھل کھائیں، یہ اسی درخت کے مشابہ ہے جس کا پھل آپؐ پہلے کھا چکے ہیں۔ یہ بھی بہت لذیذ اور بہت خوشبودار ہے۔

یہ کہہ کر جبریلؑ نے اس درخت کا پھل بھی مجھے بطورِ تحفہ دیا اور کہا اسے سونگھ کر دیکھیے۔

میں نے کہا، اے اخی جبریلؑ! میں نے ان دونوں درختوں سے زیادہ عمدہ اور خوشبودار تو کوئی درخت نہیں دیکھا۔

جبریلؑ نے عرض کی، اے محمدؐ! آپؐ کو معلوم ہے کہ ان دونوں درختوں کے نام کیا ہیں؟

میں نے کہا، مجھے نہیں معلوم۔

انھوں نے عرض کی، ایک کا نام حسن ہے دوسرے کا نام حسینؑ ہے۔ اب جب آپؐ زمین پر تشریف لے جائیں تو اپنی زوجہ خدیجہؑ سے مقاربت فرمائیں۔ یہ پھل جو آپؐ نے کھائے ہیں انہی کے جوہر سے فاطمہؑ پیدا ہوں گی اور پھر اُن کی شادی آپؐ علیؑ ابنِ ابی طالبؑ سے کریں اُن سے دو فرزند پیدا ہوں گے جن میں سے ایک کا نام اللہ تعالیٰ نے حسنؑ رکھا ہے، اور دوسرے فرزند کا نام حسینؑ۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بیان ہے کہ میں نے ایسا ہی کیا جیسا کہ جبریلؑ نے کہا تھا مگر اِس کے بعد بھی مجھے ان دونوں درختوں کا بیحد شوق رہا۔

پھر جبریلؑ نے عرض کی، جب آپؐ کو ان دونوں درختوں کے پھل کھانے کی خواہش ہو تو حسنؑ و حسینؑ کو سونگھ لیا کریں۔

چنانچہ پھر جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ان پھلوں کی خواہش ہوتی تو آپؐ حسنؑ و حسینؑ کو سونگھ لیتے اور بوسہ دے لیتے اور فرماتے کہ اخی جبریلؑ نے سچ کہا تھا۔

اِس کے بعد آنحضرتؐ حسنؑ و حسینؑ کو بوسے دیتے جاتے اور فرماتے جاتے کہ:
"اے میرے صحابیو! مجھے اِن دونوں سے اتنی محبت ہے کہ جی چاہتا ہے میں اپنی حیات اِن دونوں میں تقسیم کردوں، ساری دنیا میں یہ میرے دو پھول ہیں۔"

آنحضرتؐ نے حسنؑ و حسینؑ کے متعلق جو کچھ ارشاد فرمایا اُس پر لوگوں کو بڑا تعجب ہوا اگر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اُس وقت کیا حال ہوتا اگر وہ دیکھتے کہ کس طرح ان کا خون بہایا جا رہا ہے اُن کے مرد قتل کیے جا رہے ہیں، اُن کے بچے ذبح کیے جا رہے ہیں، اُن کے مال و اسباب لوٹے جا رہے ہیں، اُن کی عورتیں اسیر کی جا رہی ہیں۔ ان ظالموں پر جنھوں نے یہ ظلم کیے اللہ اور اُس کے ملائکہ اور تمام انسانوں کی لعنت ہو۔

وَسَيَعْلَمُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْٓا اَيَّ مُنْقَلَبٍ يَّنْقَلِبُوْنَ (سورۃ الشعرا)

○ قاتلِ حسینؑ کی ہرگز بخشش نہ ہوگی :

فردوس الاخبار میں دیلمی نے حضرت امیر المومنین علیہ السّلام سے روایت تحریر کی ہے کہ آپؑ نے فرمایا کہ حضرت موسیٰ بن عمرانؑ نے اللہ تعالیٰ سے یہ دعا مانگی کہ: "اے میرے پروردگار! میرے بھائی ہارونؑ نے وفات پائی، تو انھیں بخش دے۔"
اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا اے موسیٰ! تم اوّلین و آخرین میں جس کی بخشش کی دعا کرتے میں اسے بخش دیتا سوائے قاتلِ حسینؑ ابنِ علیؑ کے، اس لیے کہ مجھے اُس سے ضرور انتقام لینا ہے۔

○ حضرت موسیٰؑ اور زیارتِ قبرِ حسینؑ :

روایت کی گئی ہے کہ حضرت موسیٰ بن عمران ستّر ہزار ملائکہ کے ساتھ حضرت حسینؑ ابنِ علیؑ کی قبر کی زیارت کو آئے تھے۔

- ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے فرمایا:
"اَللّٰھم انّی احبّہ فاحبّہٗ و اَحبّ من یحبّہٗ"
یعنی (پروردگارا! میں اِس سے محبّت کرتا ہوں تو بھی اس سے محبّت کر، بلکہ جو اِس سے محبّت کرے تو اُس سے بھی محبّت کر) (یعنی حسینؑ ابنِ علیؑ سے)
یہ حدیث آپؐ نے تین بار ارشاد فرمائی۔
- ابوسعید سے روایت ہے کہ آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا:
"الحسن والحسین سیّدا شباب اَھل الجنّۃ الّا ابنَیِ الخالۃ عیسٰی ویحییٰ بن زکریّا"
یعنی: (حسنؑ و حسینؑ سردار ہیں جوانانِ اہلِ جنّت کے، سوائے دو خالہ زاد بھائی حضرت عیسیٰؑ اور حضرت یحییٰؑ بن زکریّاؑ کے۔)
- ابنِ عمر نے آنحضرتؐ سے روایت کی ہے کہ آپؐ نے فرمایا:
"الحسن والحسین ھما ریحانتی مِن الدنیا"
یعنی: (حسنؑ و حسینؑ ہی میرے دو پھول ہیں دنیا میں سے)

- یعلی بن مرّہ سے روایت ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا:
"الحسینُ منّی و اَنَا من حسین اَحبّ اللہ مَن اَحبّ حسینا، حسین سبط من الاسباط"
یعنی: (حسینؑ مجھ سے ہے اور میں حسینؑ سے ہوں اللہ تعالیٰ اُس سے محبّت کرتا ہے جو حسینؑ سے محبّت کرتا ہے حسینؑ اسباط میں سے ایک سبط ہے۔)
- حضرت علی بن ابی طالب علیہ السّلام سے روایت ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا:
"الحسن و الحسین یوم القیٰمۃ عن جنبی عرش الرّحمٰن بمنزلۃ الشنفین من الوجہ"
یعنی: (حسنؑ و حسینؑ قیامت کے دن عرشِ رحمٰن کے دونوں پہلوؤں میں ہوں گے جس طرح چہرے کے دونوں جانب کانوں کے گوشوارے۔)
- حذیفہ نے روایت کی ہے کہ آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا:
"الحسین اُعطی من الفضل مالم یعط احدٍ مِن وُلد آدم ماخلا یوسف بن یعقوب"
یعنی: (حسینؑ (ابنِ علیؑ) کو (اللہ تعالیٰ نے) وہ فضل و شرف عطا کیا جو اولادِ آدمؑ میں سے کسی کو نہیں عطا کیا سوائے یوسفؑ بن یعقوبؑ کے۔)
- حضرت عائشہ سے روایت ہے کہ آنحضرتؐ نے بیان فرمایا کہ:
"سألت الفردوس ربّھا عزّ وجلّ فقالت ای ربّ زیّنّی فان اصحابی و اھلی اتقیاء ابرار۔ فاوحی اللہ الیھا اولم اُزیّنک بالحسن و الحسین"
یعنی: (جنّت الفردوس نے اپنے پروردگار سے عرض کی اے پروردگار! مجھے زینت دے اس لیے کہ میرے اصحاب اور میرے اندر رہنے والے تو متقی و پرہیزگار لوگ ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: کیا میں نے تجھے حسنؑ و حسینؑ کے ذریعے سے زینت نہیں دی ہے؟)
- ابنِ نما نے اپنی کتاب "مثیر الاحزان" میں تاریخِ بلاذری سے یہ روایت نقل کی ہے کہ محمد بن یزید مبرد نحوی نے اپنے اسناد کے ساتھ یہ بیان کیا ہے کہ ایک مرتبہ نبی صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم پلٹ کر فاطمہ زہراؑ کے گھر آئے تو دیکھا کہ وہ دروازے سے لگی ہوئی کھڑی ہیں: آپؐ نے پوچھا، میری پیاری بیٹی کیا بات ہے، یہاں کیوں کھڑی ہو؟

اُنھوں نے عرض کی، باباجان! آپؐ کے دونوں فرزند صبح سے کہیں نکل گئے ہیں مجھے پتہ نہیں کہاں ہیں؟

یہ سن کر آنحضرتؐ اُن دونوں کو تلاش کرنے کے لیے نکل کھڑے ہوئے۔ تلاش کرتے کرتے آپؐ ایک پہاڑ کے غار تک جا پہنچے وہاں دیکھا کہ دونوں سو رہے ہیں اور ایک سانپ گنڈلی مارے ہوئے اُن کے سرہانے بیٹھا ہوا اُن کی حفاظت کر رہا ہے۔ آپؐ نے اُس کو دعا دی پھر امام حسنؑ کو اپنے داہنے کاندھے پر اور امام حسینؑ کو بائیں کاندھے پر اُٹھایا۔ اتنے میں جبریلؑ نازل ہوئے اور اُنھوں نے حسینؑ کو اپنی آغوش میں لے لیا۔

اِس کے بعد یہ دونوں شہزادے آپس میں فخر کیا کرتے، امام حسنؑ کہتے کہ مجھے اُس نے اُٹھایا جو بہترینِ اہلِ زمین ہے اور امام حسینؑ کہتے کہ مجھے اُس نے اُٹھایا جو بہترینِ اہلِ آسمان ہے

(۷۴) اللہ تعالیٰ محبانِ حسنؑ سے محبت کرتا ہے:

کتاب الدُّر میں عبداللہ بن احمد بن حنبل نے ابوہریرہ سے اور اُنھوں نے آنحضرتؐ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ آنحضرتؐ نے امام حسنؑ کے لیے فرمایا:

"اَللّٰھُمَّ اِنّی اُحِبُّہٗ فَاَحِبَّ مَن یُحِبُّہٗ"

یعنی: (پروردگارا! میں اِس سے محبت کرتا ہوں تو بھی اُس سے محبت کر جو اِس سے محبت کرتا ہے۔) (کتاب الدُّر)

- عبداللہ نے اپنے والد سے اور اُنھوں نے اپنے رجال کے واسطے سے عمیر بن اسحاق سے روایت کی ہے کہ میں ایک مرتبہ حضرت حسنؑ بن علیؑ کے ساتھ تھا کہ ابوہریرہ سے ملاقات ہوگئی۔

اُنھوں نے کہا، مجھے وہ جگہ دکھائیے جہاں میں نے رسول اللہؐ کو بوسے لیتے ہوئے دیکھا تھا، اور آپؐ کی قمیص کی طرف اشارہ کیا۔

آپؑ نے قمیص کا دامن اُٹھا کر ناف کھول دی۔

- اور اُنھوں نے اپنے رجال سے یہ روایت بھی کی ہے کہ ہم لوگ ایک مرتبہ نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھے کہ حسنؑ بن علیؑ آگئے اور وہ آنحضرتؐ کے سینے پر بیٹھ گئے اور پیشاب کر دیا۔ ہم نے جلدی سے انھیں اُتارنا چاہا۔

آ[illegible] نے فرمایا مرا بیٹا ہے، یہ میرا بیٹا ہے۔

پھر آنحضرتؐ نے پانی منگوا کر اُسے پاک کر لیا۔

- زبیر کے غلام مسہر سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ ہم لوگ آپس میں گفتگو کر رہے تھے کہ اہلِ بیتِ نبیؐ میں آنحضرتؐ سے سب سے زیادہ مشابہ کون ہے؟ اتنے میں عبداللہ بن زبیر آگئے۔

اُنھوں نے کہا کہ میں بتاتا ہوں کہ آنحضرتؐ سے سب سے زیادہ مشابہ کون ہے؟ اور وہ حسنؑ بن علیؑ ہیں۔ میں نے دیکھا ہے کہ وہ کبھی آتے اور آنحضرتؐ سجدے میں ہوتے تو وہ آپؐ کی پُشتِ مبارک پر بیٹھ جاتے اور جب تک وہ خود نہ اُترتے انھیں کوئی نہ اُتارتا۔ کبھی وہ آتے اور آنحضرتؐ حالتِ رکوع میں ہوتے تو وہ آنحضرتؐ کے دونوں پیروں (ٹانگوں) کے درمیان سے نکل کر دوسری طرف ہو جاتے اور آپؐ (بعدِ فراغتِ نماز) فرماتے:

"ھو ریحانتی من الدُّنیا وَ اِنَّ ابنی ھٰذا سیّد یصلح اللہ بہ بین فِئتَینِ مِنَ المسلمین۔"

یعنی: ("ساری دُنیا میں میرا یہ پھول ہے، میرا یہ فرزند سیّد ہے۔ یہی مسلمانوں کے دو گروہوں میں صلح کرائے گا۔)

نیز فرمایا:

"اَللّٰھُمَّ اِنّی احبّہٗ و اَحِبَّ مَن یُحِبُّہٗ"

یعنی: (پروردگارا! میں اس سے محبت کرتا ہوں بلکہ اُس سے بھی محبت کرتا ہوں جو اِس سے محبت کرے۔)

(۱) حسنینؑ افقہ النّاس تھے

کسی اعرابی نے عبداللہ بن زبیر اور عمر بن عثمان سے کوئی مسئلہ پوچھا اور فتویٰ چاہا، تو ہر ایک نے دوسرے پر ٹال دیا۔

اعرابی نے کہا، اللہ تعالیٰ سے ڈرو! میں ہدایت لینے آیا ہوں، کیا دین کے مسائل میں بھی ایک دوسرے پر ٹالا جاتا ہے۔

پھر اِن دونوں نے اُسے حسنؑ و حسینؑ کے پاس بھیج دیا۔ امام حسنؑ و امام حسینؑ نے اُسے شرعی حکم (فتویٰ) سے آگاہ فرمایا تو اعرابی نے (اِن حضراتؑ سے خوش ہو کر عبداللہ اور عمر بن عثمان کی مذمّت میں) یہ شعر پڑھا۔

جعل اللہ حرّ وجہکما نعلین   سبتًا یطأ ھما الحسنان

(اللہ تعالیٰ تم دونوں (عبداللہ و عمر) کے منھ کے چمڑے کا جوتا بنائے جسے حسنؑ و حسینؑ پہنا کریں۔) (مناقب ابنِ شہر آشوب)

(۲) حسنینؑ اور ایک گنہگار کی سفارش

اسماعیل بن یزید نے اپنے اسناد کے ساتھ حضرت محمدؑ بن علیؑ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی حیات میں کسی شخص نے کوئی قصور کیا اور روپوش ہو گیا، یہانتک کہ ایک سنسان راستے پر اُسے حسنؑ و حسینؑ مل گئے۔ اُس نے ان دونوں شہزادوں کو اپنے کاندھوں پر بٹھایا اور انھیں لیکر آنحضرتؐ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی یا رسول اللہؐ! میں اللہؐ اور ان دونوں کا واسطہ دے کر پناہ چاہتا ہوں۔

یہ سُن کر رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم مسکرائے اور اپنے دہنِ اقدس پر ہاتھ رکھ لیا

پھر اُس سے فرمایا: اچھا جاؤ تم آزاد ہو اور حسنؑ و حسینؑ سے فرمایا: اے بچو! میں نے اس کے متعلق تم دونوں کی سفارش قبول کر لی ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی:

" وَلَوْ أَنَّهُمْ إِذْ ظَلَمُوا أَنْفُسَهُمْ جَاءُوكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللَّهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُولُ لَوَجَدُوا اللَّهَ تَوَّابًا رَحِيمًا ٥ "

(سورۃ النساء آیت ۶۴)

ترجمۂ آیت: (اور اگر یہ لوگ اُسی وقت جبکہ اُنھوں نے اپنے نفسوں پر ظلم کیا، آپؐ کے پاس آجاتے اور اللہؐ سے معافی مانگ لیتے، اور اُن کے لیے رسولؐ بھی اللہؐ سے مغفرت چاہتا، تو وہ ضرور اللہؐ کو توبہ قبول کرنے والا مہربان پاتے۔)

حسنینؑ افضل النّاس اور اکرم النّاس ہیں

اخبار لیث بن سعد میں اپنے اسناد کے ساتھ مرقوم ہے کہ ایک شخص نے نذر کی کہ (اگر میرا یہ کام ہو گیا تو) میں ایک تولہ تیل ایسے شخص کے پاؤں پر ملوں گا جو قریش میں سب سے افضل ہو گا۔

اُس سے کہا گیا کہ آجکل مخرمہ انسابِ قریش کا سب سے بڑا عالم ہے اُس سے دریافت کرو۔ چنانچہ وہ مخرمہ کے پاس آیا اور اُس سے دریافت کیا۔ وہ سٹھیا چکا تھا اور اس کے پاس اُس کا بیٹا مسور بیٹھا تھا۔ مخرمہ نے اپنے پاؤں بڑھا دیے کہ لے اِن پر مالش کر دے۔ مسور نے کہا: یہ سٹھیا گئے ہیں اِن کا دماغ کام نہیں کرتا۔ لہٰذا انھیں چھوڑ دو یہ جس طرح جاہلیت میں تھے ویسے ہی پھر ہو گئے۔

اِس کے بعد اُس نے امام حسنؑ و امام حسینؑ کے پاس بھیج دیا اور کہا کہ اِن دونوں کے پاؤں کی مالش کر دو، اِس لیے کہ یہی دونوں آجکل افضل النّاس و اکرم النّاس ہیں۔

(مناقب ابن شہر آشوب)

ابنِ عباسؓ نے فخریہ حسنینؑ کی رکاب برداری کی:

مدرک بن ابی زیاد کی روایت میں ہے، ایک مرتبہ عبداللہ ابنِ عباسؓ نے حضرت امام حسن علیہ السّلام کی اور پھر حضرت امام حسین علیہ السّلام کے گھوڑے کی رکاب تھامی اور

انھیں سوار کیا تھا۔ تو میں نے ان سے کہا آپ تو ان دونوں سے سن میں بڑے ہیں پھر بھی آپ ان کی رکاب تھامتے ہیں۔؟

اُنھوں نے جواب دیا، او بدذات! تجھے کیا معلوم کہ یہ دونوں کون ہیں، سُن! یہ دونوں فرزندانِ رسولؐ ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے جو کچھ نعمتیں ہمیں دی ہیں کیا ان میں یہ نعمت نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے ان کی رکاب تھامنے اور انھیں سوار کرنے کی توفیق دی۔

ایک پیر مرد کو وضو کا صحیح طریقہ بتانا

رویانی کی کتاب "عیون المحاسن" میں ہے کہ ایک مرتبہ امام حسنؑ اور امام حسینؑ کہیں سے گذر رہے تھے، دیکھا کہ ایک مرد بزرگ وضو غلط طریقے سے کر رہا ہے۔ یہ دیکھ کر یہ دونوں بھائی آپس میں بحث کرنے لگے اور ایک دوسرے سے کہنے لگے کہ تم وضو صحیح نہیں کرتے۔ پھر اُس مرد بزرگ سے کہا، اے شیخ! ذرا آپ ہی ہمارا فیصلہ کر دیں ہم دونوں آپ کے سامنے وضو کرتے ہیں آپ دیکھ کر بتائیں کہ کس کا وضو صحیح ہے۔

پھر ان دونوں نے اُس بزرگوار کے سامنے وضو کیا اور پوچھا: بتائیے ہم دونوں میں سے کس کا وضو صحیح ہے؟

اس مرد بزرگ نے کہا: شہزادو! تم دونوں کا وضو صحیح ہے، مجھ بوڑھے جاہل کا وضو غلط تھا۔ اب میں نے آپ حضرات سے وضو کا صحیح طریقہ سیکھ لیا۔ اور آپ حضرات کے سامنے توبہ کرتا ہوں۔ واقعاً آپ اپنے جد کی اُمّت پر بڑی ہی مہربانی اور بہت شفقت فرماتے ہیں۔

بڑے بھائی کا احترام:

حضرت امام محمد باقر علیہ السّلام نے ارشاد فرمایا کہ حضرت امام حسینؑ حضرت امام حسن علیہ السّلام کے سامنے تعظیماً گفتگو نہیں کرتے تھے۔ اسی طرح حضرت محمد حنفیہؒ بھی حضرت امام حسین علیہ السّلام کے سامنے خاموش رہتے تھے۔

امام حسین علیہما السّلام نے کیا۔
پھر اُس نے بتایا کہ مجھ سے امام حسن و امام حسین علیہما السّلام نے یہ سوال دریافت کیا تھا۔
تو اُن لوگوں نے کہا (اُن دونوں کی بات ہی کیا ہے) علم تو اُن کی غذا ہے۔
(کافی۔ کتاب الحدہ)

(۵) امام حسن و امام حسین علیہما السّلام نے قرض چھوڑ کر وفات پائی

معاویہ بن وہب نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السّلام سے روایت کی ہے: آپؑ نے فرمایا کہ جب حضرت امام حسن علیہ السّلام نے وفات پائی تو ان پر قرض تھا اور جب حضرت امام حسین علیہ السّلام شہید ہوئے تو اُن پر بھی قرض تھا۔

(اقول) امام زین العابدینؑ نے امام حسینؑ کا قرض ادا کیا

علّامہ مجلسی علیہ الرّحمہ فرماتے ہیں کہ سیّد ابن طاووس علیہ الرّحمہ اپنی کتاب "کشف الحجّة" میں اپنے اسناد کے ساتھ عبداللہ ابن بکیر کی کتاب سے اور اُنھوں نے اپنے اسناد کے ساتھ حضرت امام ابوجعفر محمّد باقر علیہ السّلام سے روایت کی ہے: آپؑ نے فرمایا کہ جب حضرت امام حسین علیہ السّلام نے شہادت پائی تو آپؑ پر قرض تھا اور حضرت علی ابن الحسینؑ امام زین العابدین علیہ السّلام نے اپنی ایک جائیداد تین لاکھ پر فروخت کی تاکہ اس سے حضرت امام حسین علیہ السّلام کے قرض خواہ کو ادا کردیں جس سے آپؑ نے وعدہ کیا تھا کہ وہ ادا کریں گے۔

(١) امیرالمومنینؑ کی وصیّت اور اُسکے گواہ

سلیم بن قیس سے روایت ہے کہ جس وقت امیرالمومنین حضرت علی ابن ابی طالب علیہ السّلام نے اپنے فرزند امام حسن علیہ السّلام کو اپنا وصی بنایا اُس وقت میں بھی وہاں موجود تھا۔ آپؑ نے اپنی وصیّت پر امام حسین علیہ السّلام و محمّد حنفیہؒ اور اپنی تمام اولاد نیز رؤسائے شیعہ اور اہلِ بیتؑ کو گواہ بنایا۔ پھر کتاب اور اسلحے اُن کے سپرد کیے اور فرمایا: اے فرزند! نبی صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے مجھے حکم دیا تھا کہ میں تمھیں اپنا وصی بناؤں اور اپنی کتابیں اور اسلحے تمھارے حوالے کروں جس طرح آنحضرتؐ نے اپنی کتابیں اور اسلحے میرے حوالے کیے تھے، اور مجھے یہ بھی حکم دیا تھا کہ میں تم کو حکم دے دوں کہ جب تمھارا بھی سفرِ آخرت قریب ہو تو یہ سب تبرکات اپنے بھائی حسینؑ کے حوالے کر دینا۔

پھر امیرالمومنین علیہ السّلام نے امام حسین علیہ السّلام سے فرمایا کہ تمھارے لیے رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے یہ حکم دیا تھا کہ تم وقتِ آخر یہ تبرّکات اپنے اس فرزند کے سپرد کر دینا، یہ فرما کر آپؑ نے حضرت علی ابن الحسین علیہ السّلام کا ہاتھ پکڑا۔ پھر آپؑ نے ان سے فرمایا کہ تمھیں رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے یہ حکم دیا تھا کہ تم یہ تبرّکات اپنے فرزند محمّد بن علی علیہ السّلام کے حوالے کرنا اور انھیں میری طرف سے اور رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی طرف سے سلام کہنا۔

(اعلام الوریٰ - کلینیؒ)

(٢) امیرالمومنینؑ کی وصیّت

شیخ محمّد یعقوب کلینیؒ نے اپنے اکثر اصحاب سے ان کے اسناد کے ساتھ حضرت امام محمّد باقر علیہ السّلام سے اسی کے مثل روایت کی ہے۔

(اعلام الوریٰ - کلینیؒ)

(۳) اَسرارِ امامت کی تعلیم

اپنے اسناد کے ساتھ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت ہے
آپؑ نے فرمایا کہ جب حضرت امیر المومنین علیہ السلام کا وقتِ وفات قریب آیا تو آپؑ نے
اپنے فرزند امام حسن علیہ السلام سے فرمایا: "میرے قریب آؤ تاکہ میں وہ اسرار تمھارے حوالے
کردوں جو اسرار رسول اللہؐ نے میرے حوالے کیے تھے اور وہ امانتیں تمھارے سپرد کردوں
جو امانتیں آنحضرتؐ نے میرے سپرد فرمائی تھیں۔
پس امام حسن علیہ السلام نے بھی اسی طرح وصیّت فرمائی:

(اعلام الوریٰ)

(۴) کوفہ جاتے وقت امیر المومنینؑ نے یہ تبرکات اُمِّ سلمہؓ کے حوالے کردیے تھے

صاحبِ اعلام الوریٰ نے اپنے اسناد کے ساتھ شہر بن خوشب سے روایت
کی ہے کہ جب امیر المومنین علیہ السلام کوفہ جانے لگے تو آپؑ نے کتابیں اور وصیّت نامہ
حضرت اُمِّ سلمہؓ کے پاس ودیعت رکھ دیا اور جب حضرت امام حسن علیہ السلام کوفہ سے
مدینہ واپس آئے تو حضرت اُمِّ سلمہؓ نے وہ تبرکات حضرت امام حسن علیہ السلام کے حوالے
کردیے۔

(اعلام الوریٰ)

١ — خشک درخت کا سرسبز ہوجانا

ہیثم نہدی نے اپنے اسناد کے ساتھ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے: آپؑ نے فرمایا کہ ایک مرتبہ حضرت امام حسن علیہ السلام بغرضِ عمرہ روانہ ہوئے۔ آپؑ کے ہمراہ اولادِ زبیر میں سے بھی ایک شخص تھا جو آپؑ کی امامت کا قائل تھا۔ راستے میں یہ لوگ ایک منزل پر ٹھہرے اور ایک کھجور کے باغ کے نیچے جو پانی نہ پانے کی وجہ سے خشک ہوگیا تھا اُترے۔ امام حسن علیہ السلام کے لیے ایک درخت کے نیچے فرش کردیا گیا اور اُس مردِ زبیری کے لیے قریب ہی دوسرے درخت کے نیچے فرش بچھا دیا گیا۔ زبیری نے سر اُٹھا کر دیکھا اور کہا: کاش! اس درخت پر کھجوریں ہوتیں تو کھا کر لطف حاصل کرتے۔

حضرت امام حسن علیہ السلام نے فرمایا: کیا تمھارا کھجوریں کھانے کو جی چاہتا ہے؟

اُس نے عرض کی، جی ہاں۔

حضرت امام حسن علیہ السلام نے اپنے دونوں ہاتھ آسمان کی طرف بلند فرمائے اور دعا کی جس کو وہ زبیری نہ سمجھ سکا کہ کیا دعا تھی۔ ناگاہ وہ درخت سرسبز ہوگیا۔ اس میں پتّے اور شاخیں پیدا ہوکر پھل لگے۔

وہ شتربان جس کو کرائے پر لائے تھے، یہ اعجاز دیکھ کر بولا: خدا کی قسم یہ تو سحر ہے

امام حسن علیہ السلام نے فرمایا: تجھ پر وائے ہو یہ سحر نہیں ہے بلکہ فرزندِ رسولؐ کی دعا ہے جو قبول ہوئی۔ پھر وہ اس درخت پر چڑھے اور اتنی کھجوریں توڑیں کہ سب کے لیے کافی ہوگئیں۔ (بصائر الدرجات، کافی جلد ۱ صفحہ ۴۶۲)

• کتاب الخرائج والجرائح میں بھی عبداللہ سے اسی کے مثل روایت ہے۔
(الخرائج والجرائح)

۲ — اخبار بالغیب

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے اپنے آبائے کرام سے روایت کی ہے کہ
ایک دن حضرت امام حسن علیہ السلام نے اپنے بھائی امام حسین علیہ السلام اور عبداللہ بن جعفر
سے فرمایا کہ معاویہ نے آپ دونوں کی مقررہ رقم ارسال کی ہے جو فلاں روز چاند دیکھتے ہی آپ
حضرات کو مل جائے گی۔

حضرت کے اس ارشاد کے بموجب وہ رقم اسی دن ملی جس دن آپؑ نے فرمایا تھا
اور چاند بھی اسی روز نظر آیا۔ جب ان حضرات کو اپنی اپنی رقوم ملیں تو امام حسن علیہ السلام کے
ذمے بہت سا قرض تھا اسے ادا کیا اور بقیہ اپنے اہلِ بیت اور موالیوں پر تقسیم کر دیا جب
امام حسین علیہ السلام نے بھی اس رقم سے اپنا قرض ادا کیا اور رقم میں جو حصہ بچ گیا اس کے
تین حصے کیے۔ ایک حصہ اپنے اہلِ بیت اور موالیوں پر تقسیم کر دیا اور بقیہ اپنے اہل و عیال
کو دے دیا۔ اور حضرت عبداللہ ابنِ جعفرؓ نے اپنے حصے کی رقم سے اپنا قرض ادا کیا اور بقیہ
معاویہ کے فرستادہ کو دے دیا، تاکہ وہ جا کر معاویہ کو بتا دے کہ ان حضرات نے اس رقم کا
کیا کیا۔ تو پھر معاویہ نے عبداللہ بن جعفرؓ کے پاس اچھی خاصی رقم بھیج دی۔

(الخرائج والجرائح

۳ — ایک حبشی کو فرزندِ نرینہ کی بشارت

مندل بن اسامہ نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے اور انھوں نے اپنے آبائے
کرام سے روایت کی ہے کہ: ایک مرتبہ امام حسن علیہ السلام مکۂ مکرمہ سے مدینۂ منورہ پاپیادہ
چلے تو آپؑ کے پائے مبارک پر آماس آگیا۔ عرض کیا گیا کہ فرزندِ رسولؐ آپؑ سواری پر تشریف رکھیں
تاکہ پاؤں کا ورم اتر جائے۔

آپؑ نے فرمایا: نہیں میں سواری پر نہ بیٹھوں گا۔ البتہ یہاں سے چل کر ہم ایک
ایسی منزل پر قیام کریں گے جہاں ایک حبشی سے ملاقات ہوگی جس کے پاس ورم کی دوا ہوگی
تم وہ دوا خرید لینا۔

آپؑ کے موالیوں میں سے کسی نے عرض کی، یا حضرت! اب تو کوئی ایسی منزل آنے
والی نہیں ہے جس میں دوا فروخت ہوتی ہو۔

آپؑ نے فرمایا: ہاں وہ حبشی ہمارے آگے ہے۔
اس کے بعد سب لوگ کئی میل تک آگے چلے گئے تو واقعتاً انھیں ایک حبشی ملا۔
امام حسن علیہ السلام نے اپنے مولیٰ (غلام) سے فرمایا۔ دیکھ تیرے سامنے
وہ حبشی ہے اس سے وہ دوا قیمتاً خرید لا۔ (وہ غلام جب خریدنے گیا تو) حبشی نے کہا یہ دوا
تم کس کے لیے خرید رہے ہو؟

غلام نے کہا امام حسنؑ ابنِ علیؑ ابنِ ابی طالبؑ کے لیے۔

حبشی نے کہا، مجھے اُن کے پاس لے چلو۔

جب وہ حبشی آپؑ کی خدمت میں حاضر ہوا تو اس نے عرض کی، فرزندِ رسولؐ! میں
آپؑ کا دوستدار ہوں، اس لیے آپؑ سے اس کی قیمت نہ لوں گا۔ بس میرے لیے دعا فرما دیجیے
تاکہ اللہ تعالیٰ مجھے ایک اچھا فرزند عطا فرما دے جو محبِّ اہلِ بیت ہو۔ میں اپنی زوجہ کو دردِ زہ
میں چھوڑ آیا ہوں۔

آپؑ نے فرمایا: اچھا اپنے گھر واپس ہو جا، تو دیکھے گا کہ اللہ تعالیٰ نے تجھے ایک
صحیح و سالم فرزند عطا فرما دیا ہے۔

وہ حبشی خوش خوش واپس ہوا گھر آ کر دیکھا تو امام علیہ السلام کی دعا سے فرزند
پیدا ہو چکا تھا۔ یہ دیکھ کر وہ حبشی انتہائی خوشی کے عالم میں پھر امام حسن علیہ السلام کی خدمت
میں حاضر ہوا اور آپؑ کے حق میں دعائے خیر کرنے لگا۔

ادھر امام حسن علیہ السلام نے وہ تیل اپنے پاؤں پر ملا اور ابھی آپؑ کھڑے
بھی نہ ہوئے تھے کہ پاؤں کا ورم جاتا رہا۔

(الخرائج والجرائح)

۴ — استجابتِ دعا

حسین بن محمد نے معلّیٰ سے انھوں نے احمد بن محمد سے، انھوں نے محمد بن علی بن
نعمان سے، انھوں نے صندل سے، انھوں نے ابو اسامہ سے اسی کے مثل (مندرجہ بالا روایت کے مثل)
یہاں تک روایت کی ہے کہ آپؑ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے تجھے ایک فرزند عنایت فرما دیا جو ہمارے
شیعوں میں سے ہوگا۔

(نوٹ) علامہ مجلسیؒ فرماتے ہیں کہ میں نے امام حسنؑ کے اکثر معجزات باب ماجریٰ بینہ و بینِ معاویہ اور
بابِ وفات وغیرہ میں تحریر کر دیے ہیں۔

(۵) کمسنی میں شاہِ روم کے اُن سوالات کے جوابات دینا جن سے معاویہ عاجز رہا :

روایت کی گئی ہے کہ ایک مرتبہ حضرت امیر المومنین علیہ السلام مقام رحبہ میں تھے کہ ایک شخص آپؑ کے سامنے آکر کھڑا ہوگیا اور عرض کی : یہ بتلائیے کیا میں آپؑ کی رعایا اور آپؑ کے مُلک کا آدمی ہوں ؟

آپؑ نے فرمایا نہیں ، نہ تو میری رعایا میں سے ہے اور نہ میرے مُلک کا آدمی ہے۔ بلکہ ابنِ اصفر (شاہِ روم) نے تجھے چند سوالات دے کر معاویہ کے پاس بھیجا تھا مگر معاویہ اُن سوالات کا جواب نہ دے سکا اور اُس نے اس کے لیے میرے پاس بھیج دیا۔

اُس نے عرض کی ، یا امیر المومنینؑ ! آپؑ نے سچ فرمایا۔ واقعتاً معاویہ نے مجھے پوشیدہ طور پر آپؑ کے پاس بھیجا ہے اور آپؑ مطلع ہوگئے حالانکہ یہ بات اللہ تعالےٰ کے سوا کسی اور کو معلوم ہی نہ تھی۔

آپؑ نے فرمایا : وہ سوالات میرے اِن دونوں فرزندوں میں سے جس سے چاہے پوچھ لے۔

اُس نے عرض کی میں یہ سوالات اِس گیسو والے (یعنی حسنؑ) سے پوچھوں گا۔

یہ کہہ کر وہ امام حسن علیہ السلام کے پاس آیا۔

امام حسنؑ نے فرمایا ، تم یہ سوالات دریافت کرنا چاہتے ہو کہ :

(۱) حق و باطل میں کتنا فاصلہ ہے ؟
(۲) زمین و آسمان کے درمیان کتنا فاصلہ ہے ؟
(۳) مشرق و مغرب کے مابین کتنا بُعد ہے ؟
(۴) قوسِ قزح کیا شے ہے ؟
(۵) زنخہ (مخنّث) کو کیسے پہچانا جائے کہ یہ مذکر ہے یا مؤنث ؟
(۶) وہ دس چیزیں کیا ہیں جو ایک سے بڑھ کر دوسری شدید تر ہیں ؟

اُس نے عرض کی : جی ہاں یہی پوچھنا چاہتا ہوں۔

آپؑ نے فرمایا : سُنو !

(۱) حق و باطل میں چار انگشت کا فاصلہ ہے۔ جو اپنی آنکھوں سے دیکھو وہ حق ہے

اور جو اپنے کانوں سے سُنو وہ باطل ہے۔

(۲) زمین و آسمان کے مابین دعائے مظلوم اور نگاہ کی ایک سیر کا فاصلہ ہے۔

(۳) مشرق و مغرب کے مابین آفتاب کی ایک دن کی مسافت کا فاصلہ ہے۔

(۴) قزح تو شیطان کا نام ہے۔ اور یہ درحقیقت قوسِ الٰہی ہے جو سر سبزی اور اہلِ زمین کے لیے غرق سے امان کی علامت ہے۔

(۵) زنخہ (مخنّث) وہ ہے کہ جس کا پتہ نہ چلے کہ یہ مرد ہے یا عورت ، اس کے لیے بلوغ کا انتظار کیا جائے اگر وہ مرد ہوگا تو اسے احتلام ہوگا ، اگر عورت ہوگی تو اسے خونِ حیض آئے گا اور اُس کے پستان اُبھر آئیں گے۔ ورنہ اُس سے کہا جائے کہ پیشاب کر۔ اگر اُس کے پیشاب کی دھار دیوار پہ پہنچے تو وہ مرد ہے اگر اُس کا پیشاب اُس کے پاؤں پر گرے جیسے اونٹنی کا پیشاب گرتا ہے تو وہ عورت ہے۔

(۶) وہ دس چیزیں جن میں ایک سے بڑھ کر ایک شدید تر ہے۔ تو اللہ تعالیٰ نے سب سے زیادہ شدید پتھر کو پیدا کیا ہے مگر اس سے زیادہ شدید لوہا ہے جو پتھر کو بھی کاٹ دیتا ہے ، اور لوہے سے زیادہ شدید آگ ہے جو لوہے کو پگھلا دیتی ہے اور آگ سے زیادہ شدید پانی ہے اور پانی سے زیادہ شدید بادل ہے ، اور بادل سے زیادہ شدید ہَوا ہے جو بادل کو اُٹھائے پھرتی ہے ، ہَوا سے زیادہ شدید مَلک ہے جو ہَوا کو حرکت دیتا ہے اور اس مَلک سے زیادہ شدید مَلکُ الموت ہے جو اُسے بھی موت دے گا ، اور مَلکُ الموت سے زیادہ شدید وہ موت ہے جو مَلکُ الموت کو بھی مار دے گی اور موت سے زیادہ شدید حکمِ خدا ہے جو موت کو بھی دفع کر دیتا ہے۔ (الخرائج والجرائح)

(۶) تجدیدِ عہد کیلئے ابوسفیان لعین کا آنا اور امام حسنؑ کی گفتگو :

محمد بن اسحاق نے اپنے اسناد کے ساتھ روایت کی ہے کہ ایک مرتبہ ابوسفیان لعین حضرت علی علیہ السلام کے پاس آیا اور بولا : اے ابوالحسنؑ ! میں تمھارے پاس ایک کام سے آیا ہوں۔

آپؑ نے پوچھا کیا کام ہے ؟

اُس نے عرض کی، ذرا میرے ساتھ اپنے ابنِ عم محمدؐ کے پاس چلو اور اُن سے کہو کہ وہ مجھ سے ازسرِ نو معاہدہ کریں اور ایک عہد نامہ تحریر فرمادیں۔

حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا: اے ابوسفیان! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تم سے ایک عہد کر چکے ہیں آنحضرتؐ اپنے عہد سے تا ابد نہ پلٹیں گے (نئے عہد کی ضرورت نہیں)۔

اِدھر یہ گفتگو ہو رہی تھی اور اُدھر حضرت فاطمہ زہراؑ پسِ پردہ تھیں اور سامنے امام حسنؑ بیٹھے تھے جن کی عمر اس وقت چودہ ماہ کی تھی۔

ابوسفیانؓ نے کہا: بنتِ محمدؐ! اِس بچے سے کہو وہ اپنے نانا سے میرے لیے بات کرے اور وہ اپنی اس گفتگو سے عرب و عجم کی سیادت حاصل کرے۔

یہ سُن کر امام حسن علیہ السلام نے اس کی طرف رُخ کیا اور اپنا ایک ہاتھ اُس کی ناک پر اور دوسرا اُس کی داڑھی پر مارا۔ پھر بحکمِ خدا یوں گویا ہوئے کہ:

"اے ابوسفیان! پہلے لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ محمّد رسول اللّٰہ کہو تاکہ میں تمہارا شفیع بن سکوں۔"

یہ سُن کر حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا:

"حمد اُس خدا کی جس نے آلِ محمدؐ اور ذریتِ محمدؐ مصطفٰے میں سے ایسے کو پیدا کیا جو یحیٰی بن زکریاؑ کی نظیر ہے وَاٰتَیْنَاہُ الْحُکْمَ صَبِیًّا۔"

(نوٹ) یہ قصہ کتبِ سیر میں ۸ھ کا فتح مکہ کے حالات میں مذکور ہے جب ابوسفیان، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس مشرکین سے عہد نامے کی تجدید اور مدت میں توسیع کے لیے درخواست لے کر آیا تھا۔ اِس طرح امام حسنؑ کا سن اُس وقت چودہ ماہ نہیں بلکہ پانچ سال کا تھا۔

(سیرت ابن ہشام جلد ۲ صفحہ ۳۹۶، مناقب جلد ۱ صفحہ ۲۰۶، ارشاد مفید صفحہ ۹۰ - اعلام الوریٰ۔)

ایک خبر کی تردید "میرا گھر نہیں جلا":

ابوحمزہ ثمالی نے حضرت امام زین العابدین علیہ السلام سے روایت کی ہے آپؑ نے فرمایا کہ، ایک مرتبہ امام حسن علیہ السلام کہیں تشریف فرما تھے کہ کسی نے آکر آپؑ کو

یہ اطلاع دی کہ فرزندِ رسولؐ! آپؑ کا گھر جل گیا۔

آپؑ نے فرمایا نہیں میرا گھر نہیں جلا۔

اتنے میں ایک دوسرا شخص آیا: اُس نے کہا: فرزندِ رسولؐ! آپؑ کے گھر کے پہلو میں جو گھر ہے اس میں آگ لگی اور ہم لوگوں کو یقین ہوگیا کہ اس کے ساتھ آپؑ کا گھر بھی جل جائے گا، مگر اللہ نے اس آگ کا رُخ دوسری طرف پھیر دیا اور آپؑ کا گھر بچ گیا۔

زیاد کیلئے بددعا

ایک مرتبہ کچھ لوگ حضرت حسن بن علی علیہ السلام کے پاس زیاد لعنؑ کے مظالم کی فریاد لیکر آئے، تو آپؑ نے دونوں ہاتھ بلند کیے اور عرض کی:

"پروردگارا! تو زیاد بن ابیہ سے ہم پر اور ہمارے شیعوں پر مظالم کا مواخذہ فرما، اُسے جلد عذاب میں مبتلا فرما کر ہمیں دکھلادے، بیشک تو ہر شے پر قادر ہے۔"

راوی کا بیان ہے کہ زیاد لعنؑ کے داہنے ہاتھ کے انگوٹھے میں ایک دانہ نکلا اور وہ بڑھ کر گردن تک پہنچ گیا اور اسی میں وہ مرگیا۔

حلف کا صحیح طریقہ:

ایک مرتبہ ایک شخص نے حضرت امام حسن علیہ السلام پر ایک ہزار دینار کا جھوٹا دعویٰ کیا، حالانکہ آپؑ پر اس کا کوئی قرض نہ تھا۔ چنانچہ یہ دونوں قاضی شریح کے پاس پہنچے۔ اُس نے امام حسن علیہ السلام سے کہا: کیا آپؑ حلف اُٹھائیں گے؟

آپؑ نے فرمایا: اگر یہ حلف سے کہے گا تو اتنی رقم اس کو دے دوں گا۔

شریح نے اس شخص سے کہا کہ کہو:

"باللّٰہ الذی لا الٰہ الا ھو عالم الغیب والشھادۃ"

امام حسنؑ نے فرمایا، نہیں، میں اِن الفاظ میں حلف نہیں چاہتا، بلکہ یہ اس طرح کہے: "بِاللّٰہِ اِنَّ لَکَ عَلَیَّ ھٰذَا" اور مجھ سے ایک ہزار دینار لیلے۔

اُس شخص نے یہی کہا، اور ایک ہزار دینار لے لیے لیکن جونہی اپنے مقام سے اُٹھا

اور لڑکھڑا کر گر پڑا اور مر گیا۔ لوگوں نے امام حسنؑ سے اس کے متعلق دریافت کیا۔

آپؑ نے فرمایا، میں ڈرا کہ اگر یہ اللہ کی وحدانیت کا اقرار کرتا ہے تو اس توحید کے اقرار کی برکت سے اللہ تعالیٰ اسے معاف فرما دے گا۔ (اسی بناء پر یہ حلف لیا گیا جس سے اس پر عذاب نازل ہوا۔)

○ آپؑ کی بددعا سے مردِ شامی عورت اور اُس کی زوجہ مرد میں تبدیل ہوگئے :

محمد فتال نیشاپوری نے اپنی کتاب "مونس الحزین" میں اپنے اسناد کے ساتھ تحریر کیا ہے کہ کسی شامی نے حضرت امام حسن علیہ السلام سے معاویہ کے مظالم برداشت کرنے کے متعلق بات کی :

آپؑ نے فرمایا (جس کا مفہوم یہ ہے) کہ اگر میں دعا کروں تو اللہ تعالےٰ عراق کو شام اور شام کو عراق، عورت کو مرد اور مرد کو عورت میں تبدیل فرما دے۔

اُس مردِ شامی نے کہا، بھلا اس پر کون قادر ہے ؟

آپؑ نے فرمایا: دُور ہو جا اے عورت، تجھے شرم نہیں آتی کہ مردوں کے درمیان بیٹھی ہوئی ہے۔

آپؑ کا یہ فرمانا تھا کہ اُس شامی نے محسوس کیا کہ وہ عورت بن گیا۔

پھر آپؑ نے فرمایا، اور تیری زوجہ مرد بن گئی۔ تو اس سے حاملہ ہوگا اور تیرے شکم سے مخنث پیدا ہوگا۔

چنانچہ جیسا آپؑ نے فرمایا تھا ویسا ہی ہوا۔ پھر وہ مردِ شامی اور اس کی زوجہ دونوں آپؑ کی خدمت میں آئے، توبہ کی اور معافی مانگی۔ آپؑ نے اللہ تعالیٰ سے دعا فرمائی اور وہ دونوں اپنی پہلی حالت پر آگئے۔

○ آپؑ نے اپنے اہلِ بیت کو مطلع فرمایا کہ میری زوجہ مجھے زہر دے گی

حسن بن ابوالعلاء نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ:

حضرت امام حسن علیہ السلام نے اپنے اہلِ بیت سے فرمایا کہ میں زہر سے شہید کیا جاؤں گا۔ جس طرح رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کو زہر سے شہید کیا گیا۔

آپؑ کے اہلِ بیت نے کہا، آپؑ کو کون زہر دے گا ؟

آپؑ نے فرمایا، میری کوئی کنیز یا میری کوئی زوجہ۔

لوگوں نے کہا، پھر اسے نکال باہر کیجیے یا اپنی زوجیت سے خارج کیجیے اللہ تعالےٰ اُس پر لعنت کرے۔

آپؑ نے فرمایا: افسوس، میں ایسا نہیں کرسکتا، اُسی کے ہاتھوں سے میری موت واقع ہوگی اور اس کے سوا کوئی چارہ نہیں۔ اگر میں اسے نکال باہر بھی کروں تب بھی اُسی کے ہاتھوں میرا قتل ہے۔ یہ اللہ تعالےٰ کا قطعی فیصلہ اور لازمی حکم ہے۔

تھوڑے ہی دنوں بعد معاویہ نے امام حسن علیہ السلام کی زوجہ کے پاس آدمی بھیجا۔

راوی کا بیان ہے کہ اس کے بعد امام حسن علیہ السلام نے اپنی اُس زوجہ سے پوچھا کیا پینے کے لیے کچھ دودھ ہے ؟

اُس نے کہا، جی ہاں۔ اور پھر اُس میں وہ زہر ملا دیا جو معاویہ نے اُس کے پاس بھیجا تھا۔ جب آپؑ نے وہ دودھ پیا تو فوراً جسم میں زہر کا اثر محسوس کیا اور فرمایا: او دشمنِ خدا تو نے مجھے قتل کر دیا، اللہ تعالےٰ تجھے قتل کرے۔ مگر سُن! کہ مجھ جیسا تجھے کوئی شوہر نہ ملے گا، اور اُس دشمن، فاسق اور لعین سے تجھے تا ابد بھلائی نصیب نہ ہوگی

(مناقب ابنِ شہر آشوب)

(۷) علمِ ارحام :

ابو جعفر بن رستم طبری نے اپنی کتاب "الدلائل" میں اپنے اسناد کے ساتھ ابنِ عباسؓ سے روایت کی ہے کہ ایک مرتبہ حضرت امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام کے سامنے سے ایک گائے گزری۔

آپؑ نے اُس کو دیکھ کر فرمایا اس کے شکم میں بچہ ہے اور وہ مادہ ہے، اُس کی پیشانی سفید اور دُم کا سرا بھی سفید ہوگا۔

یہ سُن کر ہم لوگ اُس قصاب کے ساتھ گئے۔ جب اُس نے ذبح کیا تو دیکھا کہ اُس کے شکم میں واقعاً مادہ بچہ تھا اور ویسا ہی تھا جیسا آپؑ نے فرمایا تھا۔ یہ دیکھ کر ہم لوگوں نے آپؑ سے کہا، کیا اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا ہے " وَيَعْلَمُ مَا فِي الْأَرْحَامِ " (سورۂ لقمان آیت ۳۴)

یعنی: (اور وہی جانتا ہے کہ ارحام میں کیا ہے)
پھر آپؑ کو اس کا علم کیسے ہو گیا؟
آپؑ نے فرمایا: وہ علم مخزون و مکنون، مجزوم و مکتوم کہ جس پر کوئی مَلَکِ مقرب اور نبیِ مرسل بھی مطلع نہیں ہے۔ اس کو سوائے محمدؐ اور اُن کی ذرّیت کے کوئی نہیں جانتا۔ (کتاب النجوم)

۸ — آپؑ نے امیر المومنینؑ کی زیارت کرائی

شیخ مفید علیہ الرحمہ نے اپنی کتاب "مولد النبیؐ و مولد الاصفیاء" میں اپنے اسناد کے ساتھ جابرؓ سے اور اُنھوں نے حضرت امام ابوجعفر محمد باقر علیہ السّلام سے روایت کی ہے کہ ایک مرتبہ کچھ لوگ حضرت امام حسن علیہ السّلام کے پاس آئے اور عرض کی کہ آپؑ کے پدر بزرگوار جو معجزات ہمیں دکھایا کرتے تھے ویسے ہی معجزے آپؑ بھی ہمیں دکھائیے۔

آپؑ نے فرمایا: کیا تم لوگ اس پر ایمان لاؤ گے؟

اُنھوں نے عرض کی، جی ہاں، بخدا ہم اس پر ایمان لائیں گے۔

آپؑ نے فرمایا، کیا تم لوگوں نے میرے پدر بزرگوار کو دیکھا ہے؟

اُنھوں نے عرض کی، جی ہاں ہم اُن کو اچھی طرح جانتے پہچانتے ہیں۔

یہ سُن کر آپؑ نے پردے کا ایک گوشہ اُٹھایا، تو حضرت امیر المومنینؑ پسِ پردہ تشریف فرما تھے۔ آپؑ نے پوچھا، کیا تم لوگ ان کو پہچانتے ہو؟

سب نے بالاتفاق کہا، جی ہاں۔ یہ امیر المومنین علیہ السّلام ہیں۔ اب ہم لوگ گواہی دیتے ہیں کہ آپؑ واقعاً ولیِ خدا اور امیر المومنین علیہ السّلام کے بعد امام ہیں۔ آپؑ نے امیر المومنین علیہ السّلام کو اُن کی موت کے بعد ہمیں اس طرح دکھایا ہے جس طرح آپؑ کے پدر بزرگوار نے ابوبکر کو مسجدِ قبا میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے بعد آنحضرتؐ کی زیارت کرائی تھی۔

آپؑ نے ارشاد فرمایا: تم لوگوں پر وائے ہو، کیا تم نے اللہ تعالیٰ کا یہ قول نہیں سُنا ہے کہ " وَلَا تَقُولُوا لِمَنْ يُقْتَلُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتٌ ۚ بَلْ أَحْيَاءٌ وَلَٰكِن لَّا تَشْعُرُونَ ○ (سورۃ البقرۃ ۱۵۴)

یعنی: (اور جو اللہ کی راہ میں قتل ہوئے انھیں مردہ نہ کہو بلکہ وہ زندہ ہیں لیکن تم اس کا شعور نہیں رکھتے)

جب یہ قولِ خداوندی عام لوگوں کے لیے ہے جو راہِ خدا میں قتل کر دیے گئے ہیں۔ تو پھر ہمارے بارے میں تم لوگ کیا کہو گے؟

اُنھوں نے کہا، ہم ایمان لاتے اور اے فرزندِ رسولؐ! ہم آپؑ کی امامت کی تصدیق کرتے ہیں۔ (کتاب النجوم)

۹ — آپؑ نے معاویہ کی فرمائش پر معجزہ دکھا کر اپنی حجّت قائم کی

ابو محمد عبداللہ بن محمد احمری المعروف بہ ابنِ داہر رازی نے اپنے اسناد کے ساتھ حضرت ابوعبداللہ امام جعفر صادق علیہ السّلام سے روایت کی ہے کہ جب حضرت امام حسنؑ اور معاویہ کے درمیان صلح ہو چکی تو دونوں ایک کھجوروں کے باغ میں یکجا بیٹھ گئے تو معاویہ نے کہا، اے ابو محمدؑ! مجھے خبر ملی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم درخت پر لگی ہوئی کھجوروں کی مقدار وزن میں بتا دیا کرتے تھے، کیا اس طرح کا کچھ علم آپؑ کو بھی ہے؟ کیونکہ آپؑ حضرات کے شیعوں کا گمان ہے کہ زمین و آسمان میں سے کسی شے کا علم آپؑ حضرات سے پوشیدہ نہیں ہے۔

حضرت امام حسن علیہ السّلام نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کی مقدار وزن میں تولتے تھے، میں تعداد میں بتاؤں گا۔

معاویہ نے کہا، پھر بتائیے اس درخت پر کتنی عدد کھجوریں ہیں؟

آپؑ نے فرمایا: چار ہزار اور چار کھجوریں ہیں۔

معاویہ کے حکم سے ساری کھجوریں توڑ کر شمار کی گئیں تو چار ہزار اور تین گنی گئیں۔

آپؑ نے فرمایا، بخدا نہ میں نے جھوٹ کہا ہے اور نہ مجھے جھٹلایا جا سکتا ہے۔

اتنے میں آپؑ نے دیکھا کہ عبد بن عامر کریز کے ہاتھ میں ایک کھجور ہے۔

پھر آپؑ نے فرمایا: اے معاویہ! خدا کی قسم اگر اس کا خیال نہ ہوتا کہ تم کافر ہو جاؤ گے تو میں تمھیں یہ بھی بتا دیتا کہ تم آئندہ کیا کیا کارنامے انجام دو گے۔ یہ اس لیے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے میں آنحضرتؐ کو جھٹلانے والا مسلمانوں میں کوئی نہ تھا اور تم لوگ جھٹلاؤ گے اور کہو گے کہ حسنؑ تو اُس زمانے میں بہت کمسن تھے اُنھوں نے اپنے جد سے سُنا ہی کب ہو گا بس اتنا تو سُن ہی لو کہ" تم زیاد کو اپنے نسب میں شامل کرو گے، حُجر بن عَدی کو قتل کرو گے اور شہر شہر سے بہت سے سر کاٹ کر تمھارے پاس بھیجے جائیں گے

چنانچہ ایسا ہی ہوا، معاویہ نے زیادؔ کو اپنے نسب میں شامل کیا، حُجر بن عدیؒ کو قتل کیا اور عمر بن الحمق خزاعیؒ کا سر کاٹ کر اس کے پاس بھیجا گیا۔

⑩ — شب و روز میں جو کچھ ہوتا ہے ہم جانتے ہیں

عبدالغفار رجازی نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السّلام سے روایت کی ہے کہ:
آپؑ نے فرمایا کہ حضرت امام حسن علیہ السّلام کے پاس دو شخص بیٹھے ہوئے تھے۔
آپؑ نے ایک سے فرمایا، تم نے گذشتہ شب کو فلاں شخص سے یہ یہ باتیں کہی تھیں
اُس کو بڑا تعجب ہوا اور کہا ارے یہ تو سب کچھ جانتے ہیں
آپؑ نے فرمایا، دن و رات میں جو کچھ بھی ہوتا ہے ہم وہ سب جانتے ہیں۔
پھر فرمایا: اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کو حلال و حرام اور تنزیل و تاویل کا علم دیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے وہ تمام علم حضرت علی علیہ السّلام کو دے دیا۔ (الخرائج والجرائح)

⑪ — آپؑ نے اپنے پدرِ بزرگوار سے فرمایا

حضرت امام حسن علیہ السّلام نے (حضرت علی علیہ السّلام کے خلیفہ ہونے سے قبل) اپنے پدرِ بزرگوار سے فرمایا: بابا جان! عرب کے لوگوں کی یہ فطرت ہے کہ پہلے جذبات میں بہہ جاتے ہیں بعد میں انھیں ہوش آتا ہے۔ آپؑ دیکھیں گے کہ یہ لوگ دوڑے آئیں گے اور اپنی سواریاں آپؑ کے پاس بٹھائیں گے، اور اگر آپؑ بچھو کی طرح کسی سوراخ میں چھپ کر بھی بیٹھ جائیں تب بھی یہ آپؑ کو ڈھونڈ نکالیں گے۔

① آپؑ کی عبادات، زُہد اور تقویٰ

مفضّل بن عمر نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السّلام سے، اُنھوں نے اپنے پدرِ بزرگوار سے، اُنھوں نے اپنے پدرِ عالیقدر سے روایت کی ہے: آپؑ نے فرمایا کہ: حضرت امام حسن ابنِ علیؑ ابنِ ابی طالبؑ علیہ السّلام اپنے زمانے میں سب سے زیادہ عبادت گذار، سب سے بڑے زاہد اور سب سے افضل تھے۔ آپؑ حج کرتے تھے تو پاپیادہ، بلکہ کبھی کبھی پا برہنہ۔ جب موت کا ذکر کرتے تو گریہ فرماتے، جب قبر کا ذکر کرتے تو گریہ فرماتے، جب حشر و نشر کا ذکر کرتے تو گریہ فرماتے، جب صراط پر سے گذرنے کا ذکر کرتے تو گریہ فرماتے، جب اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضری کا ذکر کرتے تو ایک چیخ مارتے اور غش کھا کر گر پڑتے۔

جب اپنے رب کے حضور میں نماز کے لیے کھڑے ہوتے تو آپؑ کا بند بند کانپنے لگتا۔ جب جنّت و جہنّم کا ذکر کرتے تو عقرب گزیدہ کی طرح تڑپنے لگتے اور اللہ تعالیٰ سے جنّت کے لیے دعا کرتے اور جہنّم سے پناہ چاہتے۔

آپؑ جب قرآن مجید کی تلاوت فرماتے اور اس میں جہاں کہیں بھی "یَا اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا" آتا، فوراً کہتے لَبَّیْكَ اَللّٰھُمَّ لَبَّیْكَ۔

آپؑ کو کسی حال میں بھی ذکرِ خدا سے خالی نہیں دیکھا گیا۔ آپؑ سب سے زیادہ صادق اللہجہ، سب سے زیادہ فصیح البیان تھے۔

○ معاویہ کی فرمائش پر آپؑ نے بیمثال خطبہ ارشاد فرمایا

ایک مرتبہ معاویہ سے کہا گیا کہ کیا اچھا ہوتا اگر آپ حسنؑ ابنِ علیؑ ابنِ ابیطالبؑ سے خطبہ دینے کی فرمائش کرتے، تاکہ ان کا سارا نقص ظاہر ہو جاتا۔

چنانچہ معاویہ نے امام حسن علیہ السّلام کو بُلوایا اور کہا کہ آپؑ منبر پر جا کر ہم لوگوں کو کچھ

وعظ و پند کریں۔

پس آپ کھڑے ہوئے اور منبر پر تشریف فرما ہونے کے بعد حمد و ثنائے الٰہی بجالائے: پھر فرمایا: اے لوگو! جو مجھے جانتا ہے وہ تو جانتا ہی ہے، جو نہیں جانتا وہ جان لے کہ: میں حسنؑ ابنِ علیؑ ابن ابی طالبؑ ہوں۔ میں سیّدۃ النساء فاطمہ زہرا بنت رسول اللہؐ کا فرزند ہوں، میں اُس کا فرزند ہوں جو تمام مخلوقات میں سب سے بہتر ہے میں رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کا فرزند ہوں، میں صاحبِ فضائل کا فرزند ہوں، میں صاحبِ معجزات و دلائل کا فرزند ہوں، میں امیر المومنین کا فرزند ہوں، میں اپنے حق سے محروم کر دیا گیا ہوں، میں اور میرا بھائی حسینؑ دونوں جوانانِ اہلِ جنّت کے سردار ہیں، میں رکن و مقام کا فرزند ہوں، میں مکّہ و منیٰ کا فرزند ہوں، میں مشعر و عرفات کا فرزند ہوں۔

معاویہ نے کہا، چھوڑیے ان باتوں کو ذرا رُطب کے متعلق کچھ بیان کیجیے

آپؑ نے فرمایا: رُطب کے دانے ہَوا سے بڑے ہوتے ہیں، گرمی سے پک جاتے ہیں اور ٹھنڈک سے لطیف و طیّب ہو جاتے ہیں۔

یہ کہہ کر آپؑ پھر سلسلۂ کلام کی طرف پلٹے اور فرمایا: میں خلقِ خدا کا امام ہوں میں محمّد رسول اللہ کا فرزند ہوں۔

یہ سُن کر معاویہ خوفزدہ ہوا کہ آگے نہیں معلوم یہ کیا کہہ دیں اور لوگوں کو حقیقت کا علم ہو جائے تو فتنہ برپا ہو جائے گا اس لیے اُس نے کہا: اے ابو محمّدؑ! بس جو کچھ آپؑ کہا وہ کافی ہے اب آپؑ منبر سے اتر آئیں۔

امام حسن علیہ السّلام منبر سے نیچے اُتر آئے۔ (امالی صدوقؒ)

۲ — وقتِ احتضار گریہ

حضرت امام رضا علیہ السّلام نے اپنے آبائے کرام سے روایت کی ہے کہ جب حضرت امام حسن بن علیؑ ابن ابی طالب علیہ السّلام کا وقتِ وفات قریب آیا تو آپؑ رونے لگے آپؑ سے کہا گیا: فرزندِ رسولؐ! آپؑ گریہ فرماتے ہیں درآنحالیکہ آپؑ کو تو رسول اللہؐ کے پاس ایک خاص مقام حاصل ہے، آپؑ کے تو رسول اللہؐ نے بڑے فضائل و مراتب بیان فرمائے ہیں پھر یہ کہ آپؑ نے بیس حج پاپیادہ کیے ہیں، تین مرتبہ تو آپؑ نے اپنا نصف مال راہِ خدا میں دے دیا حد یہ ہے کہ ایک پاؤں کا جوتا اپنے لیے رکھا اور ایک پاؤں کا راہِ خدا میں دیا!

آپؑ نے فرمایا: میرے رونے کی دو وجہیں ہیں، ایک ہولِ قیامت اور دوسری فرقتِ احباب۔ (امالی صدوقؒ)

۳ — پاپیادہ حج:

ابن بکیر کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں نے حضرت امام ابوعبداللہ جعفر صادق علیہ السّلام سے دریافت کیا کہ میں نے سُنا ہے کہ حضرت امام حسن بن علی علیہ السّلام نے بیس حج پاپیادہ کیے۔؟

آپؑ نے فرمایا، ہاں حضرت امام حسنؑ بن علیؑ نے پاپیادہ حج کیے اور محملیں و سواریاں آپؑ کے ساتھ چلتی تھیں۔ (قرب الاسناد)

- ابنِ موسیٰ نے اسدی سے اُنھوں نے نخعی سے، اُنھوں نے حسن بن سعید سے اُنھوں نے مفضّل بن یحییٰ سے اُنھوں نے سلیمان سے اور اُنھوں نے امام جعفر صادق علیہ السّلام سے اسی کے مثل روایت کی ہے۔ (علل الشرائع)

۴ — بھیک مانگنا صرف تین موقعوں پر جائز ہے

حضرت ابوعبداللہ امام جعفر صادق علیہ السّلام سے روایت ہے۔ آپؑ نے بیان فرمایا کہ ایک مرتبہ عثمان بن عفّان مسجدِ نبوی کے دروازے پر بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک سائل نے اُن سے سوال کیا اور اُنھوں نے اُس کو پانچ درہم دیے جانے کا حکم دیا۔

اس سائل نے کہا (کچھ اور مخیّر حضرات کا) پتہ بتا دیجیے۔

عثمان نے کہا، وہ چند نوجوان جو تم کو نظر آ رہے ہیں (یہ کہہ کر اُنھوں نے مسجد کے ایک گوشے کی طرف اشارہ کیا، جہاں امام حسنؑ، امام حسینؑ اور عبداللہؑ بن جعفر بیٹھے ہوئے تھے) اُس سائل نے اُن حضرات کے پاس پہنچ کر سلام کیا پھر اُن سے سوال کیا۔

امام حسن علیہ السّلام نے فرمایا، اے شخص! سوال کرنا، جائز و حلال نہیں ہے مگر صرف تین مواقع پر: کوئی ناگہانی مصیبت ہو، یا قرض نے مجبور کر دیا ہو، یا فقر و افلاس نے پست کر دیا ہو۔

بتاؤ! تمھیں ان تینوں میں سے کون سی مجبوری پیش آگئی ہے۔؟

سائل نے عرض کی، جی ہاں اِنہی تینوں میں سے ایک مجبوری ہے۔

امام حسن علیہ السلام نے حکم دیا، اسے پچاس دینار دیدیے جائیں۔ امام حسینؑ نے حکم دیا میری طرف سے اسے اُنچاس (۴۹) دینار دیے جائیں، عبداللہ بن جعفرؑ نے حکم دیا میری طرف سے اس کو اڑتالیس (۴۸) دینار دیے جائیں۔

سائل یہ سب لیکر واپس ہوا اور عثمان بن عفّان کے پاس سے گذرا۔

اُنھوں نے پوچھا کچھ کام بنا؟

سائل نے عرض کی، جی ہاں۔ آپ کے پاس آیا تھا اور آپ نے جو کچھ مجھے دیا تھا وہ تو آپ کو معلوم ہی ہے، مگر آپ نے مجھ سے کچھ نہ پوچھا کہ میں کیوں مانگ رہا ہوں، مگر اُس گیسوؤں والے سے جب میں نے سوال کیا تو اُس نے مجھ سے دریافت کیا کہ آخر یہ بھیک مانگنے اور سوال کرنے کی کیا وجہ درپیش ہے۔ اِس لیے کہ سوال کرنا صرف تین ہی صورتوں میں جائز ہے۔

میں نے انھیں تین وجوہات میں سے ایک وجہ بتائی۔ اُنھوں نے مجھے پچاس دینار دیے، دوسرے نے اُنچاس دینار دیے، تیسرے نے اڑتالیس دینار دیے۔

عثمان نے کہا: ایسے نوجوان تم کو کہاں ملیں گے۔ یہ صاحبان تو دودھ کے (بجائے) علم پی پی کر بڑے ہوئے ہیں اور خیر و حکمت سے بھرے ہوئے ہیں۔

⑤ کمسنی میں امام حسنؑ کی معجزانہ گفتگو اور کثیر لوگوں کا مسلمان ہونا

ابو یعقوب یوسف بن جراح نے اپنے اسناد کے ساتھ حذیفہ بن یمان سے روایت کی ہے کہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم ایک پہاڑ پر تھے اور میرا خیال ہے کہ وہ کوہِ حرا وغیرہ تھا۔ آپؐ کے ساتھ ابوبکر و عمر و عثمان و علیؑ اور مہاجرین و انصار کی ایک جماعت تھی اور انس بھی موجود تھے۔ حذیفہ آپؐ سے باتیں کر رہے تھے کہ اتنے میں حسنؑ ابنِ علیؑ آہستہ آہستہ وقار کے ساتھ آتے ہوئے نظر آئے۔

جب آنحضرتؐ نے انھیں دیکھا تو فرمایا: جبرئیلؑ ان کو آہستہ آہستہ چلا رہے ہیں اور میکائیل ان کو سنبھالے ہوئے ہیں۔

یہ فرمایا: یہ میرا فرزند ہے، طاہر ہے، میرے نفس سے ہے، میری پسلیوں

ایک پسلی ہے۔ میرا نواسہ ہے، میری آنکھوں کی ٹھنڈک ہے۔ میرے والدا س پر قربان۔

پھر آنحضرتؐ اُٹھے اور ہم سب بھی آپؐ کے ساتھ اُٹھے۔ آپؐ حسنؑ سے فرماتے جاتے تو میرا سیب (میوۂ دل) ہے، تو میرا پیارا ہے، میری جان ہے۔

پھر آپؐ نے اُن کا ہاتھ پکڑا اور اُن کو ساتھ لیکر چلے، آپؐ کے ساتھ ہم بھی چلے اور آکر ایک جگہ تشریف فرما ہوئے، ہم سب بھی آپؐ کے گرد بیٹھ گئے۔ ہماری نظریں رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم پر جمی ہوئی تھیں مگر آپؐ مسلسل حسنؑ کی طرف دیکھے جا رہے تھے۔

آپؐ نے فرمایا: یہ بچہ میرے بعد ہادی و مہدی ہوگا۔ یہ ربُّ العالمین کی طرف سے میرے پیغام کو عام کرے گا اور میرے آثار سے لوگوں کو روشناس کرائے گا، یہ میری سنّت کو زندہ کرے گا اور اپنے اعمال و افعال میں میرے امور کا ذمّے دار ہوگا۔ اس پر اللہ تعالیٰ کی نظر ہے۔ اللہ اُس پر رحم فرماتا ہے جس کو اس کی معرفت حاصل ہے جو اِس کے معاملے میں میرے ساتھ نیکی کرے، جو اِس کے بارے میں میرا لحاظ و پاس کرے اللہ تعالیٰ اُس پر رحم فرمائے۔

ابھی رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے اپنا سلسلۂ کلام قطع بھی نہیں فرمایا تھا کہ ایک اعرابی اپنی چھڑی گھسیٹتا ہوا آگیا۔

جب آنحضرتؐ نے اُسے دیکھا تو فرمایا: اب تم لوگوں کے پاس ایک ایسا شخص وارد ہو رہا ہے جس کی دُرشت گفتگو سے تم لوگ کانپ اٹھوگے۔ یہ تم لوگوں سے چند سوالات کرے گا مگر اس کی گفتگو بہت ترش ہوگی۔

اتنے میں وہ اعرابی بھی قریب آپہنچا اور بغیر سلام کیے ہوئے بولا: تم لوگوں میں محمدؐ کون ہے؟

ہم نے کہا، کیا ارادہ ہے؟

آنحضرتؐ نے فرمایا، تم اس سے درگذر کرو (بات کرنے دو)

اُس نے کہا: اے محمدؐ! میں نے اِس سے قبل تمھیں نہیں دیکھا تھا اور میں بغیر دیکھے ہی تمھارا دشمن تھا، مگر اب تو دشمنی اور بڑھ گئی۔

آنحضرتؐ یہ سُن کر متبسم ہوئے لیکن ہم لوگوں کو اُس پر سخت غصّہ آرہا تھا اور ارادہ ہوا کہ اس کے ساتھ کچھ کیا جائے۔

مگر آنحضرتؐ نے اشارے سے منع فرمایا کہ تم لوگ خاموش رہو۔

اعرابی نے کہا: اے محمدؐ! تمھارا خیال ہے کہ تم نبی ہو اور گذشتہ انبیاء پر بہتان

رکھتے ہو۔ حالانکہ تمھارے پاس تمھاری نبوّت کی کوئی دلیل نہیں ہے۔

آپؐ نے فرمایا: اے اعرابی! تجھے کیا معلوم (کہ میرے پاس کوئی دلیل ہے یا نہیں)

اُس نے کہا: اچھا اپنی دلیل پیش کرو۔

آپؐ نے فرمایا: اگر تو پسند کرے تو میرے اعضا میں سے ایک عضو دلیل پیش کرے اور یہ سب سے پختہ دلیل ہوگی۔

اعرابی نے کہا، کیا عضو بھی بات چیت کرسکتا ہے؟

آپؐ نے فرمایا: ہاں۔

پھر فرمایا: اے حسنؑ! اٹھو۔

اعرابی نے اپنے دل میں کہا، یہ خود تو مقابلے پر آتے نہیں ایک بچّے کو مجھ سے بات کرنے کے لیے کھڑا کر دیا ہے۔

آنحضرتؐ نے فرمایا (گھبراؤ نہیں) جو کچھ تو پوچھے گا، یہ بچّہ بتائے گا۔

اتنے میں حسنؑ آگے بڑھے اور بولے: اے اعرابی! ٹھہر جا

ما غبیًّا سألت وابن غبی — بل فقیهًا اذن وأنت الجهول

فان تك قد جهلت فانّ عندی — شفاء الجهل ما سأل السؤول

وبحرًا لا تقسّمهُ الدّوالی — تراثًا کان اورثه الرّسول

ترجمۂ اشعار:

ترجمۂ شعر ۱: تو کسی غبی (کُند ذہن) ابن غبی سے سوال نہیں کرے گا بلکہ جس سے تو سوال کرے گا وہ فقیہ اور سراپا گوش ہے اور تو سخت جاہل ہے۔

ترجمۂ شعر ۲: اور اگر تو جاہل ہے تو میرے پاس مرضِ جہل کا علاج موجود ہے جو تو چاہے سوال کر۔

ترجمۂ شعر ۳: یہ ایک سمندر ہے جو ختم نہیں ہوسکتا، یہ وہ میراث ہے جو اُس کو رسولؐ سے ملی ہے۔

تو نے بڑی زبان درازی وجسارت کی ہے اور حد سے تجاوز کر گیا ہے، تو نے اپنے نفس کو دھوکے میں رکھا ہے مگر انشاء اللہ تعالیٰ تو یہاں سے بغیر ایمان لائے ہوئے نہیں جائے گا۔

یہ سُن کر اعرابی مسکرایا اور کہا: اچھا آگے چلیے۔

امام حسن علیہ السّلام نے فرمایا: سُن: تم لوگ اپنے جرگے میں جمع ہوئے اور

ناواقفیت ولاعلمی کی بنا پر جو باتیں تم لوگوں میں پھیلی ہوئی تھیں اُن کا تذکرہ ہوا تو تم لوگوں نے سوچا کہ محمدؐ ایک شاخِ بے ثمر ہیں اُن کے آل اولاد نہیں ہے اور تمام عرب اُن کا دشمن ہے، اُن کے خون کا بدلہ لینے والا کوئی نہ ہوگا اس لیے اُن کو قتل کروگے تو تمھاری قوم تمھیں انعام اکرام دے گی۔ یہ سوچ کر تم نے قتل کرنے کا پختہ ارادہ کیا اور اپنا نیزہ اُٹھا کر چلے تو تمھاری آنکھوں کی بصارت جاتی رہی، راستہ چلنا دشوار ہوگیا، مگر اس خوف سے کہ کہیں یہ بات مشہور نہ ہوجائے کسی طرح ہمارے پاس آپہنچے، مگر تمھارا آنا تمھارے لیے بہتر ہی ہوا۔

اب میں تمھارے سفر کا مفصّل حال بیان کرتا ہوں سنو! تم اپنے گھر سے رات کیے وقت نکلے تو مطلع بالکل صاف تھا، اتنے میں شدید ہوائیں چلنے لگیں جس سے اندھیرا چھا گیا، بادل گھر آئے بارش ہونے لگی۔ اب تم (لقیط بن زرارہ کے) اُس سرخ گھوڑے کے مانند ہوگئے (جس کے متعلق اُس نے کہا ہے کہ) اگر یہ آگے بڑھے تو نحر ہوجائے اور پیچھے مڑکر بھاگے تو اس کی ٹانگیں کاٹ دی جائیں۔ اُس وقت نہ تمھیں کسی چلنے والے کے قدموں کی چاپ سنائی دے رہی تھی اور نہ کسی آگ روشن کرنے والے کی پھونکوں کی آواز آرہی تھی گھنگھور گھٹائیں چھا گئیں، آسمان کے سارے ستارے چھُپ گئے ایک ستارہ بھی نہ تھا کہ جس سے تم راستے کا اندازہ کرتے اور نہ کوئی ایسا نشان کہ جس سے پتہ چلتا۔ تم عام راستے سے ہٹ گئے اور ایک بہت گہری وادی میں اُتر گئے۔ اس سے اوپر چڑھے تو راستے سے اور دُور ہوتے گئے، ہوا تم کو اُڑائے لیے جارہی تھی، کانٹے چبھے جارہے تھے آندھی چل رہی تھی بجلی چمک رہی تھی، ٹیلوں اور پہاڑیوں سے تمھیں وحشت ہورہی تھی جھاڑیاں کاٹ کھائے جارہی تھیں، یکایک تم نے دیکھا تو تم ہم لوگوں کے پاس تھے، اب تمھاری آنکھوں میں خوشی دوڑ گئی تمھارا سارا رنج وغم کافور ہوگیا۔

اعرابی نے کہا: صاحبزادے! آپؑ نے یہ کیسے بتا دیا؟ اور یہ سب کچھ بتا کر تو آپؑ نے میرے دل کے دریچے کو کھول دیا، ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آپؑ ان تمام حالات کا مشاہدہ کر رہے تھے اور میری کوئی بات آپؑ سے پوشیدہ نہیں گویا آپؑ کے پاس علمِ غیب ہے۔ اچھا اب یہ بتائیے کہ اسلام کیا ہے؟

امام حسن علیہ السّلام نے فرمایا: اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَاَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ

وہ اعرابی فوراً اسلام لایا اور اچھا مسلمان بن گیا۔ آنحضرتؐ نے اس کو قرآن مجید کی کچھ تعلیم دی پھر

پھر اُس نے عرض کی، یا رسول اللہؐ! کیا میں اپنی قوم میں جاکر انھیں یہ ساری

باتیں بتا دوں؟

آنحضرتؑ نے اُسے اجازت دی، وہ واپس ہوا۔ اِس کے بعد پھر آنحضرتؑ کی خدمت میں حاضر ہوا تو اُس کے ساتھ اُس کی قوم کی ایک جماعت بھی آئی اور سب کے سب دائرۂ اسلام میں داخل ہوئے۔

چنانچہ اِس کے بعد جب بھی لوگ امام حسن علیہ السلام کو دیکھتے تو کہتے کہ آپؑ کو وہ چیز عطا کی گئی ہے جو دنیا میں کسی کو عطا نہیں ہوئی ہے۔ (کتاب العدد)

⑥ ــ تعزیت کے ایک خط کا جواب

محمد بن مسلم سے روایت ہے اُن کا بیان ہے کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کو فرماتے ہوئے سُنا کہ حضرت امام حسن ابنِ علی علیہ السلام کی ایک دختر کے انتقال پر آپؑ کے چند اصحاب نے آپؑ کو تعزیت کا خط لکھا تو آپؑ نے اُن کے خط کے جواب میں یہ تحریر فرمایا:

امّا بعد: میری فلاں دختر کی تعزیت کے سلسلے میں تم لوگوں کا خط مجھے ملا اللہ تعالیٰ کی طرف سے ابتلاء، وآزمائش، صبر اور اس کے حکمِ قضا کے سامنے سرِ تسلیم خم کر کے میں اللہ سے اجر و ثواب کا طالب ہوں۔ واقعتاً ان مصائب و حادثات نے ہمیں بہت دُکھ اور تکلیف پہنچائی۔ وہ قابلِ الفت احباب جو ہماری معرفت رکھتے تھے وہ برادرانِ ایمانی جو ہم سے محبت کرتے تھے دیکھنے والے جنھیں دیکھ کر خوش ہو جاتے تھے، آنکھیں جنھیں دیکھ کر ٹھنڈک محسوس کرتی تھیں وہ گذر گئے۔ ان کی زندگی کے ایام پورے ہو گئے، انھیں موت آ گئی وہ اپنے اخلاف کو چھوڑ گئے اور کوچ کر گئے۔ اب وہ مُردوں کی قبرستانوں میں ہیں آپس میں پڑوسی ہو کر بھی پڑوسی نہیں ہیں، اتنے قریبی پڑوسی ہو کر بھی نہ آپس میں ایک دوسرے سے ملاقات کرتے ہیں نہ ایک دوسرے کی زیارت کو آتے جاتے ہیں۔ ان کے اجسام اپنے اہل و عیال سے دُور ہیں، اُن کی بزم، احباب سے خالی ہے۔ جیسے مکانوں میں یہ رہتے تھے، نہ اب ایسا مکان نظر آتا ہے نہ جائے قیام، وہ اپنے مانوس گھروں سے نکل کر ایک پُر وحشت گھر میں ہیں۔ وہ بچّی میری کنیز تھی، وہ اُس راستے پر روانہ ہو گئی جس پر اوّلین جا چکے اور آخرین جائیں گے۔ والسّلام

(امالی مفیدؒ)

⑦ ــ آپؑ ہر لُغت پر مکمّل دستگاہ رکھتے تھے

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے اپنے آبائے کرام کے واسطے سے روایت کی ہے کہ حضرت امام حسن علیہ السلام نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے دو شہر ہیں ایک مشرق میں دوسرا مغرب میں۔ ان دونوں کی شہر پناہ کی دیواریں لوہے کی ہیں۔ ہر شہر میں ایک ایک سونے کے دروازے ہیں جن میں ستر ستر ہزار زبانیں بولی جاتی ہیں ان میں ہر قوم الگ الگ زبان (لُغت) استعمال کرتی ہے اور ان تمام زبانوں (لغات) سے مَیں واقف ہوں اور یہ بھی جانتا ہوں کہ ان دونوں شہروں کے اندر کیا کچھ ہے اور ان دونوں پر اللہ تعالیٰ کی حجّت (امام) میرے اور میرے بھائی حسینؑ کے سوا کوئی نہیں ہے۔ (الخرائج والجرائح)

- احمد بن حسین نے اپنے باپ سے ان ہی اسناد کے ساتھ اسی کے مثل روایت کی ہے۔ (الخرائج والجرائح)
- ابنِ ابی عمیرؒ سے اِسی کے مثل روایت ہے۔ (مناقب ابنِ شہر آشوب)

⑧ ــ ٹِڈّی کے پروں پر مکتوب

مَروی ہے کہ ایک مرتبہ حضرت امام حسن علیہ السلام اور عبداللہ بن العباسؓ ایک ہی دسترخوان پر بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک ٹِڈّی آ کر دسترخوان پر بیٹھ گئی تو عبداللہ بن العباسؓ نے امام حسن علیہ السلام سے پوچھا: اِس ٹِڈّی کے پروں پر کیا لکھا ہوا ہے؟

آپؑ نے فرمایا: اس کے پروں پر یہ تحریر ہے:

"أنا الله لا إلٰهَ إلّا أنا ربّما أبعث الجراد لقومٍ جياعٍ ليأكلوه وربّما أبعثها نقمةً على قومٍ فناءً كلّ أطعمتهم"

یعنی: (میں ہوں اللہ، نہیں ہے کوئی اللہ لیکن میں (سوائے میرے) میں ہی بھیجتا ہوں اِن ٹِڈّیوں کو کبھی ایسی قوم کی طرف جو بھوکی ہے تاکہ وہ اسے کھائیں اور کبھی بھیجتا ہوں ایک قوم کی طرف بر بنائے عذاب تاکہ یہ اُس قوم کی ساری غذا کھا جائیں۔)

إِنَّ السخاء على العباد فريضة لِلّٰهِ يقرأ في كتاب محكم	کتابِ محکم (قرآن) کے پڑھنے سے یہی پت چلتا ہے کہ اللہ کے لیے سخاوت کرنا بند پر فرض ہے۔
وعد العباد الأسخياء جنانه وأعدّ للبخلاء نار جهنم	اللہ تعالیٰ نے اپنے سخی بندوں سے جنت وعدہ فرمایا ہے۔ اور بخیلوں کے لی جہنم فراہم کردی ہے۔
من كان لاتندى يداه بنائل للرّاغبين فليس ذاك بمسلم	جس شخص کا ہاتھ سائلوں کے دینے لیے نہیں اُٹھتا وہ مسلمان ہی نہیں

- آپؑ کی سخاوت کے سلسلے میں یہ روایت ہے کہ آپؑ ایک مرتبہ معاویہ کے پا
شام تشریف لے گئے، وہاں آپؑ کے سامنے بہت سا مال اور اس کی فہرس
رکھدی گئی۔ جب آپؑ دربار سے اُٹھنے لگے تو کسی غلام نے آپؑ کی جوتیاں سیدھی کردیں، آ
نے سارا مال مع فہرست اس کو بخش دیا۔

(۱۶) مجھے تیرے مال کی ضرورت نہیں تو ابنِ ہندہ ہے، تو میں ابنِ فاطمہؑ ہوں:

ایک مرتبہ معاویہ مدینہ آیا اور صبح ہی سے بیٹھ گیا، جو بھی ملاقات کو آتا گیا ا
کو پانچ ہزار سے ایک لاکھ تک حسبِ منزلت عطا کرتا رہا۔ سب کے آخر میں امام حسنؑ ت
لائے۔

معاویہ نے کہا: اے ابو محمدؑ! تم نے آنے میں تاخیر سے کام لیا۔ شاید تم چاہتے ہو کہ
قریش میں بخیل سمجھا جاؤں۔ اس لیے تم نے انتظار کیا کہ میرے پاس سارا مال ختم ہوجا
کچھ دینے کو نہ رہے تو آؤ۔ اچھا، اے غلام! آج مجموعی طور پر جتنی داد دہش کی ہے اس
برابر حسنؑ کو دیدے۔ اور اے ابو محمدؑ! میں ہندہ کا فرزند ہوں۔

امام حسن علیہ السلام نے فرمایا: اے ابو عبدالرحمٰن! مجھے اس کی ضرورت نہیں
واپس لیجاؤ، میں بھی فاطمہؑ بنتِ رسولؐ کا لختِ جگر ہوں۔

○ جب کسی کریم کو دھوکا دیا جائے تو وہ دھوکا کھا جاتا ہے:

مبرّد کامل میں مرقوم ہے کہ مروان بن حکم کا بیان ہے کہ مجھے حسنؑ ابنِ علیؑ کا
خچّر بیحد پسند تھا۔ مجھ سے ابنِ ابی عتیق نے کہا: اگر میں تجھے وہ خچّر دے دوں تو تجھے
میری تیس حاجتیں پوری کرنی پڑیں گی۔

اُس نے کہا، مجھے منظور ہے۔

ابنِ ابی عتیق نے کہا جب قوم جمع ہو تو میں قریش میں سے ایک ایک کے
فضائل بیان کرنا شروع کروں گا لیکن امام حسنؑ کی کوئی فضیلت بیان نہ کروں گا تم مجھ
پر ملامت کرنا۔

الغرض جب قوم جمع ہوئی تو ابنِ ابی عتیق، قریش میں سے ایک ایک کے
فضائل بیان کرنے لگا۔

مروان نے کہا: تو نے ابو محمدؑ کی کوئی فضیلت بیان نہیں کی، حالانکہ
اُن کے تو وہ فضائل ہیں جو کسی ایک کے بھی نہیں ہیں۔

ابنِ ابی عتیق نے کہا: میں نے تو اشرافِ قریش کا تذکرہ کیا ہے، ہاں اگر میں
انبیاء کا تذکرہ کرتا تو سب سے پہلے اُن کا ذکر کرتا۔

جب حضرت امام حسنؑ مجمع سے نکلے اور اپنی سواری کی طرف بڑھے تو آپؑ
کے پیچھے پیچھے ابنِ ابی عتیق بھی چل دیا۔

امام حسن علیہ السلام نے پوچھا: کیا تجھے مجھ سے کوئی حاجت ہے اور آپؑ
نے تبسم فرمایا:

اُس نے عرض کی جی ہاں۔ اس خچّر کی۔

یہ سُن کر امام حسنؑ خچّر سے اُتر گئے اور وہ خچّر اُسے عطا فرمایا۔

واقعتاً کسی سخی و کریم کو جب دھوکا دیا جاتا ہے تو وہ دھوکا کھا جاتا ہے۔

ایک مردِ شامی کی گستاخی اور آپؑ کا حِلم

مبرد اور ابنِ عائشہ دونوں نے روایت کی ہے کہ ایک شامی نے آپؑ کو ایک
مرتبہ سواری پر دیکھا تو آپؑ کو بُرا بھلا کہنے اور بددعا دینے لگا، مگر امام حسن علیہ السلام نے
اُس کو کوئی جواب نہ دیا۔ جب وہ بُرا بھلا کہہ کر فارغ ہوچکا تو آپؑ اُس کے قریب گئے، اور سلام
پھر مسکراتے ہوئے فرمایا: اے شیخ! میرا خیال ہے کہ تم یہاں مسافر ہو شاید تمھیں
شبہ ہوا ہے۔ اگر تم ناراض ہو تو میں تمھیں راضی کروں، اگر کچھ حاجت ہو تو تمھیں عطا کروں
اگر راستہ بھول گئے ہو تو میں راستہ بتاؤں، اگر تمھارا بوجھ وزنی ہے تو میں اُٹھا کر لے چلوں
اگر بھوکے ہو تو کھانا کھلاؤں، اگر کپڑے نہ ہوں تو کپڑے پہناؤں، اگر محتاج ہو تو تمھیں مال
دے کر غنی کردوں، اگر تمھیں شہر بدر کیا گیا ہو تو تمھیں پناہ دیدوں، اس کے علاوہ اگر اور کوئی
حاجت ہو تو میں اسے پورا کردوں۔ کیا ہی اچھا ہوتا اگر تم میرے یہاں مہمان ہوتے کیونکہ میرے
پاس جگہ بھی کشادہ ہے، مال و دولت کی بھی کمی نہیں ہے۔ لہٰذا جب تک یہاں سے کوچ کرو
اس وقت تک میرے پاس ہی رہو۔

مردِ شامی آپؑ کی مخلصانہ اور مشفقانہ گفتگو سے اس قدر متاثر ہوا کہ ضبطِ گریہ
نہ کرسکا بہت نادم ہوا اور بولا:

"اَشھدُ اَنّکَ خلیفۃ اللّٰہ فی ارضہ، اَللّٰہ اَعلم
حَیثُ یَجعلُ رسالتہ" وکُنتُ اَنتَ وَاَبوکَ
اَبغض خلق اللّٰہ اِلیَّ و اَلاٰنَ اَنتَ اَحبُّ خلق
اللّٰہ اِلیَّ"

یعنی: (میں گواہی دیتا ہوں کہ آپؑ اللہ کی زمین پر اللہ کے خلیفہ ہیں۔ واقعاً
"اللہ تعالیٰ سب سے بہتر جانتا ہے کہ وہ اپنا امرِ رسالت کس کے
حوالے کرے۔" آج تک میں آپؑ کا اور آپؑ کے پدرِ بزرگوار کا دنیا میں سب
سے بڑا دشمن تھا، مگر اِس وقت سے میں آپؑ کو سب سے زیادہ
دوست رکھتا ہوں۔"

یہ کہہ کر وہ اپنا سامان آپؑ کے یہاں لایا اور کوچ کرنے تک آپؑ ہی کا مہمان رہا، اور
آپؑ کا پکا معتقد ہوگیا۔ (مناقب)

(۱۷) حضرتِ علیؑ کی شان میں مروانؔ کی گستاخی پر آپؑ کی خاموشی اور امام حسینؑ کا جلال:

ابنِ اسحاق عدل سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ مروان بن حکمؔ نے خطبہ دیا اس
میں حضرت علی علیہ السلام کا تذکرہ کرکے بہت بُرا بھلا کہا، اور امام حسن علیہ السلام وہیں بیٹھے
ہوئے تھے۔ جب یہ خبر حضرت امام حسین علیہ السلام کو ہوئی تو آپؑ مروانؔ کے پاس آئے اور
بولے 'یا ابن الزرقاء! تیری یہ مجال کہ تو علیؑ کی شان میں گستاخی کرے۔ پھر آپؑ حضرت
امام حسن علیہ السلام کے پاس آئے اور عرض کی (اے بھائی!)، یہ آپؑ کے پدرِ بزرگوار کو بُرا
کہہ رہا تھا اور آپؑ سن رہے تھے لیکن آپؑ نے اُس کو کچھ نہ کہا۔

آپؑ نے فرمایا، (اے اخی حسینؑ!)، میں ایسے شخص سے کیا کہوں جو مسلط کردیا
گیا ہے، وہ جو چاہتا ہے کہتا ہے اور جو چاہتا ہے کرتا ہے۔

- مروی ہے کہ حضرت امام حسن علیہ السلام سے کبھی کسی کے لیے ایک ناگوار کلمہ
تک نہیں سُنا گیا، مگر صرف ایک موقع پر، اور وہ یہ کہ آپؑ کے اور عمرو بن
عثمان کے درمیان کسی زمین کا تنازع تھا۔ آپؑ نے فرمایا ہمارے پاس عمرو بن عثمان کے
لیے سوائے اِس کے کہ اُس کی ناک رگڑ دی جائے اور کچھ نہیں ہے۔

حضرت علیؑ نے فرمایا، اے محمدؔ! سُنو! حسنؑ فرزندِ رسولؐ اور تم میرے فرزند ہو

یومِ جمل، حضرت امیر المومنین علیہ السلام نے حضرت محمدؔ بن حنفیہؒ کو بُلایا
اُنھیں اپنا نیزہ دیا اور فرمایا کہ یہ نیزہ لو اور اُس اونٹ پر حملہ کرو۔

محمدؔ حنفیہؒ گئے مگر بنی ضبہ نے اُنھیں آگے نہ بڑھنے دیا۔ جب وہ اپنے پدرِ بزرگوار
کی خدمت میں واپس آئے تو امام حسن علیہ السلام نے اُن کے ہاتھ سے نیزہ لے لیا اور خود اُس
اونٹ پر حملہ کرنے کے لیے بڑھے، اور بڑھ کر اونٹ پر نیزے سے وار کردیا۔ پھر آپؑ اپنے
پدرِ بزرگوار کی خدمت میں آئے، آپؑ کے نیزے میں خون لگا ہوا تھا۔ یہ دیکھ کر محمدؔ بن حنفیہؒ
کا چہرہ شرمندگی سے متغیر ہوگیا۔

امیرالمومنین علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: (بیٹا!) بُرا ماننے یا شرمندہ ہونے کی بات نہیں، یہ تو فرزندِ رسولؐ ہیں اور تم میرے فرزند ہو۔ (مناقب ابنِ شہر آشوب)

(۱۸) مجھے فرزندِ فاطمہؑ نہیں بلکہ فرزندِ علیؑ کہو

ایک مرتبہ حضرت امام حسن علیہ السلام خانۂ کعبہ کے طواف میں مشغول تھے کسی نے آپؑ کو دیکھ کر کہا، یہ فرزندِ فاطمہ زہراؑ ہیں۔

یہ سُن کر آپؑ اُس کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: مجھے فرزندِ علیؑ ابنِ ابی طالبؑ کہو اس لیے کہ میرے پدرِ بزرگوار میری والدۂ گرامی سے افضل و بہتر ہیں۔

○ جنگِ صفین میں امام حسنؑ نے عبداللہ بن عمر کو کھری کھری سُنا دی:

جنگِ صفین کے موقع پر عبداللہ بن عمر نے حضرت امام حسنؑ کو آواز دے کر بلایا اور کہا کہ مجھے آپؑ سے کچھ بات کہنی ہے۔ امام حسنؑ صف سے باہر نکلے اور اُس کے پاس پہنچ گئے۔

اُس نے کہا، دیکھو! تمہارے والد کے لوگ دشمن ہیں اُن پر سبّ و شتم کرتے ہیں، اس لیے کہ اُن کا دامن خونِ عثمان سے آلودہ ہے، تم اُن کو خلافت سے ہٹا دو تو ہم سب لوگ تمہاری بیعت کرلیں گے۔

یہ سُن کر امام حسن علیہ السلام نے عبداللہ بن عمر کو ایسی ایسی سُنائی کہ وہ دم بخود ہو کر واپس پلٹ گیا۔

اس پر معاویہ نے کہا، یہ بھی تو اپنے باپ (علیؑ) ہی کا بیٹا ہے۔

(مناقب ابنِ شہر آشوب)

(۱۹) شَاهِدٍ وَّمَشْهُودٍ کی تفسیر

کمال الدین ابنِ طلحہ نے اپنی کتاب "کشف الغمہ" میں تحریر کیا ہے کہ:
ابوالحسن علی بن احمد واحدی نے اپنی تفسیر "الوسیط" میں اپنے اسناد کے ساتھ روایت کی

کہ ایک شخص کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں مسجدِ مدینہ میں داخل ہوا تو دیکھا کہ ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی احادیث بیان کررہا ہے اور لوگ اُس کے گرد بیٹھے ہوئے ہیں؛
میں نے اُس سے کہا، مجھے یہ بتائیے کہ قرآن مجید کی آیت "شَاهِدٍ وَّمَشْهُودٍ" (سورۃ البروج آیت ۳) سے کیا مراد ہے؟

اُس نے کہا کہ ہاں، شاھد سے مراد یومِ جمعہ ہے اور مشھود سے مراد یومِ عرفہ ہے
یہ سُن کر میں آگے بڑھا تو ایک دوسرا شخص بھی بیٹھا ہوا احادیثِ رسولؐ بیان کررہا تھا۔ میں نے اُس سے پوچھا کہ شَاهِدٍ وَّمَشْهُودٍ سے کیا مراد ہے؟

اُس نے کہا شاھد سے مراد یومِ جمعہ اور مشھود سے مراد یومِ نحر (قربانی) ہے
میں وہاں سے بھی آگے بڑھا تو دیکھا کہ ایک کمسن لڑکا جس کا چہرہ دینار کی طرح دمک رہا تھا، بیٹھا ہوا احادیثِ رسولؐ بیان کررہا تھا۔ میں نے اُس سے بھی پوچھا کہ شاھد ومشھود سے کیا مراد ہے؟

اُس نے کہا: ہاں، سنو! شاھد سے مراد محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں اور مشھود سے مراد یومِ قیامت ہے۔ کیا تم نے قرآن مجید کی یہ آیات نہیں سُنی ہیں۔
" يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ شَاهِدًا " (سورۃ الاحزاب آیت ۴۵)

اور دوسرے مقام پر قرآن مجید میں ہے:
" ذٰلِكَ يَوْمٌ مَّجْمُوعٌ لَّهُ النَّاسُ وَذٰلِكَ يَوْمٌ مَّشْهُودٌ "
(سورۂ ھود آیت ۱۰۳)

○ پھر میں نے لوگوں سے پوچھا، وہ پہلے صاحب کون ہیں؟
لوگوں نے کہا، وہ ابنِ عباس ہیں۔

○ میں نے پھر پوچھا، وہ دوسرے صاحب کون ہیں؟
لوگوں نے بتایا کہ وہ عبداللہ ابن عمر ہیں۔

○ اور یہ لڑکا کون ہے؟
لوگوں نے کہا، یہ حسنؑ ابنِ علی بن ابی طالبؑ ہیں۔
اور واقعہ یہ ہے کہ امام حسنؑ کا قول ہی احسن تھا۔

○

○ دنیا مومن کیلئے قید خانہ اور کافر کیلئے جنت ہے،

ایک روایت میں ہے کہ ایک مرتبہ حضرت امام حسن علیہ السلام غسل فرما کر اپنے بیت الشرف سے نکلے لباسِ فاخرہ زیبِ تن کیے ہوئے، پاکیزہ ہیئت، نورانی صورت حُسنِ ظاہر سے آراستہ، خوشبو سے معطر، چمکتا دمکتا چہرہ، از سرتا پا ظاہری و معنوی خوبی سے مکمل، اقبالمندی ہر طرح عیاں، گرد و پیش سے خوشحالی آشکار یعنی قضا و قدر کا یہ فیصلہ کہ خوش بختی ان کا وصفِ خاص ہے، غرضکہ اس شان سے اپنے تیز رفتار بغلے پر سوار ہو کر اور سائلین و ملاقاتیوں کی صفوں کے درمیان اس طرح روانہ ہوئے کہ اگر ان کو حضرت عبد مناف دیکھتے تو ان پر اتنا فخر و مباہات کرتے کہ سب (حاسدوں) کی ناک رگڑتے اور تفاخر کے دن ہزاروں کے مقابلے کے لیے انھیں رکھتے۔

آپؑ آگے بڑھے ہی تھے کہ میانِ راہ، یہودیوں کا ایک بوڑھا فقیر پھٹے پرانے کپڑے پہنے ہوئے سامنے آیا۔ بیمار، بُری حالت میں، افلاس کا مارا، لاغرِ محض، ہڈی سے چمڑا لگا ہوا، ضعف و ناتوانی سے قدم اُٹھانا دشوار، ایسی بُری حالت کہ جیسے اب دَم اب گھڑی، دھوپ سے سارا جسم جلا بُھنا جا رہا تھا۔ پا برہنہ، عذابِ جذام میں مبتلا، کثیر فاقوں کی وجہ سے پیٹ بالکل کمر سے لگا ہوا، اور کاندھے پر ایک گھڑا پانی سے بھرا ہوا۔

غرض ایسی حالت کہ جسے دیکھ کر سخت سے سخت دل انسان کو بھی ترس آجائے۔ اُس نے امام حسنؑ کو دیکھا تو بولا کہ ذرا ٹھہریئے فرزندِ رسولؐ اور انصاف کیجیے۔

آپؑ نے فرمایا، کس بات کا انصاف؟

اُس نے کہا آپؑ کے جد فرماتے ہیں کہ:

"اَلدُّنیَا سِجْنُ الْمُؤْمِنِ وَالْجَنَّۃُ الْکَافِر"

یعنی (دنیا مومن کے لیے قید خانہ ہے اور کافر کے لیے جنت ہے۔)

آپؑ مومن ہیں اور میں کافر ہوں۔ مگر میں تو یہ دیکھ رہا ہوں کہ دنیا آپؑ کے لیے جنت ہے آپؑ اس سے متنعم و لذت یاب ہو رہے ہیں اور میرے لیے یہ دنیا جہنم ہے اس کی مضرتوں نے مجھے ہلاک اور فقر و فاقے نے تباہ کر رکھا ہے۔

جب امام حسن علیہ السلام نے اس یہودی کی طعنوں سے بھری ہوئی گفتگو سُنی آپؑ نے برجستہ، بتائیدِ ایزدی اپنے خزانۂ علم و فہم سے اُس کا جواب اخذ کیا اور فرمایا:

سُن اے شیخ! دارِ آخرت میں اللہ تعالیٰ نے میرے لیے اور مومنین کے لیے وہ چیزیں مہیا فرمائی ہیں کہ جن کو نہ کسی آنکھ نے دیکھا ہے اور نہ کسی کان نے سُنا ہے، اگر تو اُن کو دیکھ لے تو تجھے معلوم ہو جائے کہ دارِ آخرت میں منتقل ہونے سے پہلے اس دنیا میں (جس حال میں تو مجھے دیکھ رہا ہے) رہنا واقعتاً میرے لیے قید خانے سے کم نہیں ہے۔ اور دارِ آخرت میں اللہ تعالیٰ نے تیرے لیے اور کافروں کے لیے جو عذابِ مقیم اور آتشِ جہنم فراہم کر رکھی ہے اگر تو اس کو دیکھ لے تو تیری سمجھ میں آجائے کہ دارِ آخرت میں پہنچنے سے پہلے یہ دُنیا (اور تیری یہ موجودہ حالت) تیرے لیے مقابلتاً جنت ہے۔ (کشف الغمۃ)

(۲۰) امام حسنؑ کا جُود و سخا:

صاحبِ کتاب "صفۃ الصفوۃ" نے اپنے اسناد کے ساتھ زید بن جدعان سے روایت کی ہے، اُن کا بیان ہے کہ: حضرت امام حسن علیہ السلام نے پچیس[۲۵] حج پا پیادہ کیے، حالانکہ سواریاں آپؑ کے ہمراہ ہوتی تھیں۔

آپؑ کے جود و سخا کے متعلق وہ روایت بھی ہے جو سعید بن عبدالعزیز نے کی ہے۔ اُس کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ حضرت امام حسن علیہ السلام نے ایک شخص کو سُنا کہ وہ دعا مانگ رہا ہے کہ پروردگارا! اُسے کہیں سے دس ہزار درہم دلا دیے۔

یہ سُن کر آپؑ گھر آئے اور اس کے پاس دس ہزار درہم بھیج دیے۔

- نیز ایک روایت یہ بھی ہے کہ حضرت امام حسن علیہ السلام کے پاس ایک سائل آیا اور آپؑ سے اپنی حاجت پیش کی۔

آپؑ نے فرمایا: اے شخص! واقعتاً تمھاری حاجت میرے نزدیک بیحد اہم ہے اور ہم خوب جانتے ہیں کہ تمھیں اس سلسلے میں کتنے درہم و دینار کی ضرورت ہے، مگر ممکن ہے کہ میں تمھاری ضرورت کے مطابق نہ دے سکوں۔ ویسے تو راہِ خدا میں کثیر رقم کا دینا بھی قلیل ہی ہے تاہم جو کچھ میں تمھیں دے سکتا ہوں بس اسی کو قبول کر لو تو بہتر ہے۔

اُس نے عرض کی، فرزندِ رسولؐ! میں آپؑ کی عطا کردہ قلیل رقم لیکر بھی آپؑ کا بیحد شکر گذار ہوں گا۔ اور سمجھوں گا کہ آپؑ نے مالِ کثیر عطا فرما دیا ہے۔

آپؑ نے اپنے منشی و محتسب کو بُلا کر اپنے اخراجات و مصارف کا حساب کرایا اور فرمایا کہ ان تین لاکھ درہموں میں جو خرچ سے فاضل ہے وہ لے آؤ۔

انسان کے مقابلے میں فاقد الشعور ہیں لیکن خود اپنے دائرے
میں ایک طرح کے شعور و ادراک سے بہرہ مند ہیں؟"

یہ وہی بات ہے جس کا قرآن بار بار ذکر کرتا ہے۔ کبھی وہ کہتا ہے کوئی موجود مخلوق ایسی نہیں ہے جو اپنے پروردگار کی تسبیح نہ کرتی ہو لیکن تمھیں ان کی تسبیح کا ادراک نہیں ہے۔

قرآن ایک اور بات کہتا ہے وہ یہ ہے کہ دنیا کیا آخرت میں تبدیل ہوجائے گی۔ اس وقت اس کی تمام موجودات پر ان کی زندگی کا دوسرا رُخ ظاہر ہوجائے گا۔

" اِنَّ الدَّارَ الْاٰخِرَةَ لَهِیَ الْحَیَوَانُ "

پردہ اٹھتے ہی آخرت کی دوسری زندگی ظاہر ہوگی تو انھیں یہ احساس ہوگا کہ یہ اسی بڑے زلزلے کا نتیجہ ہے جو دنیا میں آیا تھا۔ ٹھیک رحمِ مادر میں موجود اس بچے کی طرح جو دنیا میں قدم رکھتا ہے۔

جب انسان زلزلہ قیامت کے نتیجے میں اس دوسری دنیا میں قدم رکھے گا تو وہاں انسان یہ محسوس کرے گا کہ تمام ذراتِ عالم، زندگی، شعور اور ادراک کے حامل ہیں۔

" وَاَخْرَجَتِ الْاَرْضُ اَثْقَالَهَا "

یعنی زمین اپنے قیمتی دفینوں کو باہر نکال کر ڈال دیگی۔"

ان تمام انسانوں کو جو اس کے سینے میں دفن ہیں یہ انسان زمین کے قیمتی دفینے ہیں تنہا یہ انسان ہی زمین کے قیمتی دفینے نہیں بلکہ سونا، چاندی، معدنیات اور تیل بھی اس میں شامل ہیں بلکہ ان تمام چیزوں کو زمین اگل دے گی جو اس دنیا سے تعلق رکھتی ہیں۔

" وَقَالَ الْاِنْسَانُ مَالَهَا "

یعنی انسان! (نوعِ بشر) جسے قیامت کے زلزلے سے سابقہ پڑچکا ہے اسے ابھی پوری طرح احساس نہیں ہوا ہے کہ یہ کیا انقلاب آچکا ہے اور وہ بڑی حیرت سے کہتا ہے۔

" اس زمین کو کیا ہوگیا؟!"

" یَوْمَئِذٍ تُحَدِّثُ اَخْبَارَهَا "

" یعنی اس دن زمین اپنی سرگزشت بیان کرے گی۔"

لاکھوں کروڑوں سال کی اپنی طویل زندگی کی سرگزشت۔

" بِاَنَّ رَبَّكَ اَوْحٰی لَهَا "

" کیونکہ تیرے رب نے اسے ایسا کرنے کے لیے وحی کی ہوگی۔"

مولوی کبھی بڑے عجیب طریقے پر اس بارے میں گفتگو کرتے ہیں جس کی مثال بہت کم ملتی ہے وہ تفسیر آدم کے عنوان کے تحت کہتے ہیں:

عالم افسردہ ست، نام او جماد
جامد افسردہ بود ای اوستاد
باش تا کری بہ حشر آید عیان
تا ببینی جنبشِ جسمِ جہان

مولوی نے جنبشِ جسمِ جہاں کہہ کر اسی زلزلہ قیامت کی طرف اشارہ کیا ہے بعد میں وہ کہتے ہیں تو اس وقت مردہ کو مردہ خیال نہ کر۔ تو نہیں سمجھتا۔ تجھے اس کا ادراک نہیں، اس وقت تو صرف اس کا مردہ چہرہ تیری جانب ہے بعد میں مولوی کہتے ہیں:

حضرت
امام جعفر صادق علیہ السلام
نے فرمایا:

قرآن زندہ ہے ——،
ختم نہیں ہوا —— اسی طرح جاری و ساری ہے
جیسے دن —— رات اور ——
چاند، سورج،
یہ ہمارے بعد آنے والوں پر بھی اسی طرح ——
منطبق ہوتا ہے ——؛
جیسے —— ہم سے پہلوں پر۔

عصر

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ
وَالْعَصْرِ ۝ إِنَّ الْإِنْسَانَ لَفِيْ خُسْرٍ ۝ إِلَّا الَّذِيْنَ آمَنُوْا
وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ ۝ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ ۝

ہماری گفتگو کا موضوع سورۂ مبارکہ 'عصر' ہے۔ یہ ایک چھوٹی سی دو سطر کی سورۃ ہے۔

قرآن میں تین بہت چھوٹی سورتیں ہیں۔ سورۂ کوثر، سورۂ توحید (اخلاص) اور عصر۔ 'والعصر' میں کل تین آیتیں ہیں لیکن یہ ایک ایسی سورۃ ہے کہ اس کے مضامین پر پوری ایک کتاب لکھی جاسکتی ہے۔ اس کی بنیادی باتیں میں آپ کی خدمت میں پیش کروں گا۔

یہ سورۃ ان سورتوں میں سے ہے جن کا آغاز قسم سے ہوتا ہے۔

اور نقصان کی دونوں طرح کی باتیں آگئیں، اور اگر اللہ کی طرف سے اتمام نعمت و ہدایت فرض نہ ہوتا تو پدر بزرگوار کی وفات کے بعد تم لوگ نہ میرا کوئی خط دیکھتے نہ مجھ سے کوئی ایک حرف سنتے۔

درحقیقت تم لوگ اپنے معاد سے غافل ہو۔ میرا دوسرا فرستادہ تم لوگوں کے پاس گیا، پھر میں نے ابراہیم بن عبدہ کو مقرر کیا اور اس کا خط محمد بن موسیٰ نیشاپوری کی معرفت تم لوگوں تک پہونچایا۔ اور اللہ ہر حال میں مددگار ہے مگر میں دیکھ رہا ہوں کہ تم لوگ زیادتی کر رہے ہو خیر تم لوگ خود گھاٹے میں رہوگے۔

جو شخص اللہ کی اطاعت سے منھ موڑے گا، اُس کے اولیاء کی نصیحتوں کو نہ سُنے گا وہ رحمتِ خدا سے دور اور بہت دور ہوگا۔ اللہ تعالیٰ نے تم لوگوں کو حکم دیا ہے کہ "اللہ وحدہٗ لاشریک لہٗ کی اطاعت کرو، اُس کے رسولؐ کی اطاعت کرو اور اولی الامر کی اطاعت کرو۔"

اللہ تم لوگوں کے ضعف اور بے صبری پر رحم کرے، تم لوگوں کے حق میں میری دعا قبول کرے، میرے ہاتھوں تمہارے امور کی اصلاح کرے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

يَوْمَ نَدْعُوا كُلَّ أُنَاسٍ بِإِمَامِهِمْ (سورۂ الاسرا آیت ۷۱)

ترجمہ: (روزِ قیامت ہم ہر شخص کو اس کے امام کے ساتھ بلائیں گے۔)

اور یہ بھی ارشاد فرمایا ہے:

"جَعَلْنٰكُمْ أُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ وَ يَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا" (سورۃ البقرۃ آیت ۱۴۳)

ترجمہ: (تم لوگوں کو ہم نے ایک درمیانی اُمت قرار دیا ہے تاکہ تم لوگ انسانوں کے اعمال کے شاہد ہو اور رسولؐ تم لوگوں کے اعمال کا شاہد بنے۔)

نیز یہ بھی فرماتا ہے:

"كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ" (سورہ آلِ عمران آیت ۱۱۰)

ترجمہ: (تم بہترین اُمّت ہو، جو اس لیے پیدا کیے گئے ہو کہ لوگوں کو نیکی کا حکم دو اور برائی سے منع کرو۔)

لہٰذا میں تو یہی چاہوں گا کہ قیامت کے دن جب اللہ مجھے بلائے اور میرے ساتھ میرے اہلِ زمانہ میں سے جس کو بلائے تو یہ دیکھ لے کہ میرا اس سے کتنا تعلقِ خاطر تھا، اور اس کو ہمارے ساتھ دنیا و آخرت میں رہنے کی کتنی آرزو و تمنا تھی۔

...ئل میں فاطمہ زہراؑ کی کیفیت

...ن اسود کندی سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ امام حسنؑ و امام حسینؑ ... تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اُن کو تلاش کرنے کے لیے چل دیے۔

...نا حسین سبط من الاسباط"

...سے ہے اور میں اس سے ہوں، اللہ اُس شخص کو دوست ... جو حسینؑ کو دوست رکھتا ہے۔ حسینؑ اسباط میں سے ایک سبط ہے)

(کامل الزیارت)

...پاکؑ کی محبت کا اجر

...جعفر صادق نے اپنے بھائی امام موسیٰؑ بن امام جعفر صادقؑ سے روایت کی ہے ...صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے امام حسنؑ و امام حسینؑ کے ہاتھ پکڑے اور

...ن احبّ هٰذين الغلامين و اباهما و اُمهما ...معي في درجتي يوم القيٰمة۔"

...دونوں بچوں سے اِن دونوں کے باپ سے اور اِن کی ماں سے ...کرے گا وہ قیامت کے دن میرے ساتھ میرے درجے میں ہوگا۔)

(کامل الزیارت)

...ن کیلئے حلّۂ جنّت کا آنا

...بعض اصحاب نے تحریر کیا ہے کہ ہشام بن عروہ نے حضرت اُمِّ سلمہ ...ن کا بیان ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو دیکھا کہ ...کو ایک ایسا حُلّہ پہنا رہے ہیں جو دنیاوی حُلّہ نہیں ہے۔ میں نے ...! یہ حُلّہ کہاں سے آیا ہے؟

...نے فرمایا، یہ میرے رب نے حسینؑ کے لیے بطور تحفہ بھیجا ہے جس ...کے بازوؤں کے روؤں سے تیار کیا گیا ہے۔ اِسے حسینؑ کو پہنا کر آراستہ ...ت ہے اور میں حسینؑ سے محبت کرتا ہوں۔

(بحار الانوار)

① تاریخِ وفات

مصباح میں مرقوم ہے کہ حضرت ابو محمد امام حسن عسکری علیہ السلام کی وفات یکم ربیع الاوّل کو ہوئی اور اسی روز سے حضرت امام قائم آلِ محمدؑ کا دورِ امامت شروع ہوا۔
(کافی جلد ۱ ص ۵۰۳)

دیگر • محمد بن جریر طبری نے کتاب التعریف میں اور محمد بن ہارون تلعکبری و حسین بن حمدان خلیب نے، نیز شیخ مفید علیہ الرحمہ نے اپنی کتاب مولد النبیؐ والاوصیاء میں، شیخ نے تہذیب میں، حسین بن خزیمہ و نصر بن علی جہضمی نے کتاب الموالید میں اسی طرح خشاب نے اپنی کتاب موالید میں، اور ابن شہر آشوب نے اپنی کتاب الموالید میں تحریر کیا ہے کہ: حضرت امام حسن عسکری کی وفات ۸ ربیع الاول کو ہوئی۔
(اقبال الاعمال)

دیگر • کتاب الدروس میں مرقوم ہے کہ حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام نے بروز یکشنبہ سُرمن رائے میں وفات پائی اور شیخ مفید علیہ الرحمہ کا قول ہے کہ آپؑ کی وفات ۸ ربیع الاول بروز جمعہ ۲۶۰ھ میں ہوئی۔
(کتاب الدروس)

دیگر • کتاب کافی میں مرقوم ہے کہ حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام کی وفات ۸ ماہِ ربیع الاول ۲۶۰ھ میں ہوئی، اور اس وقت آپؑ کی عمر ۲۸ سال تھی۔ آپؑ سُرمن رائے کے اندر اپنے گھر میں اپنے پدر بزرگوار کے پہلو میں دفن ہوئے۔
(کافی جلد ۱ ص ۵۰۳)

دیگر • روضۃ الواعظین میں بھی اسی کے مثل روایت ہے۔ نیز یہ ہے کہ آپ کا عہدِ امامت چھ سال رہا۔ یکم ماہِ ربیع الاوّل کو بیمار ہوئے اور بروزِ جمعہ انتقال فرمایا۔
(روضۃ الواعظین)

دیگر • مصباح کفعمی میں مرقوم ہے کہ آپؑ نے یکم ربیع الاوّل میں وفات پائی، اور ایک دوسرے مقام پر ہے کہ ۸ ربیع الاول بروز جمعہ وفات پائی (معتمد نے زہر سے شہید کیا)۔

دیگر • عیون المعجزات میں احمد بن اسحاق بن مصقلہ سے روایت ہے ... ایک مرتبہ میں حضرت ابو محمد امام حسن عسکری علیہ السلام کی خدمت ... آپؑ نے مجھ سے فرمایا: اے احمد! اُس وقت تم لوگوں کا کیا حال ... شک و ریب میں مبتلا ہوں گے؟
میں نے عرض کیا کہ جب بذریعہ خط حضرت (امام قائمؑ) کی ... وقت ہمارے مردوں، عورتوں اور بالغ الفہم لڑکوں میں کوئی ایسا نہ تھا جو حق ک...
آپؑ نے فرمایا: ٹھیک ہے۔ کیا تم لوگوں کو نہیں معلوم کہ زمین کبھی حجت ...
پھر حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام نے ۲۵۹ھ میں اپنی ... بھیجا اور انھیں بتا دیا کہ ۲۶۰ھ میں کیا ہونے والا ہے۔ پھر آپؑ نے اسمِ اعـ... اور سلاح وغیرہ سب حضرت امام قائم علیہ السلام کے سپرد فرمائے، اور آپ... روانہ ہوگئیں۔ آپؑ نے ماہِ ربیع الآخر ۲۶۰ھ میں وفات پائی اور سُرمن ... کے پہلو میں دفن کیے گئے۔ وقتِ وفات آپؑ کی عمر ۲۹ سال تھی۔ (...

② اپنی والدۂ گرامی کو اپنی موت کی اطلاع

حضرت ابو محمد امام حسن عسکری علیہ السلام کی والدۂ گرامی سے روایت ہے کہ ایک دن میرے فرزند ابو محمد نے مجھے بتایا کہ ۲۶۰ھ میں مجھ پر ایک ... ڈر ہے کہ وہ میرا خاتمہ نہ کردے۔ اگر اس سے بچ گیا تو پھر ۲۷۰ھ میں تو یقینی ...
اُن کا بیان ہے کہ یہ سن کر میں نے گریہ وزاری شروع کردی۔
آپؑ نے فرمایا: گریہ وزاری نہ کریں، یہ امرِ الٰہی وقوع پذیر ہو کر ...
جب ماہِ صفر کے بعد بھی امام علیہ السلام نہ آئے تو وہ بیحد مضـ... چین تھا نہ بیٹھے سکون۔ جبل کی آبادیوں میں جاتی تھیں اور پوچھتی تھیں کہ میر... اطلاع تو نہیں آئی؟
اُن کا یہ سلسلہ امام علیہ السلام کی وفات کی اطلاع ملنے تک جا...

③ جعفر بن علی النقی اور عہدۂ امامت کی بے سود سعی

حضرت امام ابو محمد حسن عسکری علیہ السلام ماہِ ربیع الاوّل ...

میں بیمار ہوئے اور اسی سن میں اسی مہینے کی آٹھ تاریخ بروز جمعہ وفات پائی۔ وقتِ وفات آپؑ کی عمر اٹھائیس سال کی تھی اور شہر من رائے کے اندر اسی گھر میں دفن کیے گئے جس میں آپؑ کے پدرِ بزرگوار مدفون ہیں۔

آپؑ نے اپنے بعد اپنے فرزند امام قائمؑ المنتظر کو حکومتِ حق کے قیام کے لیے چھوڑا۔

امام قائمؑ المنتظر کی ولادت اور ان کے معاملات کو پوشیدہ رکھا گیا' اس لیے کہ زمانہ بہت سخت آگیا تھا۔ بادشاہِ وقت کو آپؑ کی بڑی شدت سے تلاش تھی۔ وہ آپؑ کے معاملے کو معلوم کرنے کی شدید جدوجہد کر رہا تھا کیونکہ مذہبِ شیعہ میں آپؑ کے متعلق بہت سی روایات مشہور تھیں اور وہ لوگ آپؑ کے انتظار میں زندگی بسر کر رہے تھے۔ اس لیے حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام نے اپنی زندگی بھر ان کی ولادت کو پوشیدہ رکھا اور آپؑ کی وفات کے بعد یہ امر عوام سے پوشیدہ ہی رہا۔

پھر جعفر بن امام علی النقیؑ اپنے بھائی حضرت ابو محمد امام حسن عسکری علیہ السلام کے تمام ترکے پر قابض ہو گیا۔ ان کی ساری کنیزوں کو محبوس کرنے کی اور ان کے حلائل پر بندش لگانے کی سعی کی اور ان کے اصحاب پر جو ان کے فرزند (امام عصرؑ) کے انتظار میں تھے اور ان کے وجود اور ان کی امامت کا قطعی یقین رکھتے تھے، طعن و تشنیع کی، ان کے خلاف قوم کو بھڑکایا' انھیں ڈرایا' دھمکایا اور اس کی پاداش میں انھیں قید و بند' تہدید و تحقیر' استخفاف و تذلیل' غرض ہر طرح کے مصائب برداشت کرنے پڑے، مگر وہ لوگ اپنے اس اعتقاد سے باز نہ آئے اور بادشاہِ وقت ان کو اس سے روکنے میں قطعی ناکام رہا۔

جعفر بن امام علی النقیؑ نے اپنے بھائی کے ظاہری ترکے پر قبضہ کرنے کے بعد بڑی کوشش کی کہ ان کی جگہ اب امام مجھے تسلیم کر لیا جائے، مگر اس کی امامت کسی نے قبول نہ کی۔ جب اس کی امامت کا کوئی معتقد نہ ہو سکا تو مجبوراً سلطانِ وقت کے پاس پہونچا اور اس سے درخواست کی کہ میرے بھائی کے بعد آپ مجھے ان کا عہدۂ امامت سپرد کر دیں۔

اس کام کے لیے بڑی بڑی رقمیں خرچ کیں، جن لوگوں کے لیے گمان ہوا کہ یہ سلطان کے مقربین میں سے ہیں انھیں ہموار کرنے کی کوشش کی۔ مگر کوئی فائدہ نہ ہوا۔

جعفر بن امام علی النقیؑ کے متعلق اس قسم کی بہت سی روایات ہیں جن کی تفصیل یہ کتاب برداشت نہ کر سکے گی، اس لیے چھوڑتا ہوں۔ وہ روایاتِ امامیہ اور عامہ میں سے ان میں جنھیں تاریخ سے دلچسپی ہے بہت مشہور ہیں۔

(الارشاد شیخ مفیدؒ ص ۳۲۵)

(۴) — امامِ عصرؑ نے آپؑ کی نمازِ جنازہ پڑھائی

ابوالادیان —
ان کا بیان ہے کہ میں حضرت امام حسن عسکری بن علیؑ بن محمدؑ بن علیؑ بن موسٰی بن [illegible]
الحسینؑ بن علیؑ بن ابی طالب علیہ السلام کا خدمتگار رہا۔ آپؑ کے خطوط شہروں [illegible]
چنانچہ آپؑ کی اس بیماری کے عالم میں جس کے اندر آپؑ نے انتق[illegible]
حاضرِ خدمت ہوا۔

آپؑ نے کئی خطوط تحریر فرما کر میرے سپرد کیے اور فرمایا' ا[illegible]
تم یہاں سے پندرہ دن غائب رہو گے، مگر جب پندرہویں دن یہاں واپس آ[illegible]
گھر سے گریہ و زاری کی آواز بلند ہے اور میں تختۂ غسل پر ہوں۔

ابوالادیان کا بیان ہے کہ میں نے عرض کیا آقا! اگر ایسا ہو[illegible]
(امام) کون ہوگا؟

آپؑ نے فرمایا' وہ ہوگا جو میرے ان خطوط کا جواب تم سے طل[illegible]
میں نے عرض کیا' کچھ اور وضاحت فرمائیں۔
آپؑ نے فرمایا' میرے بعد وہ امام ہوگا جو میری نمازِ جنازہ پڑھا[illegible]
میں نے عرض کیا' کچھ مزید وضاحت فرمائیں۔
آپؑ نے فرمایا' میرے بعد وہ شخص امام ہوگا جو بتائے گا کہ تھیلی [illegible]
اس کے بعد آپؑ کی ہیبت و رعب کی وجہ سے یہ نہ پوچھ سکا کہ [illegible]
گی؟ میں تمام خطوط لیکر مدائن پہونچا' وہاں سے ان خطوط کے جوابات لیک[illegible]
سُرّ من رائے واپس آیا' تو وہی دیکھا جو آپؑ نے فرمایا تھا۔ یعنی آپؑ کے گھر سے [illegible]
آوازیں بلند تھیں۔ اور آپؑ کے بھائی جعفر گھر کے دروازے پر بیٹھے ہوئے تھے اور [illegible]
رسمِ تعزیت کے لیے جمع تھے۔

جب ہم سب گھر کے اندر پہونچے تو دیکھا کہ حضرت امام حسن عسکری [illegible]
میت کو کفن پہنایا جا چکا ہے۔ جعفر آگے بڑھے کہ اپنے بھائی کی نمازِ جنازہ پڑھا[illegible]
انھوں نے تکبیر کہنے کا ارادہ کیا' ویسے ہی اندر سے ایک کمسن صاحبزادے برآمد [illegible]
گندمی' سر پر گھنگھر والے بال' کھڑکی نما دانت تھے' انھوں نے آ کر جعفر بن امام علی النقیؑ کا [illegible]

مدِمقابل ہو گئے ہیں تو خوفزدہ ہوا کہ کہیں کوئی بڑی مصیبت نہ آجائے فوراً بولا کہ: مجھے اِس باغ کے متعلق ذاتی علم ہے۔

لوگوں نے کہا: بتاؤ تمھیں اس کے بارے میں کیا علم ہے اور ہم اس فیصلے پر را

معاویہ نے کہا: میں گواہی دیتا ہوں کہ یہ باغ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم اُسامہ بن زید کو عطا فرما دیا تھا۔ لہٰذا اے اُسامہ! اُٹھو اور اس باغ کو اپنے قبضے میں لے لو اللہ تمھیں مبارک کرے۔

یہ سُن کر اُسامہ اور بنی ہاشم اُٹھے اور اُنھوں نے معاویہ سے کہا: اللہ تمھیں جزائے خیر سے نوازے۔

جب وہ لوگ چلے گئے تو عمرو بن عثمان نے کہا: ہم لوگ تو تمھیں اس فیصلے پر خیر کی دعا نہ دیں گے۔ تم نے تو عزیزداری کا پاس بھی نہ کیا اور جھٹلایا، ہماری حجتیں ختم کر دیں اور ہمارے دشمنوں کو شماتت وطعنہ زنی کا موقع دیا۔

معاویہ نے کہا: وائے ہو تجھ پر اے عمرو بن عثمان! جب میں نے بنی ہاشم کے جوانوں کو دیکھا کہ وہ میدان میں اُتر آئے تو مجھے محسوس ہوا کہ اُن کی آنکھیں جنگِ صفّین کی طرح مجھے گھور رہی ہیں۔ یہ دیکھ کر میری عقل خبط ہو گئی اور اے ابنِ عثمان! میں نے سمجھا کہ اب خیر نہیں ہے۔ اِن لوگوں نے تیرے باپ کا جو حشر کیا وہ مجھے معلوم ہے اور اب میری بھی جان لینے کے درپے تھے، بڑی مشکل سے میں نے جان بچانے کے لیے یہ ترکیب استعمال کی اور جان بچائی۔ اب تم واپس جاؤ میں انشاء اللہ تم کو اس باغ سے بہتر کوئی اور چیز دیدوں گا

(امالی شیخ مفید علیہ الرحمہ)

• ابنِ ابی الحدید معتزلی کا بیان ہے کہ ابو جعفر محمد بن حبیب نے امالی میں ابن ... سے روایت کی ہے کہ عام الجماعت کے بعد ایک مرتبہ امام حسن علیہ السّلام معاویہ کے پاس گئے، وہ لوگوں کے مجمع میں تنگ جگہ پر بیٹھا ہوا تھا اس لیے آپؑ اُس کے پاؤں کے پاس بیٹھ گئے۔ معاویہ نے اِدھر اُدھر کی باتیں کرنے کے بعد کہا: عائشہ پر بڑا تعجب ہے کہ وہ سمجھتی تھیں کہ میں اِس خلافت کا اہل نہیں ہوں اور جس مقام پر میں ہوں کا مجھے حق نہیں تھا، مگر اللہ اُن کی مغفرت کرے بھلا اس سے ان کو کیا سروکار تھا۔ ان میں تو میرا جھگڑا ان کے باپ سے تھا (جو یہاں بیٹھے ہوئے ہیں) مگر اللہ نے مجھے ان سے حق دلا دیا۔

امام حسن علیہ السّلام نے فرمایا: اور ایک اس سے بھی زیادہ تعجب خیز

اے معاویہ!

اُس نے کہا: بخدا بتاؤ وہ کیا ہے؟

آپؑ نے فرمایا: میں بتاؤں کہ اِس سے بھی زیادہ تعجب خیز بات کیا ہے؟

اُس نے کہا: ہاں ہاں بتاؤ وہ کیا ہے؟

آپؑ نے فرمایا: کہ اس سے بھی تعجب خیز بات یہ ہے کہ تُو صدرِ مجلس میں بیٹھا ہوا ہے اور میں تیرے پاؤں کے پاس بیٹھا ہوا ہوں۔

یہ سُن کر معاویہ زور سے ہنسا اور بولا: یا ابنِ اخی! مجھے خبر ملی ہے کہ تم پر قرض ہو گیا ہے

آپؑ نے فرمایا: ہاں قرض تو ہے۔

پوچھا، کتنا قرض ہے؟

فرمایا: ایک لاکھ۔

معاویہ نے کہا: اچھا، میں نے تمھیں تین لاکھ دینے کا حکم دیا۔ ایک لاکھ سے اپنا قرض ادا کر دینا، ایک لاکھ اپنے اہلِ بیت میں تقسیم کر دینا اور ایک لاکھ خود اپنے مصرف میں لینا اب جاؤ اور یہ رقم وصول کر لو۔

جب امام حسن علیہ السّلام وہاں سے نکل کر آگئے تو یزید بن معاویہ نے اپنے باپ معاویہ سے کہا: خدا کی قسم جیسا آپ نے ان کا استقبال کیا ویسا استقبال کسی کا کرتے ہوئے تو میں نے آپ کو نہیں دیکھا۔ پھر آپ نے ان کو تین لاکھ کا حکم بھی دے دیا۔

معاویہ نے کہا: اے فرزند! دراصل یہ سارا حق تو انہی لوگوں کا ہے۔ لہٰذا، ان میں سے جو آئے اُس کی خاطر کرو۔

(شرح نہج البلاغہ ابنِ ابی الحدید معتزلی)

(نوٹ)

اور اسی کے ذیل میں سبطِ ابنِ جوزی نے "تذکرۃ الخواص" میں یہ واقعہ لکھا ہے کہ:

محمد بن اسحاق کا بیان ہے کہ جس زمانے میں مروان بن الحکم لعنؑ والیٔ مدینہ تھا اس نے اپنا ایک پیغام رساں امام حسن علیہ السّلام کے پاس بھیجا اور اُس سے کہا کہ جا کر امام حسنؑ سے کہہ دو کہ تمھارے باپ نے مسلمانوں کی جماعت میں تفرقہ ڈالا اور امیر المومنین کو قتل کیا (یعنی عثمان کو قتل کیا) علماء اور زہّاد یعنی خوارج کو نیست و نابود کیا اور تم اپنے پر نہیں دوسرے پر فخر کرتے ہو۔ تمھاری مثال یہ ہے کہ خچر سے پوچھا گیا کہ تیرا باپ کون ہے؟ تو اُس نے کہا: میرا بھائی گھوڑا ہے۔

پیغام رساں یہ پیغام لے کر امام حسن علیہ السّلام کے پاس پہنچا اور بولا:

اے ابو محمدؑ! میں آپؑ کے پاس ایک ایسے شخص کا پیغام لایا ہوں جس کے اقتدار
جس کی تلوار سے خوف آتا ہے، اگر وہ پیغام آپؑ سُننا پسند نہ کریں تو میں نہ بیان کر
اور اپنی جان آپؑ پر نچھاور کردوں؟
امام حسن علیہ السلام نے فرمایا: نہیں (تُو نہ گھبرا) اللہ میرا مددگار ہے۔ بتا کیا پیغ
قاصد نے پیغام پہنچایا، تو آپؑ نے کہا کہ: مروان سے جاکر کہہ دو کہ اگر تُو سچا ہے تو
تجھے اس کی جزائے خیر دے گا، اور اگر تو جھوٹا ہے تو اللہ تجھ سے اس کا انتقام لے گا
پیغامبر یہ جواب لیکر واپس چلا تو امام حسین علیہ السلام سے ملاقات ہوگئی۔
آپؑ نے پوچھا کہاں سے آرہے ہو؟
اُس نے کہا: آپؑ کے بھائی امام حسنؑ کے پاس سے۔
آپؑ نے پوچھا کیا کام تھا؟
اُس نے کہا مروان کا ایک پیغام لیکر آیا تھا۔
آپؑ نے پوچھا، وہ پیغام کیا تھا۔؟
اُس نے کہا، میں آپؑ کو نہیں بتاؤں گا۔
آپؑ نے فرمایا: تجھے بتانا پڑے گا۔ ورنہ میں تیری جان لے لوں گا۔
یہ آواز سن کر امام حسن علیہ السلام باہر نکل آئے اور کہا، بھائی! اسے چھوڑ دو۔
امام حسین علیہ السلام نے کہا: واللہ، میں اسے نہ چھوڑوں گا، جبتک وہ پیغام
پیغامبر نے مجبوراً وہ پیغام سُنایا۔
امام حسین علیہ السلام نے کہا: جاکر مروان سے کہہ دینا کہ حسینؑ ابنِ فاطمہؑ نے کہا
کہ اے اُس زرقاء کے فرزند! جو ذی مجاذ کے بازار میں اپنی طرف مردوں کو دعوت
تھی اور عکاظ کے بازار میں اپنے طوائف ہونے کی نشانی کے لیے جھنڈی نصب کیے
اے اُس کے فرزند! جس کو رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے شہر بدر کر دیا تھا
پر لعنت کی تھی میں خوب جانتا ہوں کہ تُو کون ہے، تیری ماں کون تھی اور تیرا باپ
الغرض وہ پیغامبر امام حسنؑ اور امام حسینؑ کا یہ جواب لیکر مروان کے پاس آیا
دونوں کا جواب سُنایا تو مروان نے کہا: ابھی واپس جاؤ اور حسنؑ سے کہنا کہ
"میں گواہی دیتا ہوں کہ تم رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے فرزند ہو اور حسینؑ
کہنا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ تم علیؑ ابنِ ابی طالبؑ کے فرزند ہو۔" (اصمعی کا بیان ہے کہ

ا اس کا نام اُمیّہ تھا اُم حبیل زرقاء سے مشہور تھی ایّام جاہلیت میں طوائف تھی اس کے گھر پر جھنڈی نصب تھی مروان کے باپ کا پتہ نہ چلا مگر حکم کی طرف منسوب

(۱) آپؑ کا ایک پُرمزاح دوست

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام ابنِ امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت ہے:
آپؑ نے فرمایا: حضرت امام حسن علیہ السلام کا ایک دوست قدرے پُرمزاح اور آپؑ سے کچھ کھُلا ڈُھلا بھی تھا جس کو چند دنوں آپؑ کی خدمت میں حاضر ہونے میں تاخیر ہوئی۔ ایک دن جب وہ آیا تو آپؑ نے اُس کی خیریت دریافت کی اور پوچھا: کہو کس حال میں بسر ہوئی ؟

اُس نے عرض کیا: فرزندِ رسولؐ! میری عمر میری مرضی، اللہ کی مرضی اور شیطانِ لعین کی مرضی کے خلاف بسر ہوئی۔

یہ سُن کر آپؑ مسکرائے اور فرمایا: یہ کیسے ؟

اُس نے عرض کیا: اس طرح کہ اللہ کی مرضی یہ ہے کہ میں اُس کی اطاعت کروں، اُس کی نافرمانی نہ کروں، مگر ایسا نہ ہو سکا۔ شیطانؔ کی مرضی یہ ہے کہ میں اللہ کی نافرمانی کروں، اللہ کی اطاعت نہ کروں، مگر یہ بھی نہیں کیا۔ میری مرضی یہ ہے کہ مجھے کبھی موت نہ آئے، مگر یہ بھی نہیں ہو سکتا۔

یہ سن کر مجلس سے ایک شخص اُٹھا اور اُس نے عرض کی: فرزندِ رسولؐ! کیا وجہ ہے کہ ہم لوگ موت سے کراہت کرتے ہیں اُسے پسند نہیں کرتے ؟

آپؑ نے فرمایا: اس لیے کہ تم لوگوں نے اپنی آخرت کو ویران اور اپنی دنیا کو آباد کر رکھا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ تم لوگوں کو آبادی چھوڑ کر ویرانے میں جانا پسند نہیں آتا۔

(معانی الاخبار شیخ صدوقؒ باب نوادر نمبر ۲۱ صفحہ ۳۸۹)

(۲) آپؑ کے اصحاب

اصحابِ امام حسن علیہ السلام میں سے چند کے نام یہ ہیں:
(۱) عبداللہؓ ابن جعفرؓ طیارؓ (۲) مسلم بن عقیلؓ (۳) عبداللہ ابن عباس۔

(۴) حبابہ بنت جعفر الوالبیہ، (۵) حذیفہ بن اسید۔ (۶) جارود بن ابی بشر۔ (۷) ...
بن منذر۔ (۸) قیس بن اشعث بن سوّاد۔ (۹) سفیان ابن ابی لیلی ہمدانی۔ (۱۰) عمر
قیس مشرقی۔ (۱۱) ابوصالح کیسان بن کلیب۔ (۱۲) ابومخنف لوط بن یحییٰ ازدی۔ (۱۳)
مسلم لبطین۔ (۱۴) ابورزین مسعود بن ابی وائل۔ (۱۵) ہلال بن یساف (۱۶) ابواسما
بن کلیب سبیعی۔

نیز ان کے علاوہ آپؑ کے وہ اصحاب جو آپؑ کے پدر بزرگوار کے خواص میں شامل تھے، مندرجہ ذیل ہیں:

حجر، رشید، رفاعہ، کمیل، مسیب، قیس، ابن وائلہ، ابن حمق، ابن ... ابن صرد، ابن عقلہ، جابر، دولی، حبّہ، عبایہ، جعید، سلیم، حبیب، اخن... اصبغ، اعور اور ان کے علاوہ بے شمار اصحاب تھے۔

(مناقب جلد۴ ص...)

(۳) بچے کی ولادت کی تہنیت:

ابوبرزہ اسلمی سے روایت ہے۔ ان کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ امام حسنؑ کے یہاں کسی صاحبزادے کی ولادت ہوئی تو مبارک باد کے لیے قریش کے لوگ آئے اور بولے: لیجیے، آپؑ کو یہ شہسوار مبارک ہو۔

آپؑ نے فرمایا: یہ کیا کہا؟ بلکہ یہ کہو کہ تم اُس عطا کرنے والے (واهب العطا...) کا شکر ادا کرو۔ اللہ تمھیں یہ عطیہ مبارک کرے، اللہ اُس کو جوان کرے اور تمھیں اس کی نیکی کی روزی دے۔

(کافی جلد۶ ص۱۷ باب تہنیت کتاب عقیقہ)

(۴) بیٹے کی ولادت پر تہنیت کا طریقہ:

حضرت ابوعبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ: ایک شخص کے یہاں بیٹا پیدا ہوا تو کسی نے اُس کو تہنیت دی کہ لو، یہ شہسوار تم کو مبارک ہو۔

امام حسن علیہ السلام نے فرمایا: تجھے کیا معلوم کہ شہسوار ہوگا یا پاپیادہ چلے گا۔

اُس نے عرض کیا: میں آپؑ پر قربان، پھر کیا کہوں؟

آپؑ نے فرمایا: اس طرح کہو کہ "اُس واهب العطایا کا شکر ادا کرو" اللہ تمھیں یہ

عطیہ مبارک کرے، اس کو جوان کرے۔ اور تمھیں اس کی نیکی کی روزی دے۔

(کافی جلد۶ ص۱۷ باب تہنیت کتاب عقیقہ)

(۵) غسل کی مبارک باد دینے کا طریقہ

ابو مریم انصاری سے روایت ہے، ان کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ حضرت امام حسن علیہ السلام حمام سے غسل کر کے نکلے تو ایک آدمی نے آپؑ سے کہا: آپؑ کا استحمام اچھا ہو۔

آپؑ نے فرمایا: اے بدعقل! تو یہاں بیٹھا ہوا یہ کیا کہہ رہا ہے (میں غسل سے تو فارغ ہو چکا ہوں)۔

اُس نے کہا: خیر آپؑ کا حمیم اچھا ہو۔

آپؑ نے فرمایا: کیا تجھے نہیں معلوم کہ حمیم پسینے کو کہتے ہیں۔

اُس نے کہا: خیر، آپؑ کا حمام اچھا ہو۔

آپؑ نے فرمایا: اگر میرا حمام اچھا ہوا تو پھر یہ میرے لیے کیا دعا ہے یہ دعا تو حمام کے لیے ہوئی۔

پھر آپؑ نے فرمایا: اس طرح کہو "آپؑ کا نفیس حصہ پاک ہو گیا، اور آپؑ کا پاک و پاکیزہ حصہ نفیس ہو گیا۔"

(کافی جلد۶ ص۵۰۱ باب حمام)

(۶) آپؑ کے حاجب و دربان

مندرجہ ذیل افراد امام حسن علیہ السلام اور آپؑ کے پدر بزرگوار کے اصحاب بھی تھے اور حاجب و دربان بھی:

قیس بن ورقا المعروف بہ سفینہ، رشید ہجری۔ اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ:

میثم تمار بھی آپؑ کے حاجب و دربان تھے۔ (مناقب)

(۷) آپؑ کے اصحاب

اصحابِ امام حسن علیہ السلام میں سفیان بن ابی لیلی ہمدانی و حذیفہ بن اُسید غفاری

اور ابورزین اسدی کا شمار بھی ہے۔ (کتاب الاختصاص صـ)

(۸) امام حسن علیہ السلام کے حواری

علی بن اسباط نے اپنے باپ سے اور انھوں نے حضرت ابوالحسن امام موسیٰ
الرضا علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ:

آپؑ نے فرمایا کہ جب قیامت کا دن ہوگا تو ایک منادی ندا دے گا کہ:
"حسنؑ بن علیؑ و ابنِ فاطمہؑ بنتِ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے حواری
کہاں ہیں"؟

یہ آواز سن کر سفیان بن ابی لیلی ہمدانی و حذیفہ بن اسید غفاری اپنی جگہ
سے کھڑے ہوں گے۔ پھر ندا دی جائے گی کہ حسینؑ بن علیؑ کے حواری کہاں ہیں؟
یہ آواز سن کر وہ تمام لوگ اٹھیں گے جنھوں نے آپؑ کا ساتھ نہیں چھوڑا اور
آپؑ کے ساتھ شہید ہوئے۔ (الاختصاص صـ)

(۹) ابنِ عباس اور مدحِ علیؑ

خراش سے روایت ہے اُن کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ معاویہ نے ابنِ عباس سے
پوچھا کہ تم علیؑ ابنِ ابی طالبؑ کے متعلق کیا کہتے ہو؟

ابنِ عباس نے جواب دیا: خدا کی قسم، ابوالحسن علیؑ ہدایت کے پرچم، تقویٰ کی
پناہ گاہ، حجتوں کے مرکز، بخشش و عطا کی بنیاد، عقل و دانش کے کوہِ بلند، ساری دنیا
کے لیے نشان، اندھیروں میں چراغ، حجتِ عظمیٰ کی طرف دعوت دینے والے، اللہ کی
مضبوط رسّی سے متمسک، شرف و بزرگی میں اعلیٰ، دین و تقویٰ کے قائد اور ہر قمیص پہننے و
اور چادر اوڑھنے والے کے سردار، دخترِ رسولؐ کے شوہرِ نامدار، ہر نمازی و روزے دار سے
افضل، ہر رونے اور ہنسنے والے سے زیادہ قابلِ فخر، دونوں قبلوں کی طرف رُخ کرکے نماز
پڑھنے والے تھے۔

پس اب تو ہی بتا دے کہ کوئی مخلوقِ خدا میں اُن کے برابر ہے، یا آئندہ ہو سکتا ہے؟
خدا کی قسم، وہ میدانِ جنگ میں شیر کے مانند تھے اور تمام غزوات میں علمبردارِ لشکر تھے اُن کے دشمن

پر اللہ کی، اس کے ملائکہ کی اور تمام انسانوں کی قیامت تک لعنت ہو۔
(کتاب الروضہ ۔ تاویل الآیات الظاہرہ)

(۱۰) ابنِ عباس کی معاویہ اور عمرو بن عاص سے سخت کلامی

عبدالملک بن مروان کا بیان ہے کہ ایک دن معاویہ کے پاس ہم لوگ بھی بیٹھے
ہوئے تھے، قریش کی ایک جماعت اور بنی ہاشم کے چند افراد بھی تھے۔

معاویہ بولا: اے بنی ہاشم! تم لوگ ہم لوگوں کے مقابلے میں کس بات پر فخر
کرتے ہو؟ کیا ہمارے اور تمھارے ماں باپ ایک نہیں، کیا ہمارا اور تمھارا گھرانا اور جائے
پیدائش ایک نہیں ہے؟

ابنِ عباس نے جواب دیا: ہم لوگ تمھارے مقابلے میں اُسی چیز پر فخر کرتے ہیں
جس پر تم لوگوں نے سارے قریش کے مقابلے میں فخر کیا ہے۔ اور قریش نے جس پر انصار کے
مقابلے میں فخر کیا، اور انصار نے جس پر سارے عرب کے مقابلے میں فخر کیا اور عرب نے جس
پر سارے عجم کے مقابلے میں فخر کیا اور وہ قابلِ فخر ذات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی
ہے جس سے نہ تم انکار کرسکتے ہو اور جس سے نہ تم فرار کی کوئی راہ تلاش کرسکتے ہو۔

معاویہ نے کہا: اے ابنِ عباس! اللہ نے تمھاری زبان میں اتنی طاقت دیدی
ہے کہ چاہو تو اپنے باطل کو بھی حق پر غالب کر دکھاؤ۔

ابنِ عباس نے کہا: چھوڑو ان باتوں کو، باطل میں اتنی طاقت نہیں کہ جو حق پر
غالب آجائے۔ اپنے دل سے حسد کو نکال دو، حسد بہت ہی بُری چیز ہے۔

معاویہ نے کہا: تم سچ کہتے ہو۔ میں صرف تمھاری چار باتوں کی وجہ سے تم سے
محبت کرتا ہوں، مگر تمھاری دیگر چار باتوں کو جسے میں نے معاف کر دیا (مجھے پسند نہیں تھیں)
وہ چار باتیں جن کی وجہ سے میں تم سے محبت کرتا ہوں ان میں سے:

(۱) پہلی بات تو یہ کہ تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے قرابتدار ہو۔
(۲) دوسری بات یہ کہ تم میرے خاندان کے ایک فرد ہو، میرے ہی گھرانے کے ہو اور عبدالمطلب کی اولاد ہو۔
(۳) تیسری بات یہ کہ میرے والد تمھارے والد کے دوست تھے۔
(۴) چوتھی بات یہ کہ تم قریش، زبانِ قریش کے دانشمند اور قریش کے فقیہ ہو۔

لیکن وہ چار باتیں جن کو مَیں ناپسند کرتا ہوں مگر مَیں نے معاف کردیا:

(۱) پہلی بات یہ کہ: تم صفین اور دیگر محاذوں پر میرے دشمن رہے۔

(۲) دوسری بات یہ کہ: تم نے عثمان کی مدد نہ کی، بڑا کیا۔

(۳) تیسری بات یہ کہ: تم نے اُمّ المومنین عائشہ کے خلاف سعی و کوشش کی۔

(۴) چوتھی بات یہ کہ: زیاد کو مجھ سے جُدا کرنے میں جو تم نے کام کیا، وہ سب تم کو [illegible]
معلوم ہے مگر مَیں نے اِن باتوں کی آنکھ و ناک کو توڑا، سب ختم کیا اور قرآ[illegible]
کی اِس آیت سے تمھارے عذر کا استخراج کیا کہ:

"خَلَطُوْا عَمَلًا صَالِحًا وَّ اٰخَرَ سَيِّئًا" (سورۂ توبہ آیت [illegible])

ترجمۂ آیت: (ان لوگوں نے نیک و بداعمال کو خلط ملط کرلیا ہے۔)

بہر حال یہ سمجھو کہ مَیں نے تمھارے پہلے چار اُمور کو قبول کیا آخری چار امور کو [illegible]
کردیا۔

یہ کہہ کر معاویہ خاموش ہوا تو ابنِ عباس بولے:

معاویہ سُنو! اگر قرابتِ رسول اللہ کی وجہ سے تم مجھ سے محبت کرتے [illegible]
محبت تم پر اور ہر مسلمان جو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان رکھتا ہے، پر واجب و لازم [illegible]
لیے کہ یہ اجرِ رسالت ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے جو روشنی اور واضح دلا[illegible]
لوگوں تک پہنچائے، اس کے اجر کا تم لوگوں سے مطالبہ کیا ہے۔ چنانچہ ارشادِ الٰہی [illegible]

"قُلْ لَّآ اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبٰى"

(سورۂ شوریٰ آیت ۲۳)

ترجمۂ آیت: (اے رسولؐ! اپنی اُمت سے" کہدو کہ جو کارِ رسالت مَیں نے انجام دیا ہے
اس پر مَیں تم لوگوں سے کوئی اور اجر نہیں مانگتا، صرف اتنا کہ میرے اقربا سے
محبت کرنا) (یعنی دشمنی نہ رکھنا)۔

پس، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے اپنی رسالت کا جو اجر طلب [illegible]
اگر وہ کسی نے نہ دیا تو وہ نامراد و ناکامیاب اوندھے منہ جہنّم میں جائے گا۔

دوسری بات جو تو نے کہی کہ مَیں تمھارے خاندان کا ایک فرد ہوں، تمھا[illegible]
اور گھرانے سے ہوں تو یہ صحیح ہے لیکن اس سے تو یہ چاہتا ہے کہ حقِ قرابت وصول کرے
وہ تو وصول کر چکا۔ اور (یومِ فتحِ مکہ) یہ کہہ کر حقِ قرابت ادا کر دیا گیا کہ:

"لَا تَثْرِيْبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ" "لَا تَثْرِيْبَ عَلَيْكَ فِيْهِ الْيَوْمَ"

(یعنی) "جاؤ آج ہم نے تم سب کو معاف کیا" " آج اس میں تجھ پر کوئی گناہ نہیں ہے"

(۳) تیسری بات جو تم نے کہی کہ میرے والد اور تمھارے والد میں دوستی تھی۔ تو سچ ہے
ایسا ہی تھا۔ اور بقولِ شاعر

سأحفظ من أخی أبی فی حیاته — مَیں اپنے والد کے بھائی سے لحاظ کروں گا
وَ أحفظهٗ من بعده فی الاقارب — اس کی حیات ہی میں نہیں بلکہ اس کے مرنے کے بعد اس کے اعزا و اقارب کا بھی لحاظ رکھوں گا۔

ولستُ لمن لایحفظ العهد وامقًا — اور مَیں ایسا نہیں ہوں کہ اس کا لحاظ نہ
ولا هو عند النّائبات بصاحبی — کروں خواہ وہ مصائب کے وقت میرا ساتھ نہ دے۔

(۴) چوتھی بات جو تم نے کہی کہ مَیں لسانِ قریش و زعیمِ قریش و فقیہِ قریش ہوں، تو
ان میں سے جو کچھ مجھے ملا وہ تمھیں بھی ملا، مگر تم اپنے سارے شرف و کرم کو بھول گئے
اور بس مجھ پر اپنی فضیلت جتانے لگے: حالانکہ بقولِ شاعر:

وکلّ کریمٍ للکرام مفضّلٌ — ہر مکرّم دوسرے مکرّم لوگوں کو اپنے
یراه له اهلاً وان کان فاضلاً — اوپر فضیلت دیتا ہے اور انھیں اس کا اہل سمجھتا ہے خواہ وہ ان لوگوں سے زیادہ مکرّم کیوں نہ ہو۔

پھر تمھارا یہ کہنا کہ صفین میں، مَیں تمھارا دشمن تھا تو خدا کی قسم اگر مَیں ایسا نہ کرتا تو
دُنیا میں سب سے بڑا جاہل سمجھا جاتا۔ اور اے معاویہ! تو بتا، کیا تیرا دل یہ کہتا تھا کہ مَیں اپنے
ابنِ عم امیر المومنینؑ و سیدالمسلمین کا ساتھ چھوڑ دوں گا جبکہ سارے مہاجرین و انصار اور
منتخب نیکو کاروں کا مجمع اُن کے ساتھ تھا۔ کیوں اے معاویہ! سچ بتا، کیا تجھے میرے دین میں کوئی
شک ہے یا مَیں کردار کا پختہ نہیں ہوں، یا مَیں جان چُرانے والا ہوں۔

تم نے یہ بھی کہا ہے کہ مَیں نے عثمان کی مدد نہیں کی، تو آخر اُن لوگوں نے بھی تو مدد
نہیں کی جو مجھ سے زیادہ اُن کے قریبی رشتے دار تھے۔ میرے سامنے تو اُن کے قریبی اور دُور کے
دونوں طرح کے رشتے داروں کے عمل کا نمونہ تھا۔ اور پھر مَیں نے اُن پر کوئی زیادتی نہیں کی
بلکہ اُن کو بچانے کی کوشش کی، جس طرح اور با مروّت لوگوں نے کی تھی۔

نیز تمھارا یہ کہنا کہ مَیں نے حضرت عائشہ کے خلاف سعی و کوشش کی۔ تو سُنو!

اللہ تعالیٰ نے انھیں حکم دیا تھا کہ "وہ اپنے گھر میں رہیں اور خود کو پردے میں رکھیں۔" جب اس
نے شرم وحیا کی چادر ہی اُتار دی اور اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مخالفت کی تو مجھ سے جو
ہو سکا وہ کیا۔

تم نے یہ بھی کہا ہے کہ مَیں نے زیاد کو شریکِ نسب کرنے سے انکار کیا۔ تو
مَیں نے ہی انکار نہیں کیا، بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی اس سے انکار کیا:
چنانچہ آپؐ نے فرمایا:

"الولد للفراش و للعاھر الحجر"

یعنی (بیٹا شوہر کا ہوگا اور زانی کے لیے پتھر ہے)

اور اس کے علاوہ تمام اُمور میں تمھاری خوشی ہمیں محبوب ہے۔

عمرو بن العاص نے کہا: اے امیر المومنین! خدا کی قسم یہ ایک لمحے کے
بھی آپ کو پسند نہیں کرتا، صرف اِن کو زبان کی تیزی ملی ہے جس کو وہ جیسے اور جب چا
الٹ پلٹ کر دیں۔

ابنِ عبّاس نے کہا، دیکھو! یہ عمرو بن العاص ہم لوگوں کی ہڈّی اور گوشت
درمیان اور لاٹھی (عصا) اور اس کے پوست کے مابین داخل ہونے کی کوشش کر رہا ہے
سنتے ہو، اس نے کیا کہا؟

مگر اے عمرو بن العاص! تجھے معلوم ہے کہ مَیں تجھ سے اللہ کی خوشنودی کے
بغض رکھتا ہوں اس لیے تجھ سے معذرت خواہی کیسی۔ کیونکہ تُو نے ہی کھڑے ہو کر تقریر کرتے
یہ اعلان کیا تھا کہ مَیں شانیٔ محمدؐ (محمدؐ کا دشمن) ہوں اور تیرے اسی اعلان پر اللہ تعالیٰ نے
آیت نازل فرمائی:

"اِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْاَبْتَرُ" (سورۃ الکوثر آیت ۳)

ترجمۂ آیت: (اے محمدؐ) بیشک تمھارا دشمن ہی ابتر و منقطع النسل ہوگا)

لہٰذا (اے عمرو بن العاص!) تُو دین و دنیا دونوں میں ابتر ہے کیونکہ تُو شانی
ہے جاہلیت میں بھی تھا اور اسلام میں آنے کے بعد بھی۔

نیز اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

"لَا تَجِدُ قَوْمًا يُّؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ
يُوَآدُّوْنَ مَنْ حَآدَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ" (سورۂ مجادلہ آیت

اور تُو اللہؐ اور اس کے رسولؐ کا دشمن پہلے بھی تھا اور اب بھی ہے۔ تُو نے رسول اللہؐ
کے خلاف بڑی جدّوجہد کی اُن سے جنگ کے لیے سواروں اور پیدلوں کی فوج کو میدان میں لے آیا
مگر جب اللہ کی فوج تجھ پر غالب آئی تو تیرا کید و مکر سب دھرا رہ گیا۔ تیری طاقت کمزور پڑ گئی اور
تیرے دعوے جھوٹے ثابت ہوئے تو پھر تُو تھک کر بیٹھ گیا۔

اس کے بعد تُو نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد، اُن کے اہلِ بیتؑ کے خلاف
پھر زور لگایا، پھر جدّوجہد شروع کی اور یہ اس لیے نہیں کی کہ تجھے معاویہ اور آلِ معاویہ سے
بہت محبّت ہے، بلکہ اس لیے کہ تجھے اللہؐ اور اس کے رسولؐ سے دشمنی ہے۔ تیرے دل میں
آلِ عبدِ مناف سے ازلی بغض و حسد ہے۔

عمرو بن العاص نے کچھ کہنا چاہا، مگر معاویہ نے روک دیا اور کہا: لیکن اے عمرو بن
العاص! خدا کی قسم تم ان لوگوں میں نہیں ہو۔ اب تم اگر کچھ کہنا چاہتے ہو تو کہو، نہ کہنا چاہو
تو نہ کہو۔

عمرو بن العاص نے خاموشی اختیار کی۔

ابنِ عبّاس بولے، اے معاویہ! تم اسے کیوں روکتے ہو؟ بولنے دو۔ خدا کی قسم
مَیں اس کو ایسے گرم لوہے سے داغوں گا کہ اس کا داغ (دھبہ) تا قیامت نہ چھوٹے گا۔ غلام
اور کنیزیں بھی کہانی بنائیں گے اور لوگوں کے مجمعے میں اس کے تذکرے ہوں گے۔

پھر ابنِ عبّاس، عمرو بن العاص کی طرف متوجہ ہوئے اور کہا: اے عمرو بن العاص
شروع کرو، کیا کہنا چاہتے ہو۔

یہ سُن کر معاویہ نے فوراً اپنا ہاتھ ابنِ عبّاس کے منہ پر رکھ دیا اور کہا:

اے ابنِ عبّاس! مَیں تمھیں قسم دیتا ہوں کہ خاموش رہو۔

(اس کو خوف تھا کہ کہیں یہ باتیں اہلِ شام نہ سُن لیں)

پھر ابنِ عبّاس نے عمرو بن العاص سے کہا: او ذلیل غلام! تُو انتہائی قابلِ
مذمّت ہے۔

اس کے بعد سب لوگ متفرق ہو گئے۔ (خصال)

(۱۱) ابنِ عبّاس اور معاویہ کے مابین خلافت پر بحث

اُن کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ عبداللہ ابنِ عبّاس معاویہ بن ابوسفیانؓ کے دربار میں پہنچے تو معا
اُن کی طرف متوجّہ ہوا اور بولا :

اے ابنِ عبّاس ! جس طرح تم لوگوں نے نبوّت کو اپنے خاندان میں مخصوص کرلیا اسی ط
چاہتے ہو کہ امامت کو بھی اپنے ہی لیے محفوظ کرلو۔ خدا کی قسم نبوّت و امامت دونوں تا ابد ایک
گھر میں جمع نہیں ہوسکتیں۔ پھر خلافت کے متعلق تم لوگوں کی دلیل بھی لوگوں پر مشتبہ ہے۔ تم لوگ
یہی تو کہتے ہو کہ ہم اہلِ بیتِ نبیؐ ہیں لہٰذا نبوّت کی خلافت کا ہمارے علاوہ دوسروں کو کیا حق
یہ امر عدل کے خلاف ہے۔ مگر تم لوگوں کا یہ خیال غلط ہے۔ خلافت قبیلۂ قریش میں اُلٹ
کر کے رائے عامّہ یا خاص لوگوں کے مشورے سے چلتی رہے گی۔ ہم نے تو ابتک لوگوں کو یہ آ
بلند کرتے نہیں دیکھا کہ کاش بنی ہاشم ہمارے والی ہوتے تو یہ ہمارے لیے دین و دُنیا (دونو
کی بھلائی ہوتی۔ اور اگر کل تم لوگوں نے اُسے خود چھوڑ دیا تھا جیسا کہ تم لوگوں کا کہنا ہے تو پھر آ
اس کے لیے تم لوگوں نے ہم سے کیوں جنگ کی۔ خدا کی قسم اے بنی ہاشم ! اگر تم مالک (حک
بن جاتے تو تم لوگوں کی وجہ سے لوگ اتنے ہلاک ہوتے کہ جتنے قومِ عاد آندھی سے اور قومِ
برق و باراں سے بھی ہلاک نہیں ہوئی تھی۔

ابنِ عبّاسؓ نے جواب دیا : اے معاویہ ! تیرا یہ کہنا کہ ہم لوگ استحقاقِ خلافت
لیے نبوّت سے دلیل لاتے ہیں تو یہ سچ ہے اگر لوگ خلافت کا استحقاق نبوّت کی وجہ سے
نہیں ہوا تو پھر کس چیز سے پیدا ہوا ہے ؟

پھر تیرا یہ کہنا کہ خلافت و نبوّت ایک گھر میں جمع نہیں ہوسکتیں، تو پھر اللہ تعا
یہ قول کہاں رہ جائے گا کہ :

" أَمْ يَحْسُدُونَ النَّاسَ عَلَىٰ مَا آتَاهُمُ اللَّهُ مِن
فَضْلِهِ ۖ فَقَدْ آتَيْنَا آلَ إِبْرَاهِيمَ الْكِتَابَ وَ
الْحِكْمَةَ وَآتَيْنَاهُم مُّلْكًا عَظِيمًا ۝ (سورۃ النساء آیت ۵۴)

ترجمۂ آیت : (کیا وہ لوگوں سے اس (نعمت) پر حسد کرتے ہیں جو اللہؐ نے انھیں
اپنے فضل سے عطا کی ہے۔ بیشک اللہؐ نے آلِ ابراہیم کو کتاب اور
حکمت دی اور اُن کو بہت بڑی سلطنت عطا کی۔)

اس آیت میں کتاب سے مراد نبوّت اور حکمت سے مراد، سنّت اور ملک
مراد، خلافت ہے اور ہم آلِ ابراہیم ہیں اور یہ قرآنی فیصلہ ہم لوگوں میں تا قیامت جاری
تیرا یہ دعویٰ کہ ہماری دلیلیں مشتبہ ہیں تو ایسا نہیں ہے بلکہ ہماری دلیـ

آفتاب سے زیادہ روشن اور ماہتاب سے زیادہ نورانی ہیں۔ کتابِ خدا ہمارے ساتھ ہے سنّتِ رسولؐ ہمارے اندر ہے اور یہ بات تجھے خوب
معلوم ہے مگر یہ تیری ساری دشمنی اس لیے ہے کہ ہم لوگوں نے تیرے بھائی، چچا، ماموں اور تیرے دادا کو قتل کیا ہے
تو اُن کی ارواح پر گریہ تو ذکر جو جہنّم میں جا چکی ہیں، وہ خون جو شرک و کفر کی وجہ سے بہایا گیا ہے تو اس کا مطالبہ نہ کر !

تُو نے جو یہ بات کہی کہ لوگوں نے ہم لوگوں کو خلافت کیلئے آگے نہیں کیا۔ تو سُن ! جتنا
ان لوگوں نے ہم لوگوں کو محروم رکھا اس سے زیادہ وہ لوگ خود ہم لوگوں سے محروم رہے۔ ہر اقدام
کا جب نتیجہ سامنے آتا ہے تو حق خود ثابت ہو جاتا ہے اور باطل مٹ جاتا ہے۔

نیز تیرا اس حکومت پر فخر کرنا جو مٹ جانے والی ہے اور جو باطل ذرائع سے تجھ تک
پہنچی ہے۔ سُن ! حکومت تو فرعون کی بھی تجھ سے پہلے رہ چکی ہے مگر اللہؐ نے اس کو بھی ہلاک
کر دیا اور یاد رکھو اے بنی امیّہ کہ جتنے عرصے تک تم لوگ حکومت کروگے اس کے دوگنے عرصے تک تو
تمھارے بعد ہم حکومت کریں گے۔ اگر تم لوگوں نے ایک دن حکومت کی تو ہم لوگ دو دن حکومت کریں
گے اگر تم لوگوں نے ایک مہینہ حکومت کی تو ہم لوگ دو مہینے حکومت کریں گے

پھر تمھارا یہ کہنا کہ اگر ہم لوگوں کی حکومت ہوتی تو وہ قومِ عاد پر آندھی اور قومِ ثمود پر برق و باد
سے زیادہ لوگوں کے لیے ہلاکت خیز ہوتی۔ یہ کہہ کر تم اللہؐ کے قول کو جھٹلا رہے ہو۔ وہ فرماتا ہے :

" وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِينَ " (سورۃ انبیاء آیت ۱۰۷)

ترجمۂ آیت : (اے رسولؐ !) اور ہم نے تم کو عالمین کے لیے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔)

ہم آنحضرتؐ کے بہت ہی قریبی اہلبیت ہیں۔ یہ تمھارا مسلمانوں کی گردن پر سوار ہونا
کھُلم کھُلا عذاب ہے۔ اور تمھارا لڑکا حکومت کرے گا اور پھر تمھارے باپ کی کوئی اور اولاد جو اللہؐ
کی مخلوق کے لیے سرخ آندھی سے بھی زیادہ ہلاکت خیز ہوگی۔

پھر اللہ تعالیٰؐ اپنے اولیاء کے ذریعے اس کا انتقام لے گا اور انجام متّقیوں
کے حق میں ہوگا۔

(۱۲) سعد بن ابی وقاص اور فضائلِ علیؑ

" امالی " شیخ مفیدؒ میں عبداللہ ابنِ عبّاس کے ساتھی عکرمہ سے روایت مرقوم ہے
اُن کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ جب معاویہ نے حج کیا، تو مدینے میں آیا۔ سعد بن ابی وقاص نے
اُس سے ملاقات کی اجازت چاہی۔

معاویہ نے اپنے ہمنشینوں سے کہا : جب یہ آکر بیٹھ جائے تو تم لوگ علی ابنِ ابی طالبؑ کی

بُرائی شروع کر دینا۔

یہ کہہ کر اُنھیں بلانے کی اجازت دی۔ وہ آکر معاویہ کے ساتھ ہی تخت پر بیٹھ گ[ئے]
اور ادھر لوگوں نے حضرت علیؑ ابن ابی طالبؑ پر سبّ وشتم شروع کر دیا تو سعد بن ابی وقاصؓ ک[ی]
آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔

معاویہ نے پوچھا: کیوں روتے ہو؟ کیا اس پر رو رہے ہو کہ تھارے بھائی عث[مان]
بن عفان کے قاتل کو بُرا کہا جا رہا ہے؟

سعدؓ نے کہا: بخدا میں رونے پر مجبور ہوں۔ جب ہم مہاجرین مکّے سے نکلے
تو پہلے اسی مسجد میں آکر ٹھہرے تھے یعنی مسجدِ رسولؐ میں اور اسی میں دن رات سوتے بیٹھتے ر[ہے]
پھر کچھ دنوں بعد ہم لوگوں کو اس میں سے نکال دیا گیا اور علیؑ ابنِ ابی طالبؑ کو چھوڑ دیا گیا۔ یہ بات
ہم لوگوں پر بہت گراں گذری، مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم سے اس سلسلے میں کسی کو کچھ کہنے [کی]
جرأت نہ تھی۔ اتنے میں اُمّ المومنین عائشہ آگئیں۔ ہم لوگوں نے اُن سے کہا: اے اُمّ المومنین!
لوگ بھی تو ویسے ہی صحابی ہیں جیسے علیؑ صحابی ہیں، ہم لوگ بھی تو ویسے ہی مہاجر ہیں جیسے ع[لیؑ]
مہاجر ہیں، لیکن ہم لوگوں کو تو مسجد سے نکال دیا گیا اور علیؑ کو چھوڑ دیا گیا۔ نہیں معلوم کہ ہم
سے اللہ ناراض ہو گیا ہے یا رسول اللہؐ ناراض ہو گئے ہیں۔ آپ آنحضرتؐ سے پوچھیں ہم
کی تو کچھ پوچھنے کی جرأت نہیں ہوتی۔

حضرت عائشہ نے آنحضرتؐ سے اس کا ذکر کیا:

آنحضرتؐ نے فرمایا: اے عائشہ! خدا کی قسم، نہ میں نے ان لوگوں کو نکالا ہے [نہ]
علیؑ کو چھوڑا ہے، بلکہ اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کو نکالا ہے اور علیؑ کو چھوڑا ہے۔

اب دوسرا واقعہ سنو! غزوۂ خیبر میں ہم لوگوں میں سے شکست کھانے وال[ے]
نے شکست کھائی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے اعلان فرمایا:

"لَأُعْطِيَنَّ الرَّايَةَ الْيَوْمَ رَجُلًا يُحِبُّ اللهَ وَ
رَسُولَهُ وَ يُحِبُّهُ اللهُ وَرَسُولُهُ"

یعنی: (آج میں (اپنی فوج کا) عَلَم اس شخص کو دوں گا جو اللہ اور اُس
کے رسولؐ سے محبت کرتا ہوگا اور اللہ اور اس کا رسولؐ اُس
سے محبت کرتا ہوگا۔"

یہ فرما کر آنحضرتؐ نے علیؑ کو بلوایا۔ وہ اُس وقت آشوبِ چشم میں مبتلا تھے

لشکر کا عَلَم اُن کو عطا فرمایا اور اللہ نے علیؑ کو فتح دی۔

تیسرا واقعہ سنو! ہم لوگ غزوۂ تبوک کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم
کے ہمراہ چلے تو علیؑ ابنِ ابی طالبؑ رسول اللہ کو رخصت کرنے کے لیے آئے تو گریہ فرمانے لگے۔

آنحضرتؐ نے پوچھا، کیوں روتے ہو؟

عرض کی، یا حضرت، کیوں نہ گریہ کروں جب سے آپؐ مبعوث بہ رسالت ہوئے
سوائے اِس غزوے کے آپؐ نے مجھے کسی غزوے میں نہیں چھوڑا، ہمیشہ مجھے ساتھ لے گئے۔

آنحضرتؐ نے فرمایا: اے علیؑ! کیا تم اس پر خوش نہیں ہو کہ

" تکون منی بمنزلة هارون من موسیٰ
الّا انّه لا نبیّ بعدی۔"

یعنی: (تم کو مجھ سے وہی نسبت حاصل ہے جو ہارونؑ کو موسیٰؑ
سے نسبت حاصل تھی، علاوہ ازیں کہ میرے بعد کوئی نبی نہ ہوگا۔)

حضرت علیؑ نے عرض کی: یا حضرت! اب میں خوش ہوں۔

(امالی شیخ مفیدؒ)

(۱۳) زینب بنت عبداللہ بن جعفر طیار سے یزید بن معاویہ کا پیغام

"مناقب" کی بعض قدیم کتابوں میں روایت کی گئی ہے کہ جس وقت مروانؒ
والیٔ مدینہ تھا، معاویہ نے اس کو خط لکھا کہ "میرے بیٹے یزید کے لیے عبداللہ بن جعفر کی دختر سے
شادی کا پیغام دو۔ اس کے لیے عبداللہ بن جعفرؓ جو مہر طلب کریں، میں دوں گا۔ نیز اس پر بھی لوگوں
کا قرض ہوگا میں ادا کر دوں گا، پھر بنی ہاشم اور بنی اُمیّہ کے دو قبیلوں میں صلح بھی ہو جائے گی۔"

مروان نے شادی کا پیغام ایک آدمی کے ذریعے بھیجا۔

عبداللہ بن جعفرؓ نے کہا: ہم لوگوں کی عورتوں کا سارا اختیار حسنؑ ابنِ علیؑ کو ہے تم اُن
کو یہ پیغام دو۔

یہ جواب پا کر مروان خود امام حسن علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور اُس نے یزید
کی شادی کا پیغام دیا۔

امام حسن علیہ السلام نے فرمایا: تم اس کے لیے لوگوں کو جمع کرو۔

مروان نے آدمی بھیجا اور جب دونوں قبیلوں بنی ہاشم اور بنی اُمیّہ کے لوگ جمع ہو گئے

تو مرواںؔ کھڑا ہوا، پہلے حمد و ثنائے الٰہی بجالایا پھر بولا:

امابعد: امیرالمومنین معاویہ نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں زینب بنت عبداللہ بن جعفرؓ سے شادی کے لیے یزیدؔ بن معاویہ کا پیغام دوں۔ اور مہر (صداق) زینب کے باپ جو کہیں وہ منظور ہوگا۔ اس کے علاوہ ان پر جس قدر بھی قرض ہوگا وہ سب ادا کیا جائے گا اور بنی اُمیہ و بنی ہاشم کے درمیان صلح کرلی جائے گی۔ تم لوگ یقین کرو کہ یزیدؔ بن معاویہ ایسا کفو ہے کہ جس کا کوئی کفو نہیں۔ یزید کو اس رشتے پر جتنا ناز ہوگا اس سے زیادہ ہم لوگوں کو ناز ہوگا۔ اور یزیدؔ تو وہ ہے کہ جس کے صدقے میں بادل بھی اپنی پیاس بجھاتے ہیں۔

یہ کہہ کر مرواںؔ خاموش ہوگیا۔ پھر:

امام حسن علیہ السلام اُٹھے، حمد و ثنائے الٰہی بجالائے اس کے بعد فرمایا:

مرواں! تو نے جو یہ کہا کہ لڑکی کا باپ جو مہر کہے، دیا جائے گا، تو ہم لوگ اپنی ازواج اور ان کی دختروں کے مہر کے سلسلے میں سنتِ رسولؐ سے ہرگز تجاوز نہیں کرتے۔

نیز، تیرا یہ کہنا کہ لڑکی کے باپ پر جو قرض وغیرہ ہوگا وہ سب بھی ادا کردیا جائے گا تو ہمارے خاندان کی لڑکیوں نے کب اپنے باپ کے قرضوں کو ادا کیا ہے۔

اب رہ گیا دونوں قبیلوں میں صلح، تو سُنو! ہم نے تم لوگوں سے دشمنی اللہ کے لیے کی ہے تو ہم لوگ دنیا کے لیے تم سے صلح نہیں کریں گے۔

تیرا یہ کہنا کہ یہ رشتہ یزیدؔ کے لیے جس قدر باعثِ فخر ہے اُس سے زیادہ ہم لوگوں کو یزیدؔ سے رشتہ کرنے میں فخر ہوگا تو اگر حکومت نبوّت سے بڑھی ہوئی ہے، تب تو واقعی ہم لوگوں کو اس پر فخر ہوگا اور اگر نبوّت حکومت سے بڑھی ہوئی چیز ہے تو اس کو ہم لوگوں پر فخر ہوگا۔

پھر تمہارا یہ قول کہ بادل بھی یزیدؔ کی آب و تاب سے اپنی پیاس بجھاتے ہیں تو یہ بات آلِ رسولؐ کے سوا اور کسی کے لیے نہیں ہے۔ اور میری رائے ہے کہ میں زینب دختر عبداللہ بن جعفرؓ کی شادی اس کے ابنِ عم قاسم بن محمد بن جعفرؓ سے کردوں۔ اور میں اعلان کرتا ہوں کہ اس کا عقد اس ہی (قاسم بن محمدؔ) سے کردیا۔ اور اس کے مہر (صداق) میں میں نے اپنی مدینے کی فلاں جائیداد دیدی جس کی قیمت معاویہ مجھے دس ہزار دینے کے لیے تیار تھا یہ مہر اس دختر کے لیے کافی ہوگا۔

یہ سُن کر مرواںؔ نے کہا: اے بنی ہاشم! یہ غداری؟

[illegible] ایک کے بدلے ایک [illegible]

مرواںؔ نے یہ ساری کیفیت معاویہ کو لکھ بھیجی۔

معاویہ نے کہا: ہم لوگوں نے انھیں شادی کا پیغام دیا تو انھوں نے اسے رد کردیا، لیکن اس کے باوجود اگر وہ لوگ ہمیں شادی کا پیغام دیں تو ہم ہرگز رد نہ کریں گے۔

(بعض کتب مناقب)

○ معاویہ کا مدینے میں خطبہ اور امام حسنؑ کی جوابی تقریر

کتاب "مناقب" میں یہ روایت بھی ہے کہ ایک مرتبہ معاویہ مدینے میں مقیم تھا۔ اُس نے دیکھا کہ امام حسن علیہ السلام کے گرد قریش کا ایک مجمعِ کثیر ہے اور لوگ اُن کی بڑی تعظیم کررہے ہیں۔ یہ دیکھ کر اُس کے دل میں حسد کی آگ بھڑک اُٹھی اور اُس نے ابوالاسود دئلی اور ضحاک بن قیس فہری کو بُلوایا اور اُن دونوں سے امام حسن علیہ السلام کے متعلق مشورہ لیا۔ دراصل وہ چاہتا تھا کہ امام حسن علیہ السلام کو بحث میں زیر کرے۔

ابوالاسود نے کہا: یاامیرالمومنین آپ کی رائے ویسے تو بہتر ہے لیکن میرا خیال ہے کہ آپ ایسا نہ کریں، اس لیے کہ امیرالمومنین اُن کے متعلق جو بھی کہیں گے لوگ سمجھیں گے کہ یہ حسد سے کہہ رہے ہیں اور اس سے اُن کی وقعت اور بڑھ جائے گی۔ اور اے امیرالمومنین! ایک بات یہ بھی ہے کہ حسنؑ ابھی جوان ہیں مجھے معلوم ہے کہ اُن کا جواب کس انداز کا ہوگا، مجھے خوف ہے کہ وہ آپ کی بات آپ ہی پر پلٹادیں گے اور آپ کا تیر آپ ہی پر واپس کردیں گے، آپ کی کھال بھی اُدھیڑ دیں گے اور آپ کے عیوب ظاہر کریں گے۔ اُس وقت خود آپ کی گفتگو اُن کے لیے باعثِ فضل و شرف اور آپ کے لیے باعثِ ذلّت ہوگی۔ ہاں، اگر آپ اُن کے ادب میں کوئی عیب جانتے ہوتے یا اُن کے حسب و نسب میں کسی خرابی سے واقف ہوتے تو یہ اور بات تھی، مگر وہ تو انتہائی باادب اور مہذّب انسان اور خالص عرب بلکہ خلاصۂ عرب ہیں۔ اُن کا حسب و نسب پاک و طیّب ہے۔ لہٰذا میری رائے یہ ہے کہ یاامیرالمومنین آپ ایسا نہ کریں۔

ضحاک بن قیس فہری نے مشورہ دیا کہ یاامیرالمومنین! آپ کی جو رائے ہے اُس پر بلاتاخیر عمل کریں، اس سے باز نہ آئیں۔ اس لیے کہ جب آپ اُن پر اپنے چُبھتے ہوئے فقرات کی بارش کریں گے اور اُن کی باتوں کا ٹھوس و محکم جواب دیں گے تو وہ آپ سے اس طرح دب جائیں گے جیسے کوئی بوڑھی اونٹنی کسی اونٹ سے دب جاتی ہے۔

معاویہ نے کہا: اچھا میں ایسا ہی کروں گا۔

بالآخر جب جمعے کا دن آیا تو معاویہ منبر پر گیا۔ پہلے حمد و ثنائے الٰہی بجالایا، پھر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود بھیجا، اس کے بعد حضرت علیؑ ابن ابی طالبؑ کا ذکر چھیڑا، اُن کی منقصت کی اور کہا: اے لوگو! وہ (لونڈا) جس کے سر کے بال سفید ہو گئے تھے، وہ قریش کے اُن بیوقوف و بدعقل لوگوں میں سے تھا جو تنگیٔ معاش میں ہمیشہ رہے، مقدر اُن کو ستاتا رہا، اُن کے سروں پر شیطان سوار تھا اور اُن کی زبانوں سے گویا ہوتا تھا۔ اس نے اُن کے سینوں میں انڈے اور بچّے دیدیے تھے وہ اُن کے حلق میں داخل ہو گیا تھا۔ جس نے اُن کو لغزشوں میں مبتلا کر دیا تھا، بدکلامی کو اچّھا سمجھنے لگے تھے اُس نے اُن کے لیے راستے کو تاریک بنا دیا تھا اور سرکشی اور ظلم اور جھوٹ و بہتان کی راہ پر لگائے ہوئے تھا۔ شیطان اُن کا شریک تھا وہ شیطان کے شریک تھے۔ پھر جس کا شریک شیطان ہو تو وہ اس کا بُرا شریک ہوگا! اور ہماری طرف سے وہی اُن کو ادب سکھانے کے لیے کافی ہے اور اللہؑ تمہارا مددگار ہے۔

معاویہ کی اس بیہودہ گوئی کو سُن کر امام حسن علیہ السلام آگے بڑھے اور منبر کے بازو کو تھام کر کھڑے ہو گئے۔ اللہؑ کی حمد اور اس کے رسولؐ پر درود کے بعد فرمایا:

اے لوگو! جو مجھے پہچانتا ہے وہ تو پہچانتا ہی ہے مگر جو نہیں پہچانتا اُسے معلوم ہو کہ مَیں حسنؑ بن علیؑ بن ابی طالب ہوں، مَیں اللہ کے نبیؐ کا فرزند ہوں، مَیں اُس فرزند ہوں جس کے لیے ساری زمین جائے سجدہ اور پاک و مطہر قرار دی گئی ہے مَیں سراج کا فرزند ہوں، مَیں بشیر و نذیر کا فرزند ہوں، مَیں خاتم النبیّین کا فرزند ہوں، مَیں سید المرسلین امام المتّقین اور رسولِ ربّ العالمین کا فرزند ہوں، مَیں اُس نبی کا فرزند ہوں جو سارے جنّ و انس کی طرف مبعوث ہوا، مَیں اُس کا فرزند ہوں جو تمام عالمین کے لیے رحمت بنا کر بھیجا گیا تھا۔

معاویہ نے جب امام حسنؑ کی تعارفی تقریر سُنی تو غیظ میں بھر گیا، چاہا کہ اُن کی بات کاٹ دے اس لیے کہا: اے حسنؑ! (ان باتوں کو چھوڑو) ذرا رُطب (کھجور) کی صفات بیان کرو۔

امام حسن علیہ السلام نے فرمایا: اے معاویہ! تیری مرضی کے خلاف، ہوا اُسے گرماتی ہے، دھوپ اس کو پکاتی ہے، رات اس کو ٹھنڈا کرتی اور لذیذ بناتی ہے۔

یہ کہہ کر آپؑ پھر اپنے پچھلے سلسلۂ کلام پر آ گئے اور فرمایا:

مَیں اُس کا فرزند ہوں جس کی دعائیں مستجاب تھیں، مَیں اُس کا فرزند ہوں جو صاحبِ شفاعت اور واجب الاطاعت ہے۔ مَیں اس کا فرزند ہوں جو سب سے پہلے قبر سے اُٹھایا جائے گا اور سب سے پہلے جنّت کا دروازہ کھٹکھٹائے گا، مَیں اُس کا فرزند ہوں جس کی فوج میں ملائکہ شامل ہو کر مقاتلہ کرتے تھے، جبکہ اس سے پہلے کسی نبی کے ساتھ ہو کر اُنھوں نے

مقاتلہ نہیں کیا، مَیں اس کا فرزند ہوں جس نے سارے گروہوں پر فتح پائی۔ مَیں اس کا فرزند ہوں جس کے سامنے مجبور ہو کر قریش سرافگندہ ہو گئے۔

معاویہ بولا: معلوم ہوتا ہے کہ تمھارا جی خلافت کو چاہتا ہے مگر وہ اب کہاں۔

امام حسن علیہ السلام نے فرمایا: جب تُو نے خلافت کی بات کہی ہے تو سُن، خلافت کا حق اُس کو ہے جو کتابِ خدا اور سنّتِ رسولؐ پر عامل ہو۔ اس کو خلافت کا کوئی حق نہیں پہنچتا جو کتابِ خدا کے خلاف عمل کرے اور سنّتِ رسولؐ کو معطّل کر دے۔ اس کی مثال تو اس مرد کی سی ہے جس کو چند دنوں کی حکومت ملی ہو اور وہ اس سے فائدہ اُٹھائے، پھر اُس کی حکومت ختم ہو جائے اور اُس کا عذاب اس کی گردن پر رہ جائے۔

معاویہ نے کہا: مگر قریش کا کوئی فرد ایسا نہیں جس کو مَیں نے انعام و اکرام سے نہ نوازا ہو، یا اُس پر میرا دستِ شفقت نہ ہو۔

امام حسن علیہ السلام نے فرمایا: ہاں، انہی لوگوں پر تو تیری نوازشیں ہیں جن کے ذریعے تجھے ذلّت کے بعد عزّت نصیب ہوئی، اور کم مائیگی کے بعد دولت حاصل ہوئی۔

امام حسن علیہ السلام نے اتنا فرما کر اپنا سابقہ سلسلۂ کلام پھر شروع کر دیا کہ:

مَیں اُس کا فرزند ہوں جس نے جوانی اور پیری دونوں میں قریش کی سرداری کی، مَیں اُس کا فرزند ہوں جو اپنے کرم و شرافت کی وجہ سے ساری دنیا کا سردار ہوا، مَیں اُس کا فرزند ہوں جو اپنے حقیقی جود، بلند شاخوں اور سابقہ فضائل کی وجہ سے اہلِ عالم کا سردار ہوا، مَیں اس کا فرزند ہوں جس کی رضا، اللہؑ کی رضا اور جس کی ناراضگی اللہؑ کی ناراضگی ہے۔

اے معاویہ! کیا تجھ میں جرأت ہے کہ اُن کے مقابلے میں اپنے خاندان کے کسی فرد کو پیش کرے۔؟

معاویہ نے کہا: مَیں تمھارے قول کی تصدیق کرتے ہوئے کہتا ہوں کہ نہیں۔

امام حسن علیہ السلام نے فرمایا: سچ ہے، حق روشن ہوتا ہے اور باطل ماند پڑ جاتا ہے۔ جو حق پر ہے وہ کبھی نادم نہیں ہوتا، جو باطل پر ہے وہ ہمیشہ خائب و خاسر ہوتا ہے۔ حق کو صاحبانِ عقل پہچانتے ہیں۔

پھر معاویہ نے منبر سے اُتر کر امام حسن علیہ السلام کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیکر کہا: اُس کا بُرا ہو جو تم سے بُرائی کرے۔

(بعض کتبِ مناقب)

(۱۴) صعصعہ بن صوحان اور معاویہ کا مکالمہ

عبداللہ بن یزید غسانی سے روایت ہے کہ معاویہ کے پاس اہلِ عراق کا ایک و[فد]
آیا، جس میں کوفے سے عدی بن حاتم طائی اور بصرے سے احنف بن قیس اور صعصعہ بن
[صوحان] شامل تھے۔

عمرو بن العاص نے معاویہ سے کہا: دیکھ! یہ وہ لوگ ہیں جو علیؑ کے شیعہ ہیں
انھوں نے اُن کی معیت میں جنگِ جمل اور جنگِ صفین میں مقاتلہ کیا تھا، لہٰذا ان لوگوں
سے محتاط رہنا۔

معاویہ نے حکم دیا کہ ان لوگوں کو دربار میں اچھی جگہ پر بٹھانے کا انتظام کیا [جائے]
پھر اُس نے اِن لوگوں کا بڑی عزت و تکریم کے ساتھ استقبال کیا۔ جب [وہ]
دربار میں آیا تو معاویہ بولا:

"خوش آمدید، خوش آمدید" تم لوگ ارضِ مقدس پر آئے ہو۔ انبیاءؑ و رسلؑ [کی]
سرزمین پر آئے ہو۔ ایسی سرزمین پر آئے ہو کہ جس پر حشر و نشر کا میدان ہوگا۔

صعصعہ بن صوحان جو بڑے حاضر جواب تھے، برجستہ بولے: تم نے جو یہ ک[ہا کہ]
یہ ارضِ مقدس ہے، تو ٹھیک ہے، مگر زمین کتنی ہی مقدس ہو اپنے اوپر بسنے والوں کو مقد[س]
نہیں بنا دیتی، بلکہ ان میں تقدس اعمالِ صالحہ سے آتا ہے۔ اور یہ کہنا کہ انبیاءؑ و رسلؑ کی س[رزمین]
ہے تو انبیاءؑ و رسلؑ سے زیادہ تو اس سرزمین پر اہلِ نفاق و اہلِ شرک و فراعین و ظالم و[جابر]
بستے تھے، اور یہ کہنا کہ یہ ارضِ حشر و نشر ہے، تو مومن کے لیے سرزمینِ محشر سے دور رہنے [میں نہ]
کوئی نقصان ہے اور نہ منافق کے لیے سرزمینِ محشر سے قریب رہنے میں کوئی فائدہ ہے۔

معاویہ پھر بولا: اگر سارے لوگ ابوسفیان کی اولاد ہوتے تو ان میں سب سے
چالاک اور ہوشیار ہوتے۔

صعصعہ نے برجستہ جواب دیا: یہ سارے انسان حضرت آدم علیہ السلام سے پ[یدا]
ہوئے ہیں جو ابوسفیان سے افضل و بہتر تھے، مگر ان کی اولاد میں بھی احمق و منافق و فاجر و فاس[ق]
سرکش و پاگل سبھی پیدا ہوئے۔

یہ جواب سن کر معاویہ شرمندہ ہوگیا۔

(کتاب الاختصاص ص ۶۴، ۶۵)

(۱۶) معاویہ کی مدینے میں آمد اور انصار کا استقبال سے مقاطعہ

سلیم بن قیس سے روایت ہے کہ معاویہ اپنے دورِ حکومت میں ایک مرتبہ
حج کے لیے چلا تو اہلِ مدینہ نے بڑھ کر اُس کا استقبال کیا۔ اُس نے نظر اُٹھا کر دیکھا تو
استقبال کرنے والوں میں سوائے قریشیوں کے اور کوئی نہ تھا۔ جب وہ سواری سے اُترا تو پوچھا
کہ انصار کو کیا ہوگیا، وہ لوگ ہمارے استقبال کو کیوں نہیں آئے۔؟

کسی نے جواب دیا کہ وہ بیچارے بہت مفلس و محتاج ہیں، اُن کے پاس سواری
وغیرہ کچھ نہیں کیسے آتے۔

معاویہ نے کہا: اُن کے آب پاشی کے جانور کہاں ہیں؟

تو قیس بن سعد بن عبادہؓ جو انصار کے سردار بھی تھے اور سردار کے فرزند بھی تھے،
نے جواب دیا: وہ تو اُن لوگوں نے غزوۂ اُحد اور اُس کے بعد والے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
کے غزوات میں ہی مٹا ڈالے، جب اُن لوگوں نے تجھے بھی مارا اور تیرے باپ کو بھی مارا اور تم لوگوں
کی مرضی کے خلاف اسلام کا بول بالا ہو کر رہا۔

یہ سُن کر معاویہ خاموش ہوگیا۔

پھر قیس نے کہا: مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہم لوگوں کو بتا گئے تھے کہ آپؐ
کے بعد ہم لوگوں سے اِس کا بدلہ لیا جائے گا۔

معاویہ نے پوچھا: تو رسول اللہؐ اس وقت کے لیے تم لوگوں کو کیا حکم دے گئے تھے؟

قیس نے کہا: آنحضرتؐ نے یہ حکم دیا تھا کہ تم لوگ صبر کرنا یہاں تک کہ تم لوگ مجھ سے
آکر ملاقات کرو۔

معاویہ نے کہا: پھر تم لوگ اُن کی ملاقات تک صبر کرو۔

عبداللہ ابنِ عباس سے گفتگو

ایک مرتبہ معاویہ قریش کے حلقے سے ہو کر گزرا، جب لوگوں نے اُسے آتے دیکھا
تو تعظیم کے لیے کھڑے ہو گئے، مگر عبداللہ ابنِ عباس بیٹھے رہے۔

معاویہ نے پوچھا : ابنِ عبّاس ! تمھارے حلقے کے سب لوگ تو مجھے دیکھ کر کھڑے ہوگئے مگر تم نہیں کھڑے ہوئے ، ؟ صرف اس لیے کہ تمھارے دل میں اِس کا بغض ہے کہ میں نے جنگِ صفّین میں تم لوگوں سے جنگ کی تھی ۔ تو اے ابنِ عبّاس ! اپنے دل سے یہ بغض نکال دو کیونکہ عثمان مظلوم قتل ہوئے ؟

ابنِ عبّاس نے کہا ؛ مگر عمر ابنِ خطّاب بھی تو مظلوم قتل ہوئے تھے ۔

معاویہ نے کہا ؛ نہیں ، وہ تو ایک کافر کے ہاتھوں قتل ہوئے تھے ۔

ابنِ عبّاس نے کہا ؛ اور عثمان کو کس نے قتل کیا تھا ؟

معاویہ نے کہا ؛ اُن کو مسلمانوں نے قتل کیا تھا ۔

ابنِ عبّاس نے کہا ؛ پھر اِس سے تو تیری دلیل اور بھی باطل ہوگئی ۔

معاویہ نے کہا ؛ اچھا سُنو ! میں نے اپنی تمام قلمروِ حکومت میں یہ حکمنامہ جاری کردیا ہے کہ کوئی شخص علیؑ اور اُن کے اہلِ بیتؑ کے مناقب و فضائل نہ بیان کرے ۔ لہٰذا تم بھی اپنی زبان بند رکھو ۔

ابنِ عبّاس نے کہا ؛ اے معاویہ ! کیا تُو ہمیں قرآن پڑھنے سے منع کرتا ہے ؟

اُس نے کہا ؛ نہیں ۔

ابنِ عبّاس نے کہا ؛ پھر کیا تُو اس کی تاویل و تفسیر سے منع کرتا ہے ؟

اُس نے کہا ؛ ہاں

ابنِ عبّاس نے کہا ؛ پھر اِس کا مطلب تو یہ نکلا کہ ہم لوگ صرف قرآن کی تلاوت کرتے رہیں اور کسی سے یہ نہ پوچھیں کہ اللہ نے اس سے کیا مراد لیا ہے ؟ اچھا یہ بتاؤ کہ ہم لوگوں پر سب سے زیادہ واجب کیا ہے ؟ صرف قرأتِ قرآن ، یا اس پر عمل ؟

معاویہ نے کہا ؛ اس پر عمل ۔

ابنِ عبّاس نے کہا ؛ مگر ہم لوگ اس پر عمل کیسے کریں گے جبتک یہ نہ معلوم ہو کہ اللہ اس سے کیا مراد لیتا ہے ؟

معاویہ نے کہا ؛ پوچھو ، مگر صرف اُن لوگوں سے جو تمھارے اور تمھارے گھرانے کی تاویل و تفسیر کے علاوہ کوئی اور تاویل و تفسیر بیان کرتے ہوں ۔

ابنِ عبّاس نے کہا ؛ مگر قرآن تو نازل ہوا ہے ہمارے خاندان (گھرانے) میں تو کیا اس کا مطلب پوچھنے جائیں آلِ ابی سفیان سے ؟ اے معاویہ ! اِس سے تیرا مطلب تو یہ ہوا کہ قرآن کے مطابق عبادت کرنے اور اس کے بتائے ہوتے حرام و حلال پر عمل کرنے سے ہمیں روکا جائے ۔

اگر اُمّت آیاتِ قرآن کا مطلب کسی سے نہ پوچھے گی اور اسے یہ معلوم نہ ہوگا کہ اس کا مطلب کیا ہے تو پھر ، وہ ہلاکت اور گمراہی میں مبتلا ہوجائے گی اور باہمی اختلاف پیدا ہوجائے گا ۔

معاویہ نے کہا ؛ نہیں ۔ قرآن پڑھو اور اُس کی تاویل و تفسیر بھی کرو ، مگر ان کی روایت نہ کرو جو اللہ تعالیٰ نے تم لوگوں کے متعلق نازل کی ہیں ۔

ابنِ عبّاس نے کہا ؛ سچ ہے ، اللہ تعالیٰ قرآن میں ارشاد فرماتا ہے کہ :

"یُرِیْدُوْنَ اَنْ یُّطْفِـٔوْا نُوْرَ اللّٰهِ بِاَفْوَاهِهِمْ وَیَاْبَى اللّٰهُ اِلَّاۤ اَنْ یُّتِمَّ نُوْرَهٗ وَلَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ ۝"

(سورۂ توبہ آیت ۳۲)

ترجمۂ آیت : (وہ چاہتے ہیں کہ اللہ کے نور کو اپنی پھونکوں سے بجھا دیں اور اللہ کو اس کے علاوہ منظور ہی نہیں ہے کہ وہ اپنے نور کو پورا کرکے رہے اگرچہ کافروں کو کتنا ہی ناگوار گذرے ۔)

معاویہ نے کہا ؛ اے ابنِ عبّاس ! خاموش ہوکر بیٹھو اور اپنی زبان کو روکو اور اگر تمھیں اس سلسلے میں زبان کھولنا ضروری ہی ہے تو علانیہ نہ کہو ، پوشیدہ طریقے سے کہو تاکہ کوئی اور نہ سُنے ۔

اس کے بعد معاویہ اپنے گھر واپس گیا اور اُس نے ابنِ عبّاس کے پاس ایک لاکھ درہم بھیج دیے ۔

اس کے بعد معاویہ کی طرف سے ایک منادی نے اعلان کیا کہ جو شخص علیؑ ابنِ ابیطالبؑ کے مناقب اور اہلِ بیت کے فضائل میں کوئی حدیث بیان کرے گا اُس کے خون سے میں بری الذمہ ہوں ۔

اِس اعلان کے بعد اہلِ کوفہ اس مصیبت میں سب سے زیادہ مبتلا ہوئے ۔ کیونکہ ان میں شیعانِ علیؑ کی کثرت تھی ۔ اور ستم بالائے ستم یہ کہ معاویہ نے زیاد بن ابیہ کو کوفے کا عامل بنا دیا اور اس کے متعلق کوفہ اور بصرہ دونوں کو کردیا ۔ وہ شیعوں کے پیچھے پڑ گیا اس لیے کہ وہ جانتا تھا کہ ان میں کون کون شیعانِ علیؑ میں سے ہیں ۔ اور وہ ہر جگہ سے ڈھونڈ ڈھونڈ کر انھیں قتل کرنے لگا ۔ انھیں خوفزدہ کرنے لگا ، اُن کے ہاتھ پاؤں کاٹنے لگا ، پھانسی پر لٹکانے ، اُن کی آنکھوں میں لوہے کی آگ میں دہکتی ہوئی سوئیاں پھروانے اور انھیں شہر بدر کرنے لگا ۔

نتیجہ یہ ہوا کہ سارے شیعانِ علیؑ نے عراق کو چھوڑ دیا اور وہاں کوئی معروف و مشہور شیعہ ایسا نہ رہ گیا جو قتل نہ کردیا گیا ہو یا سولی پر نہ چڑھا دیا گیا ہو یا قید نہ کردیا گیا ہو یا شہر بدر نہ کردیا گیا ہو ۔

نیز معاویہ نے تمام دیار و امصار کے عمّال کو یہ حکمنامہ جاری کردیا کہ علیؑ اور اُن کے

اہلِ بیت کے شیعوں کی شہادت قبول نہ کی جائے اور یہ دیکھا جائے کہ عثمان اور ان کے گھر
کے دوستدار، ان کے شیعہ اور محب کون ہیں اور وہ کون لوگ ہیں جو عثمان کے فضائل
مناقب کی حدیثیں روایت کرتے ہیں، ان کو اپنی مجلسوں میں نزدیک بٹھایا جائے۔ ان کو تق
دیا جائے، ان کا اکرام کیا جائے اور ان کے فضائل و مناقب کی روایت کرنے والے کا نام اس
کے باپ کا نام اس کے قبیلے کا نام اور اس کی بیان کی ہوئی روایت لکھ لی جائے۔

عمّال نے ایسا ہی کیا اور نتیجہ یہ ہوا کہ عثمان کے فضائل کی روایتوں کی کثرت ہو گ
لوگوں نے خود ساختہ روایتیں فضائلِ عثمان کی اس لیے بیان کرنی شروع کر دیں کہ اس پر ان
واکرام، خلعتیں اور زمینیں ملنے لگیں۔ اس لیے روایتیں گڑھنے کا آپس میں مقابلہ ہونے ل
جو بھی عثمان کی منقبت اور فضیلتوں کی روایتیں گڑھ کر لاتا اُس کا نام لکھ لیا جاتا اور اسے
تقرب دیا جاتا، اور یہ سلسلہ ایک عرصہ دراز تک چلتا رہا۔

○ وضعِ احادیث کا عمل (در منقبتِ معاویہ)

پھر معاویہ نے اپنے عمال کو حکمنامہ بھیجا کہ عثمان کے فضائل میں اب حد
بہت زیادہ ہو چکی ہیں اور تمام دیار و امصار میں پھیل چکی ہیں اب تم لوگوں کو اس امر کی
دو کہ وہ معاویہ کے فضائل و مناقب کی روایتوں کی طرف توجہ دیں، کیونکہ یہ مجھے بہت
آئیں گی انھیں دیکھ کر میری آنکھیں ٹھنڈی ہوں گی اور اہل بیتِ نبیؐ کو گراں گذریں گی اور
حجتوں کو باطل کر دیں گی۔

جب قاضیوں اور حاکموں نے معاویہ کا یہ حکمنامہ تمام لوگوں کو پڑھ کر سنایا تو
اور ہر مسجد میں منبر پر معاویہ کے فضائل میں روایات بیان کی جانے لگیں۔ نیز تمام مکا
کے اساتذہ کو وہ روایات دی گئیں تاکہ وہ اپنے اپنے مدرسوں میں بچوں کو یہ روایات اسی
پڑھایا کریں جس طرح قرآن پڑھایا کرتے ہیں اور حد یہ ہے کہ ان لوگوں نے اپنی بیویوں اور لڑکی
اور اپنے ملازموں تک کو یہ مصنوعی اور خود ساختہ روایتیں یاد کرا دیں۔

اور زیاد بن ابیہ نے معاویہ کو خط لکھا کہ کچھ لوگ ابھی تک علیؑ کے دی
اور اُن کی تعلیمات پر قائم ہیں۔

معاویہ نے اس کے جواب میں لکھا کہ ہر وہ شخص جو علیؑ کے دین اور اُن کی تعل
کو قتل کر دو

زیاد بدنہاد (لعنۃ اللہ علیہ) نے ان سب کو قتل کر کے ان کے کان اور ناک
تک کاٹ لیے۔ پھر معاویہ نے تمام شہروں کو حکمنامہ لکھ بھیجا کہ جس شخص کے متعلق یہ ثابت
ہو جائے کہ یہ علیؑ اور اہلِ بیت کا محب ہے اس کا نام رجسٹر سے محو کر دیا جائے۔

○ شیعانِ علیؑ کا قتلِ عام

اس کے بعد دوسرے خط میں لکھا کہ یہ بھی نگاہ میں رکھو کہ جس شخص پر یہ الزام ہو کہ
وہ علیؑ سے محبت رکھتا ہے اُسے قتل کر دو، خواہ اس کے لیے ثبوت فراہم ہو یا نہ ہو۔ اس طرح
بہت سے لوگ محض تہمت و گمان اور شُبہے پر قتل کر دیے گئے، اور اگر اس کے متعلق کسی کے
منہ سے ایک لفظ بھی نکلتا تو اس کی گردن ماردی جاتی۔ حد یہ تھی کہ اگر کوئی شخص کفر و زندقہ
کی بات بھی کرتا تو اس سے کوئی تعرض نہ کیا جاتا، بلکہ بجائے سزا کے اس کی تعظیم و تکریم کی
جاتی، مگر کسی شہر میں شیعانِ علیؑ کی جان محفوظ نہ تھی خصوصاً کوفے اور بصرے میں، کہ اگر ان
میں سے کوئی اپنے کسی قابلِ بھروسہ شخص سے پوشیدہ طور پر ملنا چاہتا تھا تو اسے اپنے خادموں
اور غلاموں کے خوف سے گفتگو کی جرأت نہ ہوتی اور جبتک خود اس سے راز داری کا پختہ
عہد و پیمان نہ لے لیتا بات نہ کرتا۔

یہ حالات روز بروز بڑھتے گئے۔ اور ان لوگوں کی جھوٹی احادیث خوب بڑھتی
اور پھیلتی رہیں۔ اُن کے بچے یہ احادیث پڑھتے رہے اسی پر اُن کی نشوونما ہوتی رہی۔ اور اس
میں سب سے زیادہ بڑھ چڑھ کر حصہ ان قاریوں نے لیا جن میں تصنع اور ظاہر داری تھی وہ دکھاوے
کے لیے بڑے خشوع و خضوع کا اظہار کرتے اور نئی نئی حدیثیں وضع کرتے اور اس کے ذریعے
وہ والیوں اور قاضیوں سے فائدہ اٹھاتے، ان کی مجلسوں میں تقرب حاصل کرتے، اُن سے
انعام و اکرام پاتے، زمین و مکان پاتے۔

چنانچہ حالت یہاں تک جا پہنچی کہ یہ وضعی حدیثیں ان لوگوں کے نزدیک صحیح
اور سچی بھی جانے لگیں۔ وہ لوگ اس کی روایت کرنے، اسے قبول کرنے، اسے پڑھنے پڑھانے
اسے پسند کرنے لگے اور جو شخص اس کی رد کرتا اُس سے بغض اور دشمنی رکھنے لگے۔ اس کا نتیجہ
یہ ہوا کہ ان روایات کی صحت پر اُن کی جماعت کا اجماع ہو گیا اور وہ ایسے عبادت گذاروں
اور دینداروں کے ہاتھوں تک پہنچ گئیں۔ جو ایسی احادیث کا وضع کرنا جائز نہیں سمجھتے تھے مگر انھوں
نے بھی اسے قبول کر لیا اور صحیح سمجھنے لگے۔ اگر اُن کو علم ہوتا کہ یہ حدیثیں یقیناً وضعی ہیں تو ان کو بیان

کرنے سے اعراض کرتے اس کے قریب نہ جاتے، اس کو مسترد کرنے والوں سے بغض و دشمنی رکھتے۔ اس دور میں ان لوگوں کے نزدیک حق، باطل ہوچکا تھا اور باطل، حق بن گیا تھا جھوٹ سچ بن گیا تھا اور سچ، جھوٹ بن گیا تھا۔

امام حسن علیہ السلام کی وفات کے بعد تو یہ بلا اور یہ فتنہ مزید بڑھ گیا تھا ہر ولیٔ خدا کو یا جان کا خطرہ تھا، یا قتل ہوچکا تھا، یا شہر بدر کیا جاچکا تھا

○ مقامِ منیٰ میں امام حسینؑ کا خطبہ

معاویہ کی موت سے دو سال قبل حضرت امام حسین علیہ السلام حج کے لیے تشریف لے گئے۔ آپؑ کے ساتھ عبداللہ بن جعفرؓ و عبداللہ بن عباسؓ بھی تھے۔ آپؑ نے منیٰ میں بنی ہاشم کے مردوں، عورتوں، اُن کے غلاموں اور اُن دوستداروں کو جمع کیا جنھوں نے حج کیا ہو یا حج نہ کیا ہو، نیز تمام دیار و امصار کے اُن لوگوں کو جو آپؑ کی اور آپؑ کے اہلِ بیت کی معرفت رکھتے تھے، پھر اصحابِ رسولؐ اور اُن کی اولاد اور انصار میں سے تابعین جو عبادت اور نیکی میں مشہور تھے ان میں سے کسی ایک کو نہ چھوڑا، سب کو جمع کیا، جن کی تعداد ایک ہزار سے زائد ہوگئی تھی۔

امام حسین علیہ السلام اُن کے درمیان خطبہ دینے کے لیے کھڑے ہوئے۔

حمد و ثنائے الٰہی بجالائے، پھر فرمایا:

اما بعد: اس ظالم و سرکش نے جو ظلم و جور ہم پر اور ہمارے دوستداروں پر کیے ہیں وہ تمھیں معلوم ہے۔ تم نے خود دیکھا، خود مشاہدہ کیا اور تم لوگوں کو اس کی اطلاع ملی۔ اب میں تم لوگوں سے چند باتیں پوچھتا ہوں۔ اگر میں سچ کہوں تو اس کی تصدیق کرنا، اگر جھوٹ کہوں تو تکذیب و تردید کرنا۔ میری بات سنو اور اس کو صیغۂ راز میں رکھو اپنے شہروں اور قبیلوں میں واپس جاؤ تو جن پر تم کو پورا بھروسہ ہو انھیں اس سے آگاہ کرو، اس لیے کہ مجھے خوف ہے کہ کہیں حق کا دروازہ مسدود نہ ہوجائے، حالانکہ:

" وَاللّٰهُ مُتِمُّ نُوْرِهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْكَافِرُوْنَ " (سورۂ صف)

ترجمۂ آیت: (اور اللہ اپنے نور کو مکمل کرکے رہے گا خواہ کافر ناپسند ہی کریں)'

اس کے بعد امام حسین علیہ السلام نے کوئی ایسی آیت نہ چھوڑی جو قرآن میں اہلِ بیت کے حق میں نازل ہوئی تھی سب بیان کیں اور اُنکی تفسیر بھی بیان فرمائی، اور نہ کوئی حدیث چھوڑی کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اُن کے پدرِ بزرگوار اور اُن کی مادرِ گرامی اور اُن کے اہلبیت کے حق میں فرمائی تھی بیان کیں، اور ہر ایک پر صحابہ کہتے رہے کہ خدا کی قسم ہم نے یہ سُنا ہے اور ہم اس کے شاہد ہیں اور تابعین کہتے تھے کہ ہم نے یہ اُن صحابہ سے سُنا ہے جو سچے اور معتمد تھے

اس کے بعد امام حسین علیہ السلام نے فرمایا: میں تمھیں خدا کی قسم دیتا ہوں کہ جب واپس جاؤ تو جن لوگوں پر تمھیں وثوق و بھروسہ ہو اُن سے یہ سب کچھ ضرور بیان کرو۔ اس کے بعد امام حسین علیہ السلام منبر سے اترے اور مجمع متفرق و منتشر ہوگیا۔

(احتجاج طبرسیؒ ص۱۵۰-۱۵۱)

(۱۷) عبیداللہ ابنِ عباس کے بچوں کا قتل

"مجالس" مفیدؒ اور "امالی" مفیدؒ میں مرقوم ہے کہ معاویہ بن ثعلبہ سے روایت ہے ان کا بیان ہے کہ جب معاویہ بن ابی سفیان کی حکومت ہر طرح سے مستحکم ہوچکی تو اُس نے بُسر بن ارطات کو شیعۂ امیرالمومنین علیہ السلام کی تلاش میں حجاز کی جانب روانہ کیا اور مکے پر اُس وقت عبیداللہ ابنِ عباس بن عبدالمطلب مقرر تھے۔ بسر بن ارطات ان کو تو پکڑ نہ سکا مگر اُس کو اطلاع ملی کہ عبیداللہ کے دو بچے (بیٹے) اسی شہر میں موجود ہیں، اس نے اُن دونوں بچوں کو تلاش کرکے گرفتار کرالیا اور حکم دیا کہ ان دونوں کو ذبح کردیا جائے اور وہ اس کے حکم پر ذبح کردیے گئے۔ جب یہ خبر اُن بچوں کی ماں کو پہنچی تو قریب تھا کہ اُن کی روح پرواز کرجاتی، انھوں نے اپنے دونوں بچوں کا مرثیہ پڑھا:

اس واقعے کے کچھ عرصے کے بعد عبیداللہ ابنِ عباس ایک مرتبہ معاویہ کے پاس گئے تو بسر بن ارطات وہاں بیٹھا ہوا تھا۔

معاویہ نے عبیداللہ سے کہا: تم اس بوڑھے کو پہچانتے ہو؟ یہ تمھارے دونوں بچوں کا قاتل ہے۔

بسر نے کہا: ہاں میں نے ان دونوں کو قتل کیا ہے مگر اب اس بات کو چھوڑو۔

عبیداللہ نے کہا: کاش اس وقت میرے پاس تلوار ہوتی۔

بسر نے کہا: لو۔ یہ میری تلوار ہے۔ (یہ کہہ کر اُس نے اپنی تلوار عبیداللہ کی طرف بڑھادی۔)

مگر معاویہ نے فورًا روکا اور کہا: اے بوڑھے! تُو کتنا بڑا احمق ہے۔ اُس شخص کو تُو اپنی تلوار دے رہا ہے جس کے دو بچوں کو تُو نے قتل کیا ہے۔ شاید تجھے بنی ہاشم کی دلی کدورت کا علم نہیں ہے اگر تُو نے انھیں تلوار دے دی، تو یہ پہلے تو تجھے ماریں گے اس کے بعد مجھ پہ وار کریں گے۔

عبید اللہ بن عبّاس نے کہا سچ ہے۔ اگر یہ تلوار مجھے مل جاتی تو پہلے تو مَیں تجھے صاف کرتا، پھر اس کو (معاویہ کو) قتل کر دیتا۔ (مجالس مفیدؒ ۱۱۱ مفیدؒ)

(۱۸) حُجر بن عدیؓ کا قتل اور ایک تابعی کے تأثرات

" امالی " مفیدرح میں حسن بن ابی الحسن بصری سے روایت ہے ان کا بیان ہے کہ: مَیں دورِ معاویہ میں خراسان کے اندر فوج میں تھا اور ہم لوگ تابعین میں سے ایک شخص کے ماتحت تھے۔ اُس نے ایک دن ظہر کی نماز ہمارے ساتھ پڑھی، پھر منبر پر گیا حمد و ثنائے الٰہی بجالایا، اس کے بعد کہا:

" اے لوگو! تاریخِ اسلام میں ایک عظیم حادثہ ہو گیا، اتنا عظیم حادثہ، کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رحلت کے بعد آج تک اتنا عظیم حادثہ کبھی نہیں ہوا مجھے اطلاع ملی ہے کہ معاویہ نے حُجر بن عدیؓ اور اُن کے ساتھیوں کو قتل کرا دیا ہے۔ اب اگر مسلمانوں میں کچھ بھی غیرت ہے تو کچھ کریں اور اگر غیرت نہیں ہے تو مَیں اللہ تعالیٰؓ سے دعا کرتا ہوں کہ میری روح جلد از جلد قبض کر لے۔

حسن بن ابی الحسن کا بیان ہے، خدا کی قسم، وہ دوسری نماز ہم لوگوں کے ساتھ نہیں پڑھ سکا اور اس کی موت پر شور و غوغا بلند ہوا۔ (امالی مفیدؒ)

(۱۹) حُجر بن عدیؓ کے قتل کی خبر سُن کر حضرت امام حسین علیہ السّلام نے فرمایا:

صالح بن کیسان سے روایت ہے کہ جب معاویہ نے حجر بن عدیؓ اور اُن کے اصحاب کو قتل کر دیا تو اسی سال حج پر گیا وہاں امام حسین علیہ السّلام سے اس کی ملاقات ہوئی تو اس نے کہا: اے ابو عبداللہؑ! مَیں نے حجر بن عدیؓ اور اس کے ساتھیوں اور تمہارے باپ کے شیعوں کے ساتھ جو کچھ کیا ہے اس کی خبر تم تک پہنچی؟

آپؑ نے پوچھا: تُو نے اُن لوگوں کے ساتھ کیا کِیا؟

معاویہ نے کہا: ہم نے اُن کو قتل کیا، اُن کو کفن دیا اور اُن کی نمازِ جنازہ پڑھی۔

امام حسین علیہ السّلام یہ سن کر مسکرائے اور فرمایا: لیکن اے معاویہ! اگر ہم تیرے شیعوں کو قتل کرتے تو نہ انھیں کفن دیتے اور نہ اُن کی نمازِ جنازہ پڑھتے اور نہ انھیں قبر میں دفن کرتے۔

بیشک، مجھے اطلاع ملی ہے کہ تُو نے میرے پدرِ بزرگوار کو بُرا کہنا، ہم لوگوں کی منقصت کرنا اور بنی ہاشم پر اعتراض کرنا، اپنا شعار بنا لیا ہے۔ اگر تُو ان میں عیب نکالتا ہے تو پہلے ذرا اپنے دل سے پوچھ کہ حق اُس کے ساتھ ہے یا حق اس کے خلاف ہے؟ اگر تجھے اپنے نفس میں بنی ہاشم سے بھی بڑے عیوب نہ ملیں تو اُن سے چھوٹے بھی نہ ملیں گے۔

اے معاویہ! تُو اُس شخص (عمرو بن العاص) کی باتوں میں آ گیا کہ نہ تو اُس کا اسلام ہی قدیم ہے اور نہ اُس کا نفاق جدید ہے۔ اُس کی نظر تیری بھلائی پر نہیں ہے لہٰذا تُو خود اپنی بھلائی کی فکر کر یا پھر اُسے چھوڑ دے۔

(احتجاج طبرسیؒ ص۱۵۲، کشف الغمۃ جلد۲ ص۲۰۵)

(۲۰) عمرو بن الحمق کا قتل

معاویہ بن عمّار سے مرفوع روایت ہے کہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک مرتبہ کہیں ایک فوجی دستہ بھیجا اور اِن لوگوں سے کہہ دیا کہ تم لوگ رات کے فلاں حصّے میں راستہ بھول جاؤ گے تو پھر اپنے بائیں جانب چلنا، آگے بڑھو گے تو تمھیں ایک شخص ملے گا۔ تم اُس سے راستہ پوچھو گے تو وہ کہے گا کہ جبتک تم لوگ ہماری غذا تناول نہ کرو گے مَیں راستہ نہ بتاؤں گا۔ پھر وہ ایک دنبہ ذبح کر کے تم لوگوں کو کھلائے گا اور اُٹھ کر تمھیں راستہ بتائے گا تم اُس سے میرا اسلام کہنا اور میرا یہ پیغام دینا کہ "مدینے میں، مَیں ظہور کر چکا ہوں"

غرض وہ لوگ روانہ ہوئے اور واقعًا وہ راستہ بھول گئے تو ان ہی میں سے ایک سپاہی نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تھا کہ تم راستہ بھول جاؤ تو بائیں جانب چل پڑنا۔ لہٰذا وہ لوگ بائیں جانب چل دیئے، آگے بڑھے تو ایک شخص سے ملاقات ہوئی، جیسا کہ آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا تھا۔ ان لوگوں نے اس سے راستہ پوچھا:

اس نے جواب دیا: جبتک تم لوگ ہمارے یہاں کھانا نہ کھا لو گے، مَیں راستہ نہ بتاؤں گا

اُن لوگوں نے اُس کے یہاں کھانا کھایا۔ پھر اُس نے انھیں راستہ بتایا، مگر اُس [illegible] رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کا سلام کہنا بھول گئے۔

اُس شخص نے کہ جس کا نام عمرو بن الحمق تھا، پوچھا، کیا نبی صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے مدینے میں ظہور فرمایا ہے؟

ان لوگوں نے کہا: جی ہاں۔

یہ سن کر عمرو بن الحمق مدینے آکر آنحضرتؐ سے ملے اور ایک عرصے تک آپؐ کے ساتھ رہے پھر آنحضرتؐ نے ان کو حکم دیا کہ جس جگہ سے آئے ہو وہیں واپس جاؤ۔

پھر جب امیرالمومنین علیہ السّلام سریر آرائے خلافت پر متمکّن ہوئے تو وہ آپؑ کے پاس کوفے آئے اور آپؑ کے ساتھ وہیں قیام کیا۔

ایک دن امیرالمومنین علیہ السّلام نے اُن سے پوچھا: کیا تمھارا کہیں گھر ہے؟

اُنھوں نے کہا: جی ہاں۔

آپؑ نے فرمایا: اس کو فروخت کردو اور ازد میں گھر بناؤ، اِس لیے کہ میں دیکھ رہا ہوں کہ آئندہ جب تم روپوش ہوگے تو تم کو تلاش کیا جائے گا، مگر قبیلۂ ازد میں تم انھیں نہ مل سکوگے یہاں تک کہ تم کوفے سے نکل کر قلعۂ موصل جانے لگوگے تو تمھارا گذر ایک ایسے شخص کی طرف ہوگا جو چلنے پھرنے سے معذور ہوگا، تم اُس کے پاس بیٹھوگے اور اُس سے پانی مانگوگے وہ تم کو پانی پلائے گا اور تمھارا حال پوچھے گا، تم اپنا حال بتانا اور اس کو اسلام کی دعوت دینا، وہ اسلام قبول کرے گا، تم اُس کے گھٹنوں پر اپنا ہاتھ پھیرنا، اللہ تعالیٰ اس کو صحت دے گا تو وہ اپنے پیروں پر چلنے لگے گا، اور وہ بھی تمھارے ساتھ ہو جائے گا۔

پھر تمھارا گذر ایک نابینا شخص کی طرف سے ہوگا جو سرِ راہ بیٹھا ہوگا، تم اس سے پانی مانگوگے، وہ تمھیں پانی پلائے گا، تمھارا حال پوچھے گا، تم اُس سے اپنا حال بتانا اور اُسے اسلام کی دعوت دینا۔ وہ اسلام قبول کرے گا پھر تم اس کی دونوں آنکھوں پر اپنا ہاتھ مسح کر دینا اللہ تعالیٰ اس کی آنکھوں میں بصارت عطا کردے گا۔ وہ بھی تمھارے ساتھ ہو جائے گا اور یہی دونوں تمھاری موت کے بعد تمھاری میّت کو قبر میں دفن کریں گے۔

پھر چند سوار تمھارا پیچھا کرتے ہوئے آئیں گے جب تم قلعے کے قریب فلاں مقام پر پہنچوگے تو وہ سوار قریب آجائیں گے تم اپنے گھوڑے سے اُتر کر غار میں چلے جانا، اس لیے کہ تمھارے خون میں فاسقانِ جنّ وانس دونوں شریک ہوں گے۔

چنانچہ، عمرو بن الحمق نے ویسا ہی کیا جیسا کہ امیرالمومنینؑ نے فرمایا تھا۔

راوی کا بیان ہے کہ جب عمرو بن الحمق قلعے کے پاس پہنچے تو اُن دونوں ہمراہیوں سے کہنے لگے کہ ذرا اوپر چڑھ کر دیکھو کچھ نظر آرہا ہے؟

اُنھوں نے دیکھا اور بتایا کہ ہاں چند سوار اِدھر آتے ہوئے نظر آرہے ہیں۔

یہ سُن کر وہ اپنے گھوڑے سے اُترے اور گھوڑے کو آزاد چھوڑ دیا اور غار میں داخل ہوگئے، اندر پہنچتے ہی ایک کالے ناگ نے اُن کو ڈس لیا۔ اب وہ سوار بھی وہاں پہنچ گئے تو اُن کے گھوڑے کو آزاد پایا، تو پہچان گئے کہ یہ انہی کا گھوڑا ہے۔ اِدھر اُدھر تلاش کیا، جب نہیں پایا تو غار کے اندر گئے، دیکھا کہ وہ پڑے ہوئے ہیں۔ جب وہ اُن کے جسم کے کسی حصّے کو ہاتھ لگاتے تو گوشت جُدا ہوکر ہاتھ میں آجاتا۔ مجبوراً ان لوگوں نے ان کا سر کاٹ لیا اور لاش وہیں چھوڑ دی۔ سر لیے ہوئے معاویہ کے پاس آئے۔ معاویہ نے اُن کا سر ایک نیزے پر نصب کر دیا۔

اسلام میں یہ پہلا سر تھا جس کو نیزے پر نصب کیا گیا۔

(رجال کشی)

(۲۱) صَعصعہ بن صوحان کا معاویہ کو برسرِ منبر ٹوکنا

ہشام بن سائب نے اپنے والد سے روایت کی، اُن کا بیان ہے کہ ایک دن معاویہ نے مسجدِ دمشق میں خطبہ دیا اور اُس دن وہاں علمائے قریش وخطبائے ربیعہ وصنادید وملوکِ یمن موجود تھے۔

معاویہ نے اپنے خطبے میں کہا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے خلفاء کو مکرّم کیا ہے اُن کو جہنّم سے محفوظ رکھا ہے اور جنّت اُن کے لیے واجب ولازم کردی ہے۔ پھر اُس نے مجھے بھی اُن خلفاء میں قرار دیا اور میرے انصار اہلِ شام کو حرمِ الٰہی کا محافظ اور نصرت وتائیدِ خداوندِ عالم سے انھیں دشمنانِ خدا پر فتحیاب کیا۔

راوی کا بیان ہے، اُس وقت جامع مسجد میں اہلِ عراق میں سے احنف بن قیس اور صعصعہ بن صوحان بھی موجود تھے۔

احنف بن قیس نے صعصعہ سے کہا: کیا تم کچھ کہوگے، یا مجھے اُٹھنا پڑے گا۔

صعصعہ نے کہا، نہیں، مَیں کافی ہوں تمھیں اُٹھنے کی ضرورت نہیں۔

یہ کہہ کر صعصعہ بن صوحان اُٹھے اور اُنھوں نے کہا: اے ابوسفیان کے بیٹے! تو نے تقریر کی اور بہت بلیغ تقریر کی، اور جو کچھ کہنا چاہا اس میں کوئی کوتاہی نہیں کی۔ مگر تو نے یہ کیسے

یہ کیا کہہ دیا۔ مجھے تو رسول اللہؐ و امیرالمومنین علیؑ ابنِ ابی طالبؑ اور اپنی مادرِ گرامی فاطمہؑ و حضرت حمزہؑ و حضرت جعفرؑ کی ملاقات کی زیادہ خواہش ہے اور اللہ تعالیٰ ہر مرنے والے کا قائم مقام، ہر مصیبت پر صبر دیتا اور ہر نقصان کا تدارک ضرور کر دیتا ہے۔

بھائی! تم نے میرے جگر کے ٹکڑے طشت میں دیکھے۔ مجھے معلوم ہے کہ مجھ سے یہ دغا کس نے کی اور یہ بھی جانتا ہوں کہ یہ زہر کہاں سے آیا۔ بتاؤ کہ تم اس کے ساتھ کیا سلوک کروگے؟

امام حسینؑ نے کہا: واللہ میں اُس کو قتل کر دوں گا۔

امام حسنؑ نے فرمایا: پھر تو میں تمھیں اس کا نام تا ابد نہ بتاؤں گا یہانتک کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے ملاقات کروں۔ لیکن اے بھائی یہ میرا وصیت نامہ لکھ کر رکھ لو۔

وصیت نامہ:

یہ وہ وصیت ہے جو حسنؑ ابنِ علیؑ نے اپنے بھائی حسینؑ ابنِ علیؑ کو کی ہے۔

وہ گواہی دیتے ہیں کہ اس اللہ کے سوا کوئی اللہ نہیں ہے وہ واحد ہے اُس کا کوئی شریک نہیں اور اُسی کی عبادت کرتے ہیں جو حقِ عبادت ہے اُس کے مُلک میں اُس کا کوئی شریک نہیں اور نہ اُس کا کوئی مُعین و مددگار ہے۔ اُس نے ہر شے کو پیدا کیا اور اُس کی تقدیر مقدّر کی۔ وہ سب سے زیادہ سزاوارِ عبادت ہے اور سب سے زیادہ مستحقِ حمد ہے۔ جس نے اُس کی اطاعت کی اُس نے ہدایت پائی اور جس نے نافرمانی کی وہ گمراہ ہوا جس نے توبہ کر لی وہ ہدایت یافتہ بن گیا۔

اے حسینؑ! میں تم کو اپنے تمام پسماندگان اپنے اہل اپنی اولاد اور اپنے اہلبیت کے متعلق یہ وصیت کرتا ہوں کہ اگر ان میں سے کسی سے کوئی خطا ہو جائے تو اُسے بحل کرنا اور ان میں سے کوئی نیکی کرے تو اسے قبول کر لینا۔ ان سب پر تم میرے قائم مقام ہو اور اُن سے والد کے برابر سلوک کرنا۔ اور مجھے رسول اللہؐ کے پہلو میں دفن کرنا کیونکہ میں اِس کا اُن لوگوں سے زیادہ مستحق ہوں اُن کے گھر میں بغیر اُن کی اجازت کے داخل کر دیے گئے اور یہ بھی نہیں ہے کہ آنحضرتؐ کے بعد کوئی اور کتاب آئی ہو جو قرآن کی ناسخ بن جائے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اپنی اُس کتاب میں جو اُس نے نبیؐ پر نازل فرمائی ہے ارشاد فرمایا ہے:

[illegible] النَّبِيِّ اِلَّآ

اَنْ يُّؤْذَنَ لَكُمْ " (سورۃ الاحزاب آیت ۵۳)

ترجمۂ آیت: (اے اہلِ ایمان! تم نبیؐ کے گھروں میں مت داخل ہو جب تک کہ تمھیں اجازت نہ دے دی جائے۔)

خدا کی قسم، رسولؐ کی حیات میں اِن لوگوں کو بغیر اِذن داخل ہونے کی اجازت نہیں ملی تھی اور نہ بعدِ وفاتِ رسولؐ انھیں رسولؐ کے گھر میں بغیر اِذن داخل ہونے کی اجازت ملی ہے۔ ہاں ہم لوگوں کو اس کی اجازت ہے کہ رسولؐ کے بعد ان کے گھر پر وراثتاً تصرّف کر سکیں۔

لیکن اگر وہ عورت دفن کرنے سے مانع ہو تو میں تمھیں قسم دیتا ہوں اس قرابتداری کی جو اللہ نے تمھیں دی اور اس رشتے داری کی جو تمھیں رسول اللہؐ سے حاصل ہے کہ میرے دفن کے سلسلے میں ہرگز کوئی خون نہ بہے۔ میں یوں ہی رسول اللہؐ سے ملاقات کروں گا اور اُن سے فریاد کروں گا اور بتاؤں گا کہ آپؐ کے بعد لوگوں نے میرے ساتھ کیا سلوک کیا۔"

اس کے بعد آپؑ انتقال فرما گئے۔

دفن کے حالات:

ابنِ عبّاس کا بیان ہے کہ پھر امام حسین علیہ السّلام نے مجھے اور عبداللہ ابنِ جعفرؑ و علی بن عبداللہ بن عبّاس کو بلایا اور فرمایا کہ: اپنے چچازاد بھائی کو غسل دو۔

چنانچہ ہم لوگوں نے غسل دیا، حنوط کیا، کفن پہنایا پھر اُن کا جنازہ لیکر چلے اور مسجد میں لے جاکر نمازِ جنازہ پڑھی۔ اِس کے بعد امام حسینؑ نے حکم دیا کہ جس گھر میں رسول اللہؐ دفن ہیں اُسے کھول دیا جائے۔

تو مروان بن حکم و آلِ ابی سفیان اور اولادِ عثمان بن عفّان میں سے جو لوگ وہاں موجود تھے اُنھوں نے مزاحمت کی اور کہا: بیچارے امیرالمومنین شہید جو ظلم کے ساتھ قتل کر دیے گئے وہ تو بقیع میں بدترین مقام پر دفن ہوں اور حسنؑ ابنِ علیؑ رسولؐ کے پہلو میں دفن کیے جائیں، یہ تو ہرگز نہ ہوگا جبتک کہ دونوں گروہوں کے درمیان تلواریں نہ لُوٹیں، نیزے دو ٹکڑے نہ ہوں اور تیر ایک دوسرے کے جسموں میں پیوست نہ ہوں۔

امام حسین علیہ السّلام نے فرمایا: اُس ذات کی قسم جس نے مکّے کو حرم قرار دیا ہے

علیؑ و فاطمہؑ کے فرزند حسنؑ، رسول اللہؐ اور اُن کے گھر کے اُن لوگوں سے زیادہ حقدار ہیں جو بغیرِ اذن آنحضرتؐ کے گھر میں دفن کر دیے گئے ہیں۔ نیز اُس سے بھی زیادہ یہاں دفن ہونے کے حقدار ہیں جو گناہوں کا بوجھ اُٹھائے ہوئے تھا جس نے ابوذرؓ کو شہر بدر کیا، جس نے عمارؓ کے ساتھ بدسلوکی کی، جس نے عبداللہؓ سے زیادتی کی جو طریدِ رسولؐ (رسولؐ کا شہر بدر کیا ہوا) کا حامی و مددگار بنا اور اسے واپس بُلایا۔ لیکن رسولؐ کے بعد تم لوگوں کے ہاتھ حکومت لگ گئی دشمنوں اور ان کی اولادوں نے تم لوگوں کا ساتھ دیا۔

ابنِ عبّاس کا بیان ہے کہ پھر ہم لوگ امام حسنؑ کا جنازہ اٹھا کر اُن کی ماں فاطمہ زہراؑ کی قبر کے پاس لے گئے اور ان کے پہلو میں انھیں دفن کر دیا اور وہاں سے میں سب سے پہلا شخص تھا جو واپس چلا تو مجھے کچھ اِدھر آنے والوں کے شور وغل کی آوازیں سنائی دیں۔ میں ڈرا کہ حسینؑ ابنِ علیؑ بڑھ کر آنے والوں کے مدِ مقابل نہ ہو جائیں۔ میں آگے بڑھا تو دیکھا کہ ایک شخص آمادۂ فساد ہے۔ یہ دیکھ کر میں تیزی سے آگے بڑھ گیا تو دیکھا کہ عائشہ چالیس سواروں کو لیے ہوئے ایک خچر پر سوار اُن کی قیادت کرتی اور انھیں قتال کا حکم دیتی ہوئی چلی آ رہی ہیں۔

مگر جب اُنھوں نے مجھے دیکھا تو آواز دی ہائے ابنِ عبّاس! اِدھر آؤ اِدھر آؤ تم لوگوں نے دنیا میں مجھے بہت دکھ دیے ہیں ایک مرتبہ کے بعد دوسری مرتبہ پھر اذیت پہنچائی تم لوگوں کا ارادہ ہے کہ میرے گھر میں ایسے شخص کو دفن کرو جسے نہ میں چاہتی ہوں اور نہ پسند کرتی ہوں۔

میں نے کہا، ہائے افسوس، ایک دن تم اونٹ پر سوار ہو کر جنگ کے لیے آئی تھیں اور آج تم خچر پر سوار ہو کر آمادہ جنگ و جدال ہو۔ تم تو چاہتی ہو کہ نورِ خدا کو بجھا دو اور اولیائے خدا سے جنگ کرو اور رسول اللہؐ اور اُن کے پیارے نواسے کے درمیان جدائی ڈالو کہ اُن کے پہلو میں دفن نہ ہونے پائیں۔ خیر، اب واپس جاؤ اللہ نے تمھارا مقصد پورا کر دیا اور امام حسنؑ اپنی ماں کے پہلو میں دفن ہو گئے اور اس کے ذریعے اللہ سے اُن کا تقرب اور بڑھ گیا اور تم لوگوں کی اللہ سے دوری اور بڑھ گئی۔ افسوس۔ واپس جاؤ مجھے معلوم ہو گیا کہ تمھارے دل میں کیا بات چھپی ہوئی ہے۔

ابنِ عبّاس کا بیان ہے کہ یہ سُن کر اُنھوں نے نظر اُٹھائی اور میرے چہرے کی طرف دیکھا اور چیخ کر کہا: ابنِ عبّاس! کیا تم لوگ ابھی جمل کو نہیں بھولے۔؟ واقعتاً تم لوگ بڑے کینہ پرور ہو۔

میں نے کہا: واللہ جب جنگِ جمل کو آسمان والے نہیں بھولے تو بھلا زمین والے کیسے بھول سکتے ہیں۔

یہ سن کر حضرت عائشہ واپس ہو گئیں۔

(۲۳) ارتکابِ جرم سے قبل سزا نہیں

حضرت امام جعفر صادق علیہ السّلام سے روایت ہے آپؑ نے فرمایا کہ ایک بار امام حسن علیہ السّلام نے اپنے اہلِ خانہ سے کہا جس طرح رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کو زہر سے شہید کیا گیا اسی طرح میں بھی زہر سے شہید کیا جاؤں گا۔

اہلِ خانہ میں سے کسی نے پوچھا، آپؑ کو کون زہر دے گا؟

آپؑ نے فرمایا: میری زوجہ جعدہ بنتِ اشعث بن قیس۔ معاویہ اس سے مل کر یہ سازش کرے گا اور اسے اِس کا حکم دے گا۔

اُنھوں نے کہا: پھر آپؑ اس کو گھر سے نکال دیں، اور اپنے آپ سے دُور ہٹا دیں۔

آپؑ نے فرمایا: کیسے نکال دوں؟ ابھی تو اُس سے جُرم صادر ہی نہیں ہوا اور اگر میں نکال بھی دوں تو اِس کے سوا مجھے کوئی دوسرا قتل نہیں کرے گا۔ پھر لوگوں کے سامنے اُس کے لیے ایک عذر بھی مہیّا ہو جائے گا۔

اس گفتگو کو کچھ ہی دن گذرے تھے کہ معاویہ نے جعدہ کو مالِ کثیر یعنی ایک لاکھ درہم دینے کا وعدہ کیا۔ نیز یہ بھی کہ یزیدؔ سے اس کا عقد کر دے گا اور اس کے ساتھ ہی اُس نے ایک زہر آلود شربت بھیجا تاکہ وہ امام حسنؑ کو وہ شربت پلا دے۔ (الخرائج والجرائح)

(۲۴) شیخینؓ کا پہلوئے رسولؐ میں دفن ازروئے قرآن جائز نہیں تھا

حضرت امام جعفر صادق علیہ السّلام سے روایت ہے کہ جب امام حسنؑ کا وقتِ وفات قریب آیا تو آپؑ نے شدّت سے گریہ فرمایا اور کہا:

”میں ایک ایسے امرِ عظیم و ہولناک کی طرف جا رہا ہوں جس سے میرا سابقہ کبھی نہیں پڑا تھا۔“

پھر آپؑ نے وصیّت فرمائی کہ مجھے بقیع میں دفن کیا جائے اور فرمایا: اے اخی! تم مجھے تابوت میں رکھ کر میرے جد کی قبر پر پہنچا دینا تاکہ میں ان سے اپنے عہد کی تجدید کر لوں۔

اور وہاں سے اُٹھا کر مجھے میری جدّہ ماجدہ فاطمہؑ بنتِ اسد کی قبر کے پاس لیجانا اور وہیں دفن کر دینا ، اور اے میرے ماں جائے ! تمھیں عنقریب معلوم ہو جائے گا کہ اس طرح وہ لوگ یہ سمجھیں گے کہ تم مجھے رسول اللہؐ کے پہلو میں دفن کرنا چاہتے ہو۔ وہ بڑھ کر روکیں گے مگر تمھیں اللہ کی قسم دیتا ہوں کہ میرے دفن کے سلسلے میں کسی کا خون نہ بہایا جائے۔

غرض جب امام حسین علیہ السلام اُن کو غسل و کفن دے چکے تو تابوت میں اُٹھا کر اپنے جد رسول اللہؐ کی قبر پر لے گئے تاکہ امام حسنؑ تجدیدِ عہد کر لیں ، اتنے میں مروان بن حکمؑ چند بنی امیہ کو لیکر آیا اور بولا :

عثمان تو مدینے کے بالکل کنارے پر دفن ہوں اور حسنؑ نبیؐ کے پہلو میں دفن ہوں ، یہ تو تا ابد نہیں ہو سکتا۔

پھر حضرت عائشہ بھی ایک خچر پر سوار ہو کر جا پہنچیں اور بولیں :

" تمھارا اور ہمارا کیا تعلق ؟ تم لوگ میرے گھر میں ایسے کو دفن کرنا چاہتے ہو جس کو میں پسند ہی نہیں کرتی۔

یہ سن کر ابنِ عباس نے مروانؑ سے کہا : ہم ان کو یہاں دفن کرنا نہیں چاہتے کیونکہ امام حسنؑ کو قبرِ رسولؐ کی حرمت کا زیادہ خیال تھا کہ یہاں قبر کھودنے میں کھدال کی آواز سے رسولؐ کو اذیت ہو گی جیسا کہ اس سے قبل دوسروں کی قبریں کھودنے میں آنحضرتؐ کو اذیت پہنچائی گئی اور وہ لوگ بلا اذنِ رسولؐ ان کے گھر میں داخل ہوئے۔ لہٰذا تم لوگ واپس جاؤ ہم امام حسنؑ کی وصیت کے مطابق انھیں بقیع میں دفن کریں گے۔

اس کے بعد عائشہ سے کہا : ہائے افسوس ، ایک دن خچر پر اور ایک دن جمل (اونٹ) پر۔ (ایک روایت میں ہے کہ انھوں نے کہا : ایک دن خچر پر سوار ہوتیں اور ایک دن اونٹ پر ، اب اگر زندہ رہیں تو ہاتھی پر بھی سوار ہو گی۔)

ابنِ عباس کے اس فقرے کو ایک بغدادی شاعر ابن الحجاج نے اپنے ایک قطعے میں اس طرح کہا ہے :

یا بنت ابی بکرٍ لا کان ولا کنتِ ۔۔۔ اے ابوبکر کی بیٹی ! نہ تمھارے باپ کا حق تھا
لک التسع من الثمن * وبالکل تملکتِ ۔۔۔ نہ تمھارا حق تھا۔ اس حجرے میں تمھارا صرف نواں حصہ تھا مگر تم پورے حجرے کی مالک بن گئیں۔
تجمّلتِ تبغّلتِ * ۔۔۔ تم اونٹ پر سوار ہو چکیں ، خچر پر سوار ہو چکیں۔
وَان عشتِ تفیّلتِ ۔۔۔ آئندہ زندہ رہیں تو ہاتھی پر بھی سوار ہو جاؤ گی۔

(نوٹ) شاعر مذکور کا یہ کہنا کہ اس حجرے میں حضرت عائشہ کا نواں حصہ تھا یہ صرف شاعرانہ تخیّل نہیں ہے بلکہ یہ ایک ایسی حقیقت ہے جس کے متعلق فضّال بن الحسن بن فضّال کوفی اور ابوحنیفہ کے درمیان مناظرے میں واضح گفتگو ہوئی تھی : ملاحظہ ہو :

○ فضّال اور ابوحنیفہ کا مناظرہ :

فضّال نے ابوحنیفہ سے پوچھا : یہ بتائیے کہ یہ آیت قرآنی :

" یَآ اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُیُوْتَ النَّبِیِّ اِلَّآ اَنْ یُّؤْذَنَ لَکُمْ " (سورۃ الاحزاب آیت ۵۳)

ترجمۂ آیت : (اے اہلِ ایمان ! تم نبیؐ کے گھروں میں داخل نہ ہو جبتک کہ تم کو اِذن نہ دیا جائے)

منسوخ ہے یا غیر منسوخ ؟

اُنھوں نے کہا : یہ آیت غیر منسوخ ہے۔

- فضّال : اچھا یہ بتائیے کہ رسول اللہؐ کے بعد تمام لوگوں میں سب سے بہتر کون ہے حضرت ابوبکر ہیں ، حضرت عمر ہیں یا حضرت علیؑ بن ابیطالبؑ ہیں ؟
- ابوحنیفہ : کیا تمھیں اتنا بھی نہیں معلوم کہ وہ دونوں حضرات ، رسول اللہؐ کی قبر کے پہلو میں مدفون ہیں ؟ اب اس سے بڑھ کر تم ان دونوں کی کیا فضیلت اور کون سی دلیل چاہتے ہو ؟
- فضّال : مگر ان دونوں نے یہ ظلم کیا ہے کہ اپنے دفن کے لیے ایسی جگہ کی وصیّت کی جس میں ان کا کوئی حق نہ تھا اور اگر بالفرض وہ جگہ اُن کی تھی بھی تو وہ رسول اللہؐ کو ہبہ کر چکے تھے اور یہ بھی بُرا کیا کہ اپنی ہبہ شدہ جگہ رسول اللہؐ سے واپس لے لی اور رسول اللہؐ سے کیے ہوئے عہد کو توڑ دیا۔ اور آپ پہلے ہی اقرار کر چکے ہیں کہ آیت " یَآ اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُیُوْتَ النَّبِیِّ اِلَّآ اَنْ یُّؤْذَنَ لَکُمْ " منسوخ نہیں ہوئی ہے۔ (پھر یہ رسول اللہؐ کے اذن کے بغیر اس میں کیسے داخل ہوتے)

یہ سن کر ابوحنیفہ نے گردن جھکا لی ، تھوڑی دیر سوچتے رہے پھر بولے :

ہاں یہ جگہ ان دونوں کی تو نہیں تھی مگر ان دونوں نے حضرت عائشہ اور حضرت حفصہ کے حصّے کو پیشِ نظر رکھ کر وصیّت کی اور اپنی بیٹیوں کے حقوق کی وجہ سے اس جگہ دفن ہونے کے مستحق تھے۔

فضال: آپ کو معلوم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب انتقال فرمایا تو نو ۹ ازواج چھوڑیں اور چونکہ آنحضرتؐ کی اولاد حضرت فاطمہؑ تھیں اس لیے ازواج کا میراث میں سے آٹھواں حصّہ ہوتا ہے۔ اور اس آٹھویں حصّے میں آپؐ نو ۹ ازواج۔ یعنی ہر زوجہ کو میراث میں سے بہتّرواں حصّہ تھا۔ اب ذرا اس حجرے کی پیمائش کر کے دیکھ لیں کتنا طول ہے اور کتنا عرض ہے۔ تو شاید ایک زوجہ کے حصّے میں ایک بالشت سے زیادہ زمین نہیں آئے گی۔ پھر ایک بالشت زمین میں دو۲ مرد کیسے مستحقِ دفن ہو گئے؟

علاوہ بریں عائشہ اور حفصہ کیسے رسولؐ کی میراث کی مستحق بن گئیں جبکہ فاطمہ زہراؑ کو یہ کہہ کر منع کر دیا گیا کہ انبیاءؑ کا کوئی وارث نہیں ہوتا۔ اس پر تو کئی طرح سے کھلا ہوا نقض وارد ہوتا ہے؟

ابوحنیفہ: اس کو میری مجلس سے نکال باہر کرو۔ یہ تو خبیث رافضی ہے۔

(الخرائج والجرائح)

(۲۵) حالاتِ وفات حسبِ روایت مغیرہ

جریر نے مغیرہ سے روایت کی ہے کہ معاویہ نے جعدہ بنت اشعث بن قیسؔ کے پاس پیغام بھیجا کہ اگر تم حسنؑ کو زہر دیکر ختم کر دو تو میں تمھارا عقد اپنے بیٹے یزیدؔ سے کر دوں گا۔ (اور اسے ایک لاکھ درہم بھی بھیجنے کا وعدہ کیا)

چنانچہ جعدہ نے امام حسن علیہ السّلام کو زہر دے دیا۔ معاویہ نے اُسے رقم تو دیدی مگر یزیدؔ سے اس کا عقد نہیں کیا۔ اور آلِ طلحہ میں سے ایک شخص نے اس کو اپنی زوجیت میں رکھ لیا، اُس سے اس کی اولادیں ہوئیں۔ چنانچہ جب قریشی خاندانوں میں سے کسی سے ان کا جھگڑا ہوتا تو وہ (قریش) کہتے "اے شوہر کو زہر دینے والی کی اولاد"

عیسیٰ بن مہران نے اپنے اسناد کے ساتھ عمر بن اسحاق سے روایت کی ہے کہ میں ایک مرتبہ امام حسنؑ اور امام حسینؑ کے ساتھ اُن کے گھر بیٹھا ہوا تھا کہ امام حسنؑ زنان خانے [illegible] زہر دیا جاچکا تھا، مگر اب کی مرتبہ جیسا سخت

زہر مجھے کبھی نہیں دیا گیا تھا۔ میرے منھ سے جگر کے ٹکڑے گرے تو میں نے انھیں اپنی چھڑی سے کُرید کر دیکھا۔

امام حسینؑ نے عرض کیا: یہ زہر آپؑ کو کس نے پلایا ہے؟

امام حسنؑ نے فرمایا: تمھارا کیا ارادہ ہے؟ کیا تم اس کو قتل کرو گے؟ فرض کرو کہ جس پر میرا گمان ہے اگر وہی ہے تو اللہ تم سے زیادہ اُس سے باز پُرس کرنے پر قادر ہے۔ اور اگر وہ نہیں ہے تو میں نہیں چاہتا کہ ایک بیگناہ شخص کو سزا دی جائے۔

عبداللہ بن ابراہیم نے زیاد مخارقی سے روایت کی ہے۔ اُن کا بیان ہے کہ:

جب امام حسن علیہ السّلام کا وقتِ وفات قریب آیا تو آپؑ نے امام حسین علیہ السّلام کو بُلایا اور فرمایا: اے بھائی! اب میں تم سے جدا ہو رہا ہوں اور اپنے رب سے ملاقات کروں گا، مجھے ایسا زہر پلایا گیا ہے کہ جس سے میرا جگر ٹکڑے ٹکڑے ہو کر طشت میں گر رہا ہے اور مجھے معلوم ہے کہ یہ زہر مجھے کس نے پلایا اور یہ کہاں سے آیا ہے، مگر صرف اللہؔ سے اس کا انصاف چاہوں گا تمھیں میرے حق کی قسم، تم اس سلسلے میں کوئی اقدام نہ کرنا۔ بلکہ انتظار کرو اور دیکھو کہ اللہؔ میرے معاملے میں کیا کرتا ہے۔

جب میں انتقال کر جاؤں تو میری آنکھیں بند کرنا، غسل دینا، کفن پہنانا اور ایک تابوت میں رکھ کر مجھے میرے جد کی قبر پر لے جانا۔ تاکہ میں اُن سے تجدیدِ عہد کر لوں، پھر وہاں سے مجھے میری جدّہ ماجدہ فاطمہ بنتِ اسدؑ کی قبر کے پاس لیجا کر دفن کر دینا اور اے میرے ماں جائے! تم دیکھو گے یہ قوم یہ سمجھے گی کہ تم مجھے قبرِ رسولؐ کے پہلو میں دفن کرنا چاہتے ہو، اس لیے وہ لوگ آگے بڑھ کر تم کو روکیں گے، مگر میں تمھیں اللہؔ کا واسطہ دیتا ہوں، تم میرے دفن کے سلسلے میں کسی کا خون نہ بہانا۔

اس کے بعد آپؑ نے اپنے اہل و عیال و اولاد و متروکات کے متعلق امام حسینؑ سے بالکل اسی طرح وصیّت کی جیسے امیرالمومنینؑ اپنا قائم مقام مقرر کرتے وقت اُن کو وصیّت فرما چکے تھے اور شیعوں کو آگاہ کر دیا تھا کہ میں نے ان کو اپنا خلیفہ بنایا۔ اور اس طرح اپنے بعد کے لیے نیابت کی نشاندہی فرما دی تھی۔

جب امام حسن علیہ السّلام رحلت فرما گئے تو امام حسین علیہ السّلام نے ان کو غسل دیا، کفن پہنایا اور ایک تابوت میں رکھ کر لے چلے تو مروانؔ اور بنی امیّہ کے افراد جو اس کے ساتھ تھے کو یقین ہو گیا کہ یہ لوگ حسنؑ کو رسول اللہؐ کے پہلو میں دفن کرنے والے ہیں۔

یہ دیکھ کر سب جمع ہو گئے اور اپنے اسلحوں سے آراستہ ہو گئے۔ جب امام حسینؑ اس

تابوت کو لیے ہوئے قبرِ رسولؐ پر پہنچے تاکہ امام حسنؑ رسول اللہؐ سے اپنے عہد کو تازہ کریں، کہ اتنے میں سب لوگ یلغار کرتے ہوئے آگئے اور حضرت عائشہ بھی ایک خچر پر سوار ہو کر آئیں اور ان لوگوں میں شامل ہوگئیں اور یہ کہنے لگیں کہ تم لوگوں کا مجھ سے کیا لگاؤ، تم لوگ میرے گھر میں ایسے شخص کو دفن کرنا چاہتے ہو جس کو میں پسند نہیں کرتی۔

پھر مروانؔ بولا : عثمان تو مدینے کے بالکل کنارے پر دفن ہوئے اور حسنؑ آنحضرتؐ کے پہلو میں دفن ہوں گے ؟ یہ تو تاابد نہیں ہو سکتا، میں ابھی تلوار اٹھاتا ہوں۔

پھر بنی امیہ اور بنی ہاشم کے درمیان فساد کھڑا ہوگیا۔

یہ دیکھ کر ابنِ عباس تیزی سے آگے بڑھے اور مروان سے کہا: مروانؔ! واپس ہو ہم لوگوں کا ارادہ ان کو یہاں دفن کرنے کا نہیں ہے بلکہ چاہتے ہیں کہ انھیں قبرِ رسولؐ کی زیارت کرا دیں، پھر انھیں واپس لیجائیں گے اور ان کی وصیت کے مطابق انھیں ان کی جدّہ ماجدہ حضرت فاطمہؑ بنتِ اسد کے پہلو میں دفن کریں گے اور اگر یہ وصیت کر جاتے کہ مجھے رسول اللہؐ کے پہلو میں دفن کرنا، تو پھر ہم دیکھ لیتے کہ تم انھیں یہاں کیسے دفن نہیں ہونے دیتے۔ اور ہمیں کیسے روکتے ہو۔ امام حسنؑ کو اللہ اور اس کے رسولؐ اور رسولؐ کی قبر کی حرمت کا زیادہ علم تھا وہ نہیں چاہتے تھے کہ رسول اللہؐ جہاں محوِ خواب ہیں وہاں میری قبر کھودنے کے لیے بیلچے اور کدال چلیں اور انھیں اذیت ہو۔ جیسا کہ اس سے قبل دوسروں کے لیے کدال اور بیلچے چل چکے ہیں اور انؐ کے اذن کے بغیر وہاں دفن کر دیے گئے ہیں۔

اس کے بعد ابنِ عباس عائشہ کی طرف متوجہ ہوئے اور بولے۔ ہائے افسوس ایک دن خچر پر اور ایک دن اونٹ پر، کیا تم نورِ خدا کو بجھا دینا اور اولیاءِ اللہ سے جنگ کرنا چاہتی ہو ؟ واپس جاؤ۔ جس سے تم ڈرتی تھیں اللہ نے اس کا انتظام کر دیا ہے تمھاری مراد پوری ہوئی۔ خدا کی قسم اسی گھر والے کامیاب و کامران ہوں گے خواہ اس میں کچھ وقت لگے۔

اور امام حسین علیہ السلام نے فرمایا: خدا کی قسم، اگر میرے بھائی حسنؑ نے قسم نہ دی ہوتی کہ ان کے دفن کے معاملے میں خون نہ بہایا جائے تو تم لوگ دیکھ لیتے کہ یہ اللہ کی تلواریں کس طرح تمھیں ٹھکانے لگا دیتیں۔ اس لیے کہ ہمارے اور تمھارے درمیان جو معاہدہ ہوا تھا اس کو تم لوگوں نے توڑ دیا اور صلح کی جو شرائط مقرر تھیں انھیں تم لوگوں نے معطل کر دیا۔

یہ کہہ کر آپؑ امام حسن علیہ السلام کے جنازے کو لیکر بقیع میں گئے اور وہاں ان کی جدّہ ماجدہ حضرت فاطمہ بنتِ اسدؑ بن ہاشم بن عبدِ مناف کے پہلو میں انھیں دفن کر دیا۔

(الارشاد صـ۱۷۴ - ۱۷۶)

○ جنازۂ امام حسنؑ پر تیروں کی بارش

مناقب میں بھی اختصار کے ساتھ مذکورہ روایت موجود ہے مگر اس میں اتنا اور ہے کہ: پھر ان لوگوں نے امام حسنؑ کے جنازے پر تیروں کی بارش شروع کر دی چنانچہ ستّر تیر آپؑ کے جنازے میں پیوست ہوگئے۔

اس کے بعد ابنِ عباس نے حضرت عائشہ سے پکار کر کہا: تم اونٹ پر سوار ہو چکیں خچر پر سوار ہو چکیں اب اگر زندہ رہیں تو ہاتھی پر بھی سوار ہو لینا۔

(مناقب آلِ ابیطالب جلد۴ صـ۴۴ - ۴۲ - ۲۹)

(۲۶) سببِ وفات صاحبِ "الارشاد" کے نزدیک

کتاب "الارشاد" میں ہے کہ جب امام حسن علیہ السلام اور معاویہ کے درمیان صلح ہو چکی تو امام حسنؑ مدینے واپس آگئے وہاں صبر و تحمل کے ساتھ کاظمین الغیظ کی طرح خانہ نشین ہو کر مشیّتِ باری کے منتظر رہے یہاں تک کہ معاویہ کی حکومت کے دس سال پورے ہوگئے اور اس نے لوگوں سے اپنے بیٹے یزید کے لیے بیعت حاصل کرنے کا ارادہ کیا اور جعدہ بنتِ اشعث بن قیس زوجۂ حضرت امام حسن علیہ السلام کے پاس اپنا جاسوس بھیجا جس نے اُسے امام حسنؑ کو زہر دینے پر تیار کر لیا۔ معاویہ نے اس سے یہ وعدہ کیا کہ (امام حسنؑ کے بعد) وہ اُس کا عقد اپنے بیٹے یزید سے کر دے گا۔

پھر اس کے پاس ایک لاکھ درہم بھی بھیج دیے۔

چنانچہ جعدہ نے امام حسنؑ کو زہر پلا دیا اور وہ چالیس دن بسترِ علالت پر رہے پھر ماہِ صفر ۵۰ھ میں رحلت فرما گئے۔ وقتِ وفات آپؑ کی عمر ۴۸ سال تھی آپؑ کی خلافت و امامت دس سال رہی۔ آپؑ کے بھائی اور آپؑ کے وصی امام حسین علیہ السلام نے آپؑ کو غسل دیا کفن پہنایا اور بقیع کے اندر اُن کی جدّۂ ماجدہ فاطمہؑ بنتِ اسد بن ہاشم بن عبدِ مناف کی قبر کے پہلو میں دفن کر دیا۔

(الارشاد صـ۱۷۴)

(۲۸) امام حسنؑ کو سونے کا بُرادہ پلایا گیا

کتاب "الانوار" میں ہے کہ امام حسن علیہ السلام نے فرمایا کہ مجھے اس سے پہلے دو بار زہر دیا جا چکا ہے۔ یہ تیسری بار ہے۔

- یہ بھی کہا گیا ہے کہ آپؑ کو سونے کا بُرادہ پلایا گیا تھا۔
- روضۃ الواعظین میں عمیر بن اسحاق کی روایت ہے کہ امام حسن علیہ السلام نے فرمایا: مجھے کئی بار زہر پلایا جا چکا ہے مگر اس مرتبہ جیسا زہر تو مجھے اس سے قبل پلایا ہی نہیں گیا تھا اِس سے تو میرے جگر کے ٹکڑے ٹکڑے ہو کر گر رہے ہیں میں نے اسے اپنی چھڑی سے الٹ پلٹ کر دیکھا ہے۔
- عبداللہ نے مخارق سے روایت کی ہے کہ امام حسن ؑ نے امام حسین ؑ سے کہا: اے برادر! اب میں تم سے جدا ہو رہا ہوں اور اپنے رب سے ملاقات کروں گا مجھے زہر پلایا گیا ہے اور میرے جگر کے ٹکڑے طشت میں گر رہے ہیں۔ مجھے معلوم ہے کہ زہر مجھے کس نے پلایا اور یہ کہاں سے آیا مگر میں اس کا شکوہ اللہ ؑ سے کروں گا۔

امام حسین ؑ نے پوچھا: یہ زہر آپؑ کو کس نے پلایا؟

آپؑ نے فرمایا: تم یہ پوچھ کر کیا کرو گے؟ کیا اُس کے قتل کرنے کا ارادہ ہے؟ اگر وہ وہی ہے جس پر مجھے گمان ہے تو تم جتنی سزا دو گے اس سے زیادہ اللہ اُس کو سزا دے گا۔ اور اگر یہ زہر پلانے والا وہ نہیں ہے تو میں نہیں چاہتا کہ کسی بے گناہ کو سزا ملے۔

- ایک روایت میں ہے کہ آپؑ نے فرمایا: تمھیں میرے حق کی قسم، اب اِس معاملے میں کوئی بات نہ کرنا۔ اور انتظار کرو۔ دیکھو کہ اللہ کی مشیت میرے لیے کیا ہے؟
- ایک روایت میں ہے کہ آپؑ نے فرمایا: میں تمھیں اللہ کی قسم دیتا ہوں ہرگز کسی کا خون نہ بہانا۔
- ربیع الابرار زمخشری اور عقد الفرید ابنِ عبدربہ میں مرقوم ہے کہ جب معاویہ کو امام حسنؑ کی موت کی خبر پہنچی تو وہ اور اس کے گرد جو لوگ تھے وہ سب سجدۂ شکر میں گر پڑے۔ پھر اُس نے اور اُس کے گرد بیٹھنے والوں نے تکبیر کہی اور

نعرۂ تکبیر کی آواز سن کر ابنِ عباسؓ اُس کے پاس گئے۔ تو:

معاویہ نے پوچھا: اے ابنِ عباس! کیا ابو محمدؑ نے وفات پائی؟

ابنِ عباسؓ نے کہا: ہاں، اللہ ان پر اپنی رحمت نازل فرمائے، میرے کانوں میں تم لوگوں کے سجدۂ شکر اور تکبیروں کی آوازیں پہنچیں، مگر خدا کی قسم ان کی موت سے تمھاری قبر کا منھ تو بند نہیں ہو جائے گا، اور اُن کی موت سے تمھاری عمر میں اضافہ بھی نہیں ہو جائے گا۔

معاویہ نے کہا: میرا خیال ہے کہ پسماندگان میں بہت چھوٹے چھوٹے بچے چھوڑے ہیں اور دولت بھی معمولی چھوڑی ہے۔

ابنِ عباسؓ نے کہا: امام حسنؑ اپنے بچوں کا سرپرست جس کو بنا گئے ہیں وہ تو نہیں ہے کوئی اور ہے۔ (تجھے کیا فکر پڑ گئی۔)

- اور ایک روایت میں ہے کہ معاویہ نے کہا: ہم لوگ چھوٹے چھوٹے سے تھے ساتھ ساتھ بڑے ہوئے۔

ابنِ عباس نے کہا: مگر اب تو تم سردارِ قوم ہو جاؤ گے۔

معاویہ نے کہا: مگر ابھی حسینؑ ابن علیؑ جو موجود ہیں۔

(ربیع الابرار زمخشری۔ عقد الفرید ابنِ عبدربہ)

(۲۹) وقتِ احتضار

حکایت کی گئی ہے کہ جب امام حسن علیہ السلام کا وقتِ احتضار آیا تو امام حسینؑ نے ان سے کہا: اے برادر! میں چاہتا ہوں آپؑ کا حال معلوم کروں کہ موت کیسے آتی ہے؟

امام حسن ؑ نے فرمایا: کہ میں نے نبی صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم سے سُنا ہے وہ فرماتے تھے کہ جب تک ہم اہلِ بیتؑ کے جسم میں روح رہتی ہے عقل بھی رہتی ہے غائب نہیں ہوتی۔ اچھا تم میرے ہاتھ میں اپنا ہاتھ دو۔ جب مَلک الموت آئے گا تو میں تم کو اشارہ کروں گا۔

امام حسینؑ نے اپنا ہاتھ اُن کے ہاتھ میں دے دیا۔ تھوڑی دیر میں اُنھوں نے امام حسینؑ کے ہاتھ کو دبایا تو امام حسینؑ نے اپنا کان اُن کے منھ کے قریب کر دیا۔

امام حسنؑ نے کہا: موت کا فرشتہ آ گیا ہے اور اس نے مجھے بشارت دی ہے کہ اے حسنؑ! اللہ تم سے راضی ہے اور تمھارے جد شافع ہیں۔

(مناقب)

(۳۰) بھائی کی موت پر امام حسینؑ کا مرثیہ

امام حسین علیہ السّلام نے اپنے بھائی کی موت پر یہ شعر پڑھا :

ان لم امت اسفا علیك فقد	(اے بھائی !) اگر میں آپؑ (کی موت) کے غم
اصبحت مشتاقا الی الموت	میں (آپؑ کی جدائی پر) نہ مر سکا تو موت کا مشتاق ضرور بن گیا ہوں ۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السّلام سے روایت ہے کہ ایک دن امام حسنؑ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی آغوش میں بیٹھے ہوئے تھے کہ یک بیک سر اُٹھایا اور عرض کیا : بابا ! جو شخص آپؐ کی موت کے بعد آپؐ کی زیارت کرے اُس کے لیے کیا ثواب ہے ؟

آنحضرتؐ نے فرمایا :

" یا بُنَیَّ ! مَن اَتانی زائرًا بعد مَوتی فلہُ الجنّۃ
وَمَن اَتا اَباكَ زائرًا بعد موتہ فلہ الجنّۃ
وَمَن اَتاكَ زائرًا بعد موتكَ فلہ الجنّۃ "

یعنی (اے فرزند ! جو شخص میری موت کے بعد میری زیارت کو آئے گا اس کے لیے جنّت ہے
اور جو شخص تمھارے والد کی موت کے بعد اُن کی زیارت کو جائے گا اس کے لیے بھی جنّت
اور جو شخص تمھاری موت کے بعد تمھاری زیارت کو جائے گا اس کے لیے بھی جنّت

(مناقب ص۴۶ - ۴۵)

(۳۱) تاریخِ ولادت و وفاتِ شہادت

کشف الغمّہ میں کمال الدّین ابنِ طلحہ نے تحریر کیا ہے کہ امام حسنؑ نے ۷ ربیع الاوّل ۴۹ سنہ ھ میں وفات پائی اور کہا جاتا ہے کہ ۵۰ سنہ ھ میں اور اُس وقت آپؑ کی عمر ۴۷ سال تھی ۔

- حافظ حنابدی کا بیان ہے کہ امام حسن علیہ السّلام ۱۵ رمضان ۳ سنہ ھ میں پیدا ہوئے اور اُنھوں نے ۴۹ سنہ ھ میں شہادت پائی ۔ آپؑ کو کئی بار زہر پلایا گیا وہ چالیس دن بیمار رہے ۔
- دولابی نے اپنی کتاب " العترۃ الطاھرۃ " میں تحریر کیا ہے کہ حضرت علی علیہ السّلام کا نکاح حضرت فاطمہؑ سے ہوا اور اُن سے جنگِ اُحد کے دو سال بعد امام حسنؑ پیدا ہوئے اور جنگِ اُحد اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے مدینہ میں آمد کے درمیان دو سال چھ مہینے اور پندرہ دن کا فرق ہے ۔ اس حساب سے امام حسنؑ کی ولادت ہجرت کے چار سال اور چھ ماہ بعد (یعنی ۵ سنہ ھ میں) ہوئی
- یہ بھی روایت کی گئی ہے کہ ماہِ رمضان ۳ سنہ ھ میں آپؑ کی ولادت ہوئی اور وقتِ وفات آپؑ کی عمر ۴۵ سال تھی ۔ وفات کے بعد امام حسینؑ اور اُن کے دونوں بھائی محمدؑ و عبّاسؑ نے اُن کو غسل دیا ۔ سعید بن العاص نے اُن کی نمازِ جنازہ پڑھائی ۔ آپؑ کی وفات ۴۹ سنہ ھ میں ہوئی
- (شیخ محمد یعقوب) کلینی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ حضرت امام حسنؑ بن علیؑ جنگِ بدر کے سال ۲ سنہ ھ میں پیدا ہوئے ۔ اور یہ بھی روایت کی گئی ہے کہ ۳ سنہ ھ میں تولّد ہوئے ۴۹ سنہ ھ ماہِ صفر کے آخری دنوں میں آپؑ کی وفات ہوئی ۔ اُس وقت آپؑ کی عمر ۴۷ سال چند ماہ تھی ۔
- ابنِ خشّاب نے تحریر کیا ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السّلام اور حضرت امام محمد باقر علیہ السّلام نے ارشاد فرمایا کہ : حضرت ابو محمد حسنؑ بن علیؑ کی عمر آپؑ کی وفات کے وقت ۴۷ سال تھی اور اُن کے بھائی حسینؑ ابنِ علیؑ اور اُن کی عمر میں صرف مدّتِ حمل کا فرق تھا ۔ اور حضرت ابو عبداللہ امام حسینؑ کے حمل کی مدّت چھ ماہ تھی اور ایسا کوئی مولود نہیں جو چھ ماہ پر تولّد ہوا ہو اور پھر زندہ بھی رہا ہو سوائے حضرت امام حسینؑ ابن علیؑ اور حضرت عیسیٰؑ بن مریمؑ کے ۔

حضرت ابو محمد امام حسن علیہ السّلام اپنے جد کے ساتھ سات سال اور جدِّ امجد کی وفاتِ شہادت کے بعد اپنے والد کے ساتھ تیس سال اور امیر المومنینؑ کی وفاتِ شہادت کے بعد دس سال زندہ رہے ۔ اس حساب سے آپؑ کی عمر ۴۷ سال ہوتی ہے ۔ یہ ہے آپؑ کی عمر کے متعلق اختلاف ۔

(کشف الغمّہ جلد ۲ ص۱۲۰ - ۱۲۱)

(۱) تعدادِ اولاد اور اُن کے حالات

کتاب الارشاد میں مرقوم ہے کہ

حضرت امام حسنؑ ابنِ علیؑ کی اولاد میں پسر و دختر سب مل کر پندرہ تھی۔ (جنکے نام یہ ہیں

(۱) زید بن حسنؑ اور اُن کی بہنیں (۲) اُمّ الحسن اور (۳) اُمّ الحسین اور ان تینوں کی ماں اُمّ بشیر بنتِ ابو مسعود بن عقبہ ابنِ عمر بن ثعلبہ خزرجی تھیں۔

(۴) حسن بن حسنؑ، ان کی ماں خولہ بنتِ منظور فزاری تھیں

(۵) عمرو بن حسنؑ، اور ان کے دونوں بھائی۔ (۶) قاسمؑ (۷) عبداللہ ان کی ماں اُمِّ ولد تھیں۔ (۸) عبدالرحمٰن بن حسنؑ، ان کی ماں بھی اُمِّ ولد تھیں۔

(۹) حسین بن حسنؑ الملقّب بہ اثرمؑ اور ان کے بھائی (۱۰) طلحہ بن حسنؑ اور ان کی بہن (۱۱) فاطمہ بنتِ حسنؑ، ان لوگوں کی ماں اُمِّ اسحاق بنتِ طلحہ بن عبیداللہ تیمی تھیں۔

(۱۲) نیز اُمِّ عبداللہ و (۱۳) فاطمہ و (۱۴) اُمِّ سلمہ و (۱۵) رقیّہ، امام حسنؑ کی یہ دختران مختلف اُمّہات سے تھیں۔ (الارشاد ص۱۷۶)

مگر کتاب اعلام الوریٰ میں ہے کہ امام حسن علیہ السّلام کی سولہ اولاد تھیں۔ اس میں انھوں نے ابوبکر کا اضافہ کیا ہے۔ اور یہ بھی کہا ہے کہ عبداللہ بن حسنؑ امام حسین علیہ السّلام کے ساتھ شہید ہوئے۔

(۲) زید بن حسنؑ کی شخصیت

زید بن حسنؑ، رسول اللہؐ کے صدقات کے متولّی تھے۔ یہ امام حسنؑ کی

اولاد میں سب سے بڑے اور جلیل القدر، کریم الطّبع، شریف النّفس اور کثیر البر (سخی) تھے۔ شعراء نے ان کی مدح کی ہے۔ تمام اطراف سے لوگ اُن کے کرم سے فیضیاب ہوتے آئے تھے۔ اصحابِ سیَر نے لکھا ہے کہ:

"زید بن حسنؑ صدقاتِ رسولؐ کے متولّی تھے۔ جب سلیمان بن عبدالملک خلیفہ بنا تو اُس نے اپنے مدینے کے عامل کو یہ لکھ بھیجا کہ "امّا بعد، جب میرا یہ حکمنامہ تمھیں ملے تو زید بن حسنؑ کو تولیت سے معزول کردو اور اُن کی قوم میں سے فلاں فلاں کو متولّی بنا دو اور جن اُمور میں اس کو مدد درکار ہو تم اُس کی مدد کرو۔"
والسّلام۔

مگر جب عمر ابنِ عبدالعزیز خلیفہ ہوا تو اُس کی طرف سے یہ حکمنامہ آیا:

"امّا بعد، زید بن حسنؑ شریف بنی ہاشم اور سن میں سب سے بڑے ہیں جب یہ حکمنامہ تم کو ملے صدقاتِ رسولؐ اُن کو واپس کردو۔ اور جو مدد اُن کو درکار ہو اُن کی مدد کرو۔"
والسّلام

زید بن حسنؑ نے نوّے سال میں وفات پائی۔ مختلف شعراء نے اُن کے مرثیے کہے، جن میں اُن کے محامد و فضائل کا تذکرہ کیا ہے۔ (الارشاد ص۱۷۶-۱۷۷)

(۳) زید بن حسنؑ کے بنی اُمیّہ سے تعلّقات

کتاب "الارشاد" میں یہ بھی ہے کہ زید بن حسنؑ نے اپنی عمر میں کبھی بھی دعوائے امامت نہیں کیا، اور نہ شیعوں میں سے کسی نے یا اُن کے علاوہ کسی نے اُن کی امامت کا دعویٰ کیا۔ وجہ یہ ہے کہ شیعوں میں دو گروہ ہیں۔ امامی اور زیدی۔ امامیہ شیعہ امامت کے متعلق نص پر اعتماد کرتے ہیں اور اولادِ حسنؑ کے لیے نص بالاتفاق معدوم ہے اور اُن کی اولاد میں سے کسی نے کبھی دعوائے امامت نہیں کیا تاکہ اس میں شک واقع ہو اور زیدی شیعہ حضرت علیؑ، حضرت امام حسنؑ اور حضرت امام حسینؑ کے بعد امامت کے لیے دعوت اور جہاد کو معیار قرار دیتے ہیں۔

زید بن حسنؑ بنی اُمیّہ سے صلح و آشتی کا رویّہ اختیار کیے ہوئے تھے اور اُن کی طرف سے بہت سے کاموں کی ذمّہ داریاں سنبھالے ہوئے تھے۔ اُن کی رائے تھی کہ دشمنوں کے شر سے بچنے کے لیے تقیّہ کرنا چاہیے، اُن کی تالیفِ قلب اور مدارات

ہونی چاہیے۔ اور یہ بات زیدیوں کے معیارِ امامت کے بالکل خلاف تھی۔ جیسا کہ میں اوپر بتا چکا ہوں۔

اب رہ گئے حشویہ، تو بنی امیہ کی امامت ہی اُن کا دین وایمان ہے۔ وہ کسی حال میں بھی، اولادِ رسولؐ کو مستحقِ امامت نہیں سمجھتے۔ اور معتزلہ تو اُن کی رائے میں امامت کا حق اُسی کو ہے جو معتزلی خیالات رکھتا ہو، اور اُن میں سے بھی وہ جس کو لوگوں نے شوریٰ یا انتخاب سے امام بنایا ہو۔ اور زید بن حسنؑ جیسا کہ میں نے پہلے بتایا کہ وہ ان باتوں سے بالکل الگ تھے۔

اور خوارج کے نزدیک امامت کا حق اُسے ہرگز نہیں جو امیر المومنین علیہ السلام سے تولّا اور دوستی رکھتا ہو۔ اور اس میں کوئی اختلاف نہیں کہ زید بن حسنؑ اپنے اَب وجد سے تولّا رکھتے

○ حسن بن حسنؑ کے حالات

حسن بن حسنؑ، بھی ایک جلیل القدر رئیس، صاحبِ فضل وصاحبِ تقویٰ اور امیر المومنین علیہ السلام کے اوقاف کے متولّی تھے۔ حجّاج بن یوسف سے ان کا ایک مرتبہ اُلجھاؤ پیدا ہوگیا تھا۔

زبیر بن بکار کا بیان ہے کہ حسن بن حسنؑ امیر المومنینؑ کے اوقاف کے متولی ان کے زمانے ہی سے تھے۔ ایک دن حجّاج بن یوسف جو اُس وقت والیٔ مدینہ تھا، اپنے خدم وحشم کے ساتھ چلا اور اُس نے حسن بن حسنؑ سے کہا کہ تم عمر بن علی کو اس وقف میں شریک کر لو، آخر وہ بھی تمہارے چچا ہیں اور تمہارے خاندان کے ہیں۔

حسن بن حسنؑ نے کہا، حضرت علی علیہ السلام نے وقف میں جو شرط رکھی ہے میں اُس کے اندر تو تبدیلی نہیں کروں گا اور جس کو حضرت علی علیہ السلام نے شریک نہیں کیا میں اس کو ہرگز شریک نہ کروں گا۔

حجّاج بن یوسف نے کہا، اگر تم شریک نہ کروگے تو میں جبراً ان کو شریک کر دوں گا۔

یہ سُن کر حسن بن حسنؑ نے حجّاج کو ذرا غافل پایا تو اُلٹے پاؤں واپس ہوئے اور عبدالملک کے پاس چلے گئے اور اُس کے دروازے پر پہنچ کر اذنِ باریابی کے لیے کھڑے ہوگئے۔ اِدھر یحییٰ بن اُمِّ حکم کا گذر ہوا، جب اُس نے انھیں دیکھا تو پلٹ کر واپس آیا، انھیں سلام کیا آنے کی وجہ دریافت کی۔ اُنھوں نے وجہ بتائی تو اُس نے کہا، اچھا، میں امیر المومنین کے پاس جاکر تمہاری مدد کروں گا۔

جب حسن بن حسنؑ کو اِذنِ باریابی ملا اور یہ اندر گئے تو عبدالملک نے انھیں خوش آمدید کہا اور حال پوچھا۔ (حسن بن حسنؑ کے بال اُس وقت سفید ہو چکے تھے) یحییٰ بن اُمِّ حکم بھی وہیں دربار میں موجود تھا۔

عبدالملک نے کہا: اے ابو محمدؑ! تم بہت جلد بوڑھے ہوگئے۔

یحییٰ نے فوراً کہا: یہ کیوں نہ بوڑھے ہوں، اہلِ عراق کی آرزوؤں نے انھیں بوڑھا کر دیا۔ انھیں پریشان کرتے ہیں، اِن کے پاس آدمی بھیجتے ہیں کہ آپ خلافت کے لیے اُٹھ کھڑے ہوں۔

یہ سُن کر حسن بن حسنؑ نے یحییٰ کی طرف رُخ کیا اور کہا: واللہ تُو نے تو بڑی اچھی مدد کی (پھر کہا) ایسا نہیں ہے، بلکہ اصل بات یہ ہے کہ ہم اہلِ بیت پر بڑھاپا جلد آجاتا ہے اور "عبدالملک یہ سب گفتگو سُن رہا تھا۔"

پھر عبدالملک نے کہا: خیر جانے دو۔ یہ بتاؤ کس کام کے لیے آنا ہوا؟

اُنھوں نے حجّاج کی بات کہہ سُنائی۔

اُس نے کہا: حجّاج کو یہ اختیار نہیں ہے۔ اُس کو لکھ دو کہ وہ اپنی حد سے تجاوز نہ کرے۔

اُس نے پروانہ لکھ دیا اور حسن بن حسنؑ کو کچھ اور بھی صلہ وانعام دیا۔

جب حسن بن حسنؑ دربار سے نکلے تو یحییٰ بن اُمِّ حکم نے بڑھ کر اُن سے ملاقات کی۔ تو آپ نے اسے جھڑکا کہ کیا تو نے یہی مجھ سے مدد کا وعدہ کیا تھا۔؟

یحییٰ نے کہا: آپ خفا نہ ہوں، یہ تو ہمیشہ آپ سے ڈرتا رہتا ہے اور اگر ڈرتا نہ ہوتا تو کبھی آپ کی حاجت پوری نہ کرتا، میں نے تو اُس پر آپ کا اور رُعب بٹھایا تھا۔ یہ مدد تھی

حسن بن حسنؑ بھی کربلا میں اپنے چچا کے ساتھ موجود تھے۔ جب امام حسینؑ شہید ہوگئے اور اُن کے باقی اہلِ بیتؑ اسیر کر لیے گئے تو اسما بنتِ خارجہ آئی اور قیدیوں کے درمیان سے انھیں کھینچ لائی اور بولی، خدا کی قسم، خولہ کے بیٹے کے ساتھ میں یہ نہ ہونے دوں گی۔

عمر بن سعد نے کہا: ابی حسان کی بہن کے بیٹے کو چھوڑ دو۔

اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ یہ اسیر تھے، مگر زخمی ہوگئے تھے، اور اُنھوں نے زخموں سے شفا پائی۔

روایت کی گئی ہے کہ حسن بن حسنؑ نے اپنے چچا امام حسین علیہ السلام کے پاس پیغام دیا کہ آپؑ اپنی دو بیٹیوں میں سے کسی ایک کی شادی مجھ سے کر دیں۔

امام حسین علیہ السلام نے جواب دیا، بیٹے! ان میں سے جو تمھیں پسند ہو میں اُس کی شادی تم سے کر دوں گا۔

حسن بن حسنؑ شرم و حیا کے مارے کچھ نہ کہہ سکے۔

پھر امام حسین علیہ السلام نے خود فرمایا: اچھا میں نے تم سے شادی کے لیے اپنی بیٹی فاطمہ کو منتخب کر دیا۔ یہ میری ماں فاطمہؑ بنتِ رسولؐ سے بہت مشابہ ہے۔

حسن بن حسنؑ کا پینتیس۳۵ برس کے سن میں انتقال ہوا اور ان کے بھائی زید بن حسنؑ زندہ تھے۔ اُنھوں نے اپنے سوتیلے بھائی ابراہیم بن محمدؐ بن طلحہ کو اپنا وصی بنایا۔

جب حسن بن حسنؑ کا انتقال ہوا تو اُن کی زوجہ فاطمہ بنتِ حسینؑ بن علیؑ نے اُن کی قبر پر ایک خیمہ نصب کر دیا۔ وہ رات بھر عبادت میں مصروف رہتیں اور دن کو روزہ رکھتیں۔ حُسن و جمال میں بالکل حورِ عین معلوم ہوتیں۔

جب اس خیمے کو ایک سال ہوگیا تو اُنھوں نے اپنے غلاموں سے کہا: جب رات ہو جائے تو یہ خیمہ اُکھاڑ لینا۔

مگر جب رات ہوئی اور وہ لوگ پہنچے کر خیمہ اُکھاڑ لیں، تو ایک آواز سُننے میں آئی کہ "جس کو تم لوگوں نے کھویا تھا، کیا اُسے پالیا؟" جواباً دوسری آواز آئی، "بلکہ نااُمید ہو کر واپس پلٹ رہے ہیں۔"

حسن بن حسنؑ نے مرتے دَم تک کبھی دعوائے امامت نہیں کیا اور نہ کسی مدّعی نے یہ دعویٰ کیا کہ وہ امام ہیں جیسا کہ میں نے اُن کے بھائی کے حالات میں بیان کیا ہے۔

امام حسن علیہ السلام کے دوسرے فرزند عمرو و قاسم و عبداللہ، یہ تینوں اپنے عمِ محترم امام حسین علیہ السلام ابن حضرت علی علیہ السلام کے ساتھ کربلا میں شہید ہوگئے (اللہ اُن سے راضی ہو اور دینِ اسلام اور اہلِ اسلام کی طرف سے انھیں جزائے خیر دے۔)

- عبدالرحمٰن بن حسنؑ اپنے چچا کے ساتھ حج کو گئے تھے، مقامِ ابوا میں حالتِ احرام میں اُن کا انتقال ہوگیا۔ (اللہ اُن پر رحمت نازل فرمائے)
- حسین بن حسنؑ المعروف بہ اثرم، یہ بڑے صاحبِ فضل تھے۔ مگر ان کا تذکرہ کہیں نہیں ملتا۔
- طلحہ بن حسنؑ، یہ بڑے سخی اور جواد تھے۔

(الارشاد شیخ مفیدؒ صفحہ ۱۷۷ تا ۱۷۹)

④ تعدادِ اولاد و تعدادِ ازواج میں اختلاف

"مناقب ابنِ شہر آشوب" میں مرقوم ہے کہ امام حسن علیہ السلام کی اولاد میں سولہ۱۶ پسران و پانچ دختران تھیں جن کے نام یہ ہیں:

عبداللہ، عمر و قاسم۔ ان سب کی ماں اُمِّ ولد تھیں۔

حسین اثرم اور حسن، ان دونوں کی والدہ خولہ بنتِ منظور فزاری تھیں۔

عقیل اور حسن، ان دونوں کی والدہ اُمِّ بشیر بنتِ ابومسعود خزرجی تھیں۔

زید و عمر، ان دونوں کی والدہ ایک زنِ ثقفیہ تھیں۔

عبدالرحمٰن، ان کی والدہ اُمِّ ولد تھیں۔

طلحہ و ابوبکر، ان دونوں کی والدہ اُمِّ اسحاق بنتِ طلحہ تیمی تھیں۔

احمد و اسمٰعیل و حسن اصغر۔

اُمُّ الحسن و اُمُّ الحسین، یہ دونوں اُمِّ بشیر خزاعیہ کے بطن سے تھیں۔

فاطمہ، یہ اُمِّ اسحاق بنتِ طلحہ کے بطن سے تھیں۔

اُمِّ عبداللہ و اُمِّ سلمہ و رقیہ۔ یہ دختران مختلف اُمّہات کے بطن سے تھیں۔

○— امام حسن علیہ السلام کی اولاد کی تعداد، اُن کے نام، اُمّہات و اولاد اور ان کی ترتیب میں بہت اختلاف ہے۔

- "کشف الغمۃ" میں ہے کہ آپؑ کی اولاد میں پندرہ پسران اور ایک دختر اُمُّ الحسن تھیں
- ابنِ خشاب نے کہا ہے کہ آپؑ کے گیارہ بیٹے اور ایک بیٹی تھیں۔
- حنابذی کا قول ہے کہ آپؑ کے بارہ پسران اور پانچ دختران تھیں۔
- سبطِ ابنِ جوزی نے واقدی اور ابنِ ہشام سے نقل کیا ہے کہ آپؑ کے پندرہ پسران اور آٹھ دختران تھیں۔

ان کے نام یہ ہیں:

○— علی اکبر، علی اصغر، جعفر، فاطمہ، سکینہ۔ اُمِّ الحسن۔ عبداللہ۔ قاسم۔ زید، عبدالرحمٰن، احمد، اسمٰعیل، حسین، عقیل، حسن اور یہی ابوعبداللہ حسن بن حسنؑ ہیں۔

سبطِ ابنِ جوزی نے باقی اولادوں کے نام نہیں لکھے۔

محمدؒ بن سعد نے "طبقات" میں اُن کی اولاد کی یہ تفصیل دی ہے کہ:

"امام حسن علیہ السّلام کے پسران میں:

محمد اصغر، جعفرؒ، حمزہؒ، فاطمہؒ، ان سب کی ماں اُمّ کلثوم بنتِ فضل بن عبّاس بن عبد المطّلب تھیں۔"

۵ محمد اکبر (اور اِن ہی کی وجہ سے امام حسنؑ کی کنیت ابو محمدؐ تھی) (۶) حسن، اِن دونوں بیٹوں کی ماں خولہ بنتِ منظور غطفانیہ تھیں۔

۷ زید، ۸ اُمّ الحسن، ۹ اُمّ الخیر، ان سب کی ماں اُمِّ بشر بنتِ ابو مسعود انصاری تھیں جن کا نام عقبہ بن عمرو تھا۔

۱۰ اسمٰعیل، ۱۱ یعقوب، ان دونوں کی ماں جُعدہ بنتِ اشعث بن قیس تھی جس نے امام حسن علیہ السّلام کو زہر پلایا تھا۔

۱۲ قاسم و ۱۳ ابوبکر و ۱۴ عبداللہ، یہ تین بیٹے امام حسین علیہ السّلام کے ساتھ کربلا میں شہید ہو گئے تھے، ان کی ماں اُمّ ولد تھیں۔ یہ تینوں بیٹے لاولد تھے

۱۵ حسین اثرم، ۱۶ عبد الرحمٰن، ۱۷ اُمّ سلمہ، یہ تینوں اُمّ ولد کے بطن سے تھے۔ ان کی کوئی اولاد نہ تھی۔

۱۸ عمر، یہ بھی اُمّ ولد کے بطن سے تھے، ان کی کوئی اولاد نہ تھی۔

۱۹ اُمّ عبد الرحمٰن، یہ امام محمد باقر علیہ السّلام کی والدہ گرامی تھیں، جن کو سافیہ کہا جاتا تھا۔

۲۰ طلحہ، ان کے بھی کوئی اولاد نہ تھی۔ ان کی ماں اُمّ اسحاق بنتِ طلحہ بن عبید اللہ تیمی تھیں

۲۱ عبداللہ اصغر، ان کی ماں زینب بنتِ سبیع بن عبداللہ برادر جریر بن عبداللہ بجلی

امام حسنؑ کی اولاد میں زید بن حسنؑ اور حسن بن حسنؑ صرف ان دونوں صاحبزادوں کی نسل آگے بڑھی۔

بخاری میں ہے کہ جب حسن بن حسنؑ بن علیؑ ابنِ ابیطالبؑ کا انتقال ہوا تو ان کی زوجہ نے ان کی قبر پر ایک شامیانہ نصب کیا جو ایک سال تک نصب رہا، پھر اٹھا لیا گیا۔ تو ایک ندا دینے والے کی آواز سُنی گئی جو کہہ رہا تھا: "جس کو تم لوگوں نے کھویا تھا کیا تم نے اُسے پا لیا؟" دوسرے نے جواب دیا۔ "نہیں، بلکہ ہم لوگ نا اُمید واپس جا رہے ہیں۔"

○ عبداللہ بن عامر سے معاویہ کا فریب:

ایک مرتبہ کا واقعہ ہے کہ یزیدؔ بن معاویہ نے کسی طرح عبداللہؓ بن عامر کی زوجہ اُمِّ خالد بنتِ ابی جندل کو دیکھ لیا تو اُس پر فریفتہ ہو گیا۔ اس کا ذکر اُس نے اپنے باپ معاویہ سے کیا۔ جب عبداللہؓ بن عامر معاویہ کے پاس کسی کام سے آیا تو اُس نے عبداللہؓ بن عامر سے کہا کہ میں نے طے کر لیا ہے کہ تمھیں بصرہ کا گورنر بنا دوں اور اگر تمھاری کوئی زوجہ نہ ہوتی تو میں اپنی بیٹی رملہ سے تمھارا عقد بھی کر دیتا۔

یہ سُن کر عبداللہؓ بن عامر واپس ہو گیا اور اُس نے اپنی زوجہ کو رملہ کی لالچ میں طلاق دیدی۔ معاویہ نے ابو ہریرہ کو بھیجا کہ وہ جا کر اُمِّ خالد سے یزیدؔ کا پیغام دے دے اور مہر میں جو کچھ طلب کرے وہ قبول ہے۔

یہ خبر امام حسن علیہ السّلام اور امام حسین علیہ السّلام اور عبداللہؓ بن جعفرؓ کو پہنچی ان حضرات نے بھی اپنا اپنا پیغام بھیجا۔ اُمِّ خالد نے امام حسنؑ کو منتخب کیا۔ اور ان سے عقد بھی ہو گیا۔ (مناقب جلد ۴ صفحہ ۳۸)

(۸) حالتِ احرام میں عبد الرحمٰن بن حسنؑ بنِ علیؑ بن ابی طالبؑ کا انتقال

امام جعفر صادق علیہ السّلام سے روایت ہے کہ عبد الرحمٰن بن حسنؑ بن علیؑ مقامِ ابوا میں انتقال کر گئے اور حالتِ احرام میں تھے۔ آپ کے ساتھ امام حسنؑ و امام حسینؑ و عبداللہؓ بن جعفرؓ و عبداللہؓ بن عبّاسؓ و عبید اللہ بن عبّاس تھے۔ ان لوگوں نے ان کو کفن پہنایا، مگر حنوط نہیں کیا اور فرمایا کہ کتابِ علیؑ میں یہی مرقوم ہے۔ (کافی جلد ۴ صفحہ ۳۶۸)

(۹) ازواج کی فہرست

ابو الحسن مدائنی کا بیان ہے کہ امام حسنؑ کثرت سے نکاح کرتے تھے، چنانچہ آپ کی ازواج کی فہرست درج ذیل کی جاتی ہے۔

۱ خولہ بنتِ منظور بن زیاد فزاریہ سے نکاح کیا اور اس سے حسن بن حسنؑ پیدا ہوئے

۲ اُمِّ اسحاق بنتِ طلحہ ابنِ عبید اللہ سے عقد کیا اور اس سے ایک لڑکا پیدا ہوا جس کا نام طلحہ رکھا۔